188686

UNIVERSAL LIBRARY

OU_188686

UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩٢٢٤٩٤٢ Accession No. ١٦٠٩٦

Author [illegible]

Title [illegible]

This book should be returned on or before the date last marked below.

تذکرہ

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

مرتبہ

سید احمد قادری

استاذ مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ

ناشر

شاد بکڈپو۔ پٹنہ ۶

قیمت غیر مجلد [illegible]

۱۶۰۶۹

فہرست مضامین

Checked 1965

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مقدمہ		بیعت	۲۸
دیباچہ	۵	شیخ موسیٰ قادری	۳۰
پہلا باب ذاتی حالات		وفات شیخ موسیٰ	۳۲
خاندان	۹	فتح پور کا قیام	״
جد مادری	۱۴	سفر حج	۳۴
شیخ رزق اللہ	۱۵	مدینہ منورہ کا قیام اور	۳۹
شیخ فضل اللہ	۱۶	سفر حجاز سے واپسی	
شیخ سیف الدین	۱۷	واپسی کے بعد	۴۱
ولادت ونشوونما	۲۰	ملا عبد القادر بدایونی کی ملاقات	۴۲
نادر الوجود قوت حافظہ	۲۱	ملک الشعرا شیخ فیضی کا خط	۴۳
نرالہ طریقۂ تعلیم	۲۲	خواجہ باقی باللہ سے تعلقات	۴۵
حفظ قرآن	۲۳	دو بزرگوں کے درمیان غلط فہمی	۴۷
استاذ، شاگرد سے مستفید تھے	۲۴	سفر لاہور	۵۱
شوق ومحنت	״	شاہ ابو المعالی وشیخ داؤد (حاشیہ)	۵۳
شیخ سیف الدین کے ساتھ مذاکرہ	۲۷	ادب وشعر	۵۵
فراغ کے بعد کا مشغلہ	״	نمونۂ اشعار	۵۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مورخین اور تذکرہ نگاروں کے تاثرات	۶۳	تفسیر	۱۴۰
وفات	۷۰	حدیث	۱۴۱
مقبرہ	〃	فقہ	۱۴۶
دوسرا باب، کارنامے		اساتذۂ حدیث	۱۵۵
شیخ عبدالحق کا زمانہ	۷۴	تلامذہ حدیث	۱۵۸
تصوف	۸۹	سلسلۂ طریقت	۱۶۵
فلسفۂ یونان	۹۴	سیرت نبوی	۱۷۰
قرب الٰہی کا ذریعہ اتباع سنت ہے	۱۰۰	تیسرا باب، تصانیف	۱۷۳
سرور کائنات بشر اور اللہ کے عبد تھے	۱۰۳	تالیف القلب الالیف	〃
رد بدعت	۱۰۴	تفسیر	۱۷۷
سماع	۱۰۶	تجوید	۱۷۸
وحدۃ الوجود	۱۱۵	حدیث	〃
صوفیوں کے گمراہ فرقے	۱۱۹	فقہ	۱۸۵
علماء سوء	۱۲۳	عقائد	۱۸۶
منہیات سے اجتناب	۱۲۵	تاریخ و سیر	۱۸۷
غیر معروف ریاضتیں	۱۲۶	تصوف	۱۹۴
رد شیعیت	۱۲۸	اوراد	۲۰۰
امرائے سلطنت کی اصلاح	۱۳۱	سیاست	۲۰۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نحو	۲۰۲	وفات	۲۲۷
منطق	۲۰۳	شیخ محمد ہاشم و عاصم	〃
ادبیات	۲۰۴	حافظ فخر الدین	۲۲۸
نادر کتب خانہ	〃	شیخ الاسلام	۲۲۹
چوتھا باب اولاد و احفاد	۲۰۶	شیخ سلام اللہ	۲۳۱
دو غلطیوں کی تصحیح	۲۰۷	مولانا نور الاسلام	۲۳۳
شیخ نور الحق	۲۱۰	حافظ محمد محسن	۲۳۶
بیعت	۲۱۱	شیخ محمد احسان	۲۳۷
منصب قضا	۲۱۳	موجودہ نسل	〃
حلقۂ حدیث	۲۱۴	تاثرات (نظم)	۲۴۰ ۲۴۱
ادب و شعر	۲۲۲	مآخذ	۲۴۲
تصانیف	۲۲۳		

مقدمہ

حامداً و مصلیاً

حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو دہلی بلکہ ہندوستان کے پہلے محدث ہیں جو اپنی علمی خدمات اور اپنے ذوق تصوف اور کثرت تصانیف کے اعتبار سے بلاد اسلامیہ میں مشہور معروف ہیں۔ شاید ہی کوئی پڑھا لکھا مسلمان ایسا ہو جو شیخ عبدالحق حقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے آشنا نہ ہو۔ پرانی دہلی کے ختم ہو جانے کے بعد چونکہ ان کی اولاد کے تمام افراد نئی دہلی شاہجہاں آباد کے ایک مشہور محلے میں آبسے تھے جس کا نام گلی مفتی والان ہے۔

اور بہت سے افراد کوچہ چیلان کے مختلف حصوں میں آباد تھے اس لئے دہلی کا ہر شخص ان کے خاندان سے کم و بیش واقف تھا اور یہ خاندان دہلی والوں کی نظر میں قابل احترام تھا۔ بچپنے میں میرے والد مرحوم نے شیخ کی بعض کتابیں مجھکو پڑھائیں تھیں۔ اور ان کتابوں کی بعض دعائیں مجھکو آج تک یاد ہیں۔ یہ کتابیں سب فارسی میں تھیں لیکن دہلی کے مشہور عالم نواب قطب الدین خاں صاحب تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اردو میں ترجمہ کر دیا تھا۔ اگرچہ آجکل اس اردو کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔ لیکن بچپنے کی پڑھی ہوئی کتابوں کا ذوق آج تک میں اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں۔

شاید ہی کوئی فن ایسا ہوگا جس میں شیخ نے کوئی کتاب یا کتابچہ تصنیف نہ کیا ہو۔ جو کچھ طبع ہو گیا وہ بھی بہت کچھ ہے اور جو کچھ تباہ ہو گیا اس کا تو شمار ہی مشکل ہے مجھے یاد ہے کہ شیخ کی لمعات کے متعلق ان کے خاندان کے بعض افراد سے میں نے گفتگو کی تھی۔ یہ لمعات مشکوٰۃ کی شرح ہے جو عربی زبان میں حضرت شیخ نے لکھی تھی میں نے چاہا تھا کہ یہ طبع ہو جائے۔ یہ کتاب شیخ کی اشعۃ اللمعات سے بڑی تھی۔

لیکن مجھے افسوس ہے کہ ان کے خاندان کے لوگ اس پر امادہ نہ ہوئے اور وہ اس قدر روپیہ طلب کرتے تھے کہ جس کا ادا کرنا مجھ جیسے مفلس کے لئے آسان نہ تھا اس سبب سے یہ معاملہ درمیان ہی میں رہ گیا۔ یہانتک کہ ۱۹۴۷ء آگیا اور آج اس مفتی والوں کی گلی میں شرنارتھی آباد ہیں۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت شیخ کا وہ عربی ذخیرہ اُن کے خاندان والے نکال سکے یا نہیں بہر حال شیخ کا کثیر التصانیف ہونا تو ظاہر ہی ہے۔ اور ان کی تصانیف میں تصوف کی چاشنی سے اُن کے ذوق اور تصوف کا پتہ بھی لگ جاتا ہے رہا ان کا اول المحدثین ہونا تو یہ اس بات سے ظاہر ہے کہ شیخ سے پہلے ہندوستان میں فقہ حنفی کا تو چرچہ بہت تھا یہانتک کہ لوگ حدیث سے تقریباً مستغنی تھے باقاعدہ درس حدیث کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ کوئی نیک اور علم کا ذوق رکھنے والا بادشاہ تخت پر متمکن ہوا تو کچھ مدارس وغیرہ قائم ہوئے۔ حدیث تفسیر کا سلسلہ شروع ہوا بھی کوئی اس کا اچھا جانشین نہ ہوا تو وہ سلسلہ کم ہو گیا۔ یا منقطع ہو گیا۔

پھر یہ کہ اس زمانے میں عام طریقہ سے ذی اقتدار حضرات بغاوتوں کے
فرو کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم و تعلم کا کوئی خاص
اہتمام نہ تھا۔ اور بالخصوص تفسیر و احادیث کے درس کا انتظام بالکل
نہ ہونے کے برابر تھا۔ لوگ ماوراالنہر فقہ پر تکیہ کئے بیٹھے تھے۔ خاص خاص
علمار دہلی سے دور اپنے طور پر حدیث تفسیر کا درس دیتے تھے۔ حدیث کی
عام ترویج حضرت مولانا عبدالحق کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہے۔ یہی
وجہ ہے کہ ان کو اول المحدثین کہا جاتا ہے۔ اشعتہ اللمعات کے مطالعہ
سے حضرت شیخ کی سوجھ بوجھ اور وسیع النظری کا پتہ چلتا ہے۔ سب سے
بڑا افسوس یہ ہے کہ جس شخص نے سینکڑوں بزرگوں کی سوانح حیات سے
دنیا کو آشنا بنایا اور جس نے صدہا علمار اور صوفیوں کا دنیا سے
تعارف کرایا مگر اس کی سوانح حیات مرتب کرنے کی کسی نے زحمت
گوارہ نہیں کیا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے
کہ شیخ نے جس دور میں یہ علمی خدمات کا سلسلہ جاری کیا وہ دور ہندوستان کا
ملحدانہ دور تھا۔ اکبر کو ایسے لوگوں نے گھیر رکھا تھا جن کا مقصد دنیا کا حصول
تھا۔ اور اہل مملکت کو صحیح روشنی سے محروم رکھنا تھا۔ اُس وقت اہل
حق کی جانب توجہ کم تھی۔ اکبر کا تمام دور تو اسی بے دینی میں گذرا۔ اور
جہانگیر بھی اپنے ابتدائی دور میں اس بے دینی پر قابو نہ پا سکا۔ حضرت
حقی رحمتہ اللہ علیہ کو اتنا خطرناک دور ملا کہ اُس میں ان کی ثابت قدمی
حق گوئی حیرت زا ہے۔ ان خطرناک حالت میں مولانا کے حالات

قلم بند کرتا تو کون کرتا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت حقی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تلامذہ نے کچھ حالات ضبط کئے ہوں۔ مگر وہ زمانے کی دستبرد کے باعث ہم تک نہ پہنچ سکے۔ بہرحال شیخ حقی کی تصانیف ہی جو تلف ہونے سے بچ گئیں وہی ان کی زندگی کے حالات اور ان کی علمی خدمات اور اُن کی حق پرستی اور حق گوئی کے لئے کافی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سعادت قسام ازل نے کسی اور کے حصّے میں رکھی ہو۔ اور پورے تین سو برس کے بعد یہ کام سید احمد قادری سے لینا ہو۔ اور یہ واقعہ ہے کہ سید صاحب کا تین سو سو اتین سو برس کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی سوانح حیات کو مرتب کرنا ایک اعجاز ہے اور سید احمد صاحب قادری کی یہ محنت اور کاوش قابل صد تبریک اور لائق تحسین ہے، اور اس محدث اوّل فی الہند کی روح پاک کے لئے اک بہترین خراج عقیدت ہے۔ سید احمد صاحب نے جس تلاش اور جستجو کے بعد یہ تذکرہ مرتب کیا ہے یہ ترتیب اپنی آپ ہی مثال ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سید احمد صاحب قادری کی اس سعی کو مقبول اور مشکور فرمائے اگرچہ اس تذکرہ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض گوشے اس تذکرہ کے تشنہ ہیں، لیکن جس قدر ہو گیا وہ بھی بہت کچھ ہے۔ اس آئینہ میں شیخ کی مقدس زندگی کے خدوخال صاف اور اچھی طرح نمایاں ہیں۔ اور شیخ کو تلاش کرنے والوں کے لئے یہ تذکرہ صحیح راہنما ہے۔ میں مکرر جناب سید احمد قادری کی جدوجہد اور محنت و تلاش کا اعتراف کرتے ہوئے اس ہیں لفظ یا مقدمہ کو شیخ کے ہی کے درود پر ختم کرتا ہوں

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ وصلی اللہ علی الباری المبدی الی طریق الحق المبین شیخ الکل و امام الائمہ واستاذ الوجود وسید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ واحزابہ واتباعہ اجمعین ہداۃ طریق الحق ومحی علوم الدین۔

۲۵ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ { فقیر احمد سعید کان اللہ لہ، کوچہ چیلان دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی صفات محتاج تعارف نہیں، ہندوستان کے عربی مدرسوں کا ہر طالب علم مشکوٰۃ شروع کرتے ہی شیخ عبدالحق کے نام سے واقف ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کے متعلق عام طور پر ہماری واقفیت بس اتنی ہی ہے کہ وہ ہندوستان کے مشہور محدث اور صوفی ہیں راقم الحروف بھی اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی علمی صحبتوں میں، اپنے مدرسے میں اور اپنے علمی ماحول میں ان کا نام سنا کرتا تھا۔ لیکن ان کی زندگی کے کارناموں سے بالکل ناواقف تھا، عرصہ ہوا ایک بار خیال آیا کہ ان کے متعلق کچھ تفصیلی معلومات حاصل کر دوں۔ امید تھی کہ ایسے مشہور محدث کا تذکرہ ضرور لکھا گیا ہوگا، لیکن جب تلاش شروع کی تو سخت مایوسی ہوئی، جہاں تک راقم کو علم ہے آج تک ان کا کوئی مستقل تذکرہ مرتب نہیں ہوا، جب بیسیوں تاریخ و تذکروں کے سیکڑوں صفحات الٹنے کے بعد ان کے حالات معلوم ہوئے

تو حیرت اور بڑھ گئی کہ ایک ایسا شخص جس نے اپنی ساری زندگی تبلیغ اسلام
ترویج دین اور تصحیح عقائد کی جدوجہد میں صرف اس کے سوانح حیات آج تک
مرتب نہ کئے گئے اور منتشر پڑے ہیں۔ یہی احساس اس تذکرے کی شکل میں ناظرین
کے سامنے حاضر ہے، جس شخص کی ذات سے سب سے پہلے ہندوستان میں علوم
حدیث کے چشمے پھوٹے، جس شخص نے مسلسل باون سال تک مسند حدیث گرم
رکھی، جس نے عمر کے آخری لمحے تک بددینی اور بدعقیدگی کو مٹانے کی سعی بہیم کی،
جو اکبر کے عہد فتنہ میں جبکہ کچھ علماء و مشائخ اس سیلاب میں تنکوں کی طرح بہہ
رہے تھے اور کچھ اس کو روکنے کی ابھی تیاری ہی کر رہے تھے۔ اس سیلاب
کے آگے آہنی دیوار کی طرح کھڑا تھا اور جس کے گوشے سے اس کو روکنے کی
مسلسل سعی و جہد ہو رہی تھی اور جو ہاتھ میں کتاب و سنت کا چراغ لئے دلوں
کی تاریکیاں دور کر رہا تھا، کیا ایسا شخص مستحق نہیں کہ اس کے سوانح حیات مرتب
کئے جائیں اور اس کا تذکرہ لکھا جائے، دوسری طرف جب ہم حضرت شیخ کے
وفور علم پر نظر ڈالتے ہیں تو ان میں ایک ایسی جامعیت پاتے ہیں جو اس عہد کے کم
لوگوں کو نصیب ہوئی ہے وہ اپنے عہد میں نہ صرف یہ کہ شمالی ہند کے سب سے بڑے
شیخ الحدیث تھے، بلکہ نکتہ داں مفسر، وسیع النظر فقیہہ، ماہر مجود قرآن، مستند
مورخ و سیرت نگار و تذکرہ نویس قابل ذکر ادیب، اچھے شاعر اور نکتہ رس نا قد
شعر و سخن بھی تھے۔ ایسی جامع ذات کے، درسی، علمی اور تبلیغی کارناموں کا
ترتیب نہ پانا ایک ایسی کمی تھی جسے میں نے شدت کے ساتھ محسوس کیا اور

جب تک تذکرہ مرتب نہ ہو گیا مجھے اطمینان نہ ہوا۔

راقم الحروف نے عزم کیا ہے کہ اس تذکرے میں حضرت شیخ کے متعلق وہی باتیں لکھے گا جو تاریخی حیثیت سے مستند ہوں یا پھر وہ باتیں جو خود شیخ کی تصنیفات سے ثابت ہوں۔ میں خوش عقیدگی کے جوش میں آسمان و زمین کی طنابیں نہیں کھینچوں گا، ان کی ذات سے ایسے واقعات اور کارنامے منسوب نہیں کروں گا جو تاریخی اعتبار سے بے سند ہوں اور جن کی بنیاد محض بعد کے عقیدت مند تذکرہ نگاروں کی تحریریں ہوں۔ حضرت شیخ کے عہد میں مغلیہ دور کے ممتاز مورخین موجود تھے اس لئے راقم نے کوشش کی ہے کہ معاصر مورخین اور تذکرہ نگاروں کی تحریروں سے زیادہ کام لے ویسے شیخ نے خود اپنے حالات اپنی تصانیف میں اس قدر لکھے ہیں کہ ان سے ان کی خود نوشت سوانح عمری مرتب ہو سکتی ہے۔

راقم نے اس تذکرے کو چار ابواب میں تقسیم کر دیا ہے۔

ذاتی حالات۔ کارنامے۔ تصانیف۔ اولاد و احفاد۔

یہ تذکرہ ابھی نامکمل ہے خود حضرت شیخ کی بعض ایسی تصانیف دستیاب نہ ہو سکیں جن کا مطالعہ تذکرے کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ چند اور دوسری کتابیں بھی نہ مل سکیں۔ اس کے باوجود جو کچھ ہو چکا ہے راقم اس کی اشاعت ضروری سمجھتا ہے کہ کہیں غیر موجود کی طلب میں یہ موجود بھی معدوم نہ ہو جائے۔

آخر میں اپنے رفیق درس مولانا سید محمد ہاشم صاحب فاضل شمسی کیٹلاگر خدابخش لائبریری کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی مدد سے اس تذکرے کی تیاری میں بڑی سہولت ہوئی، اس تذکرے میں انگریزی کیٹلاگ اور انگریزی کتابوں کے تمام حوالے انھیں کے بتائے ہوئے ہیں۔ پٹنہ میں عربی و فارسی مطبوعات کا کوئی اچھا کتب خانہ موجود نہیں۔ اس لئے راقم نے بہت سی ایسی کتابوں کے قلمی نسخے استعمال کرنے پر مجبور ہوا ہے جو چھپ چکی ہیں۔ ناظرین سے میری درخواست ہے کہ اگر حضرت شیخ، ان کی اولاد احفاد اور تصانیف کے متعلق کسی کو مزید معلومات حاصل ہوں تو مجھے اس سے مطلع فرمائیں تاکہ اس کتاب کا جب دوسرا اڈیشن شایع ہو تو زیادہ مکمل ہو سکے۔

سید احمد قادری
مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ

۲۷ رجب المرجب ۱۳۶۹ھ

۷۸۶

پہلا باب
ذاتی حالات

خاندان حضرت شیخ عبدالحق دہلوی جس خاندان کے چشم و چراغ تھے وہ بخارا کا ایک ذی اثر اور ممتاز ترکی خاندان تھا آغا محمد ترک سب سے پہلے شخص ہیں جو سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں ہندوستان آئے چونکہ وہ اپنے قبیلہ کے سردار اور تلوار کے دھنی تھے اس لئے بادشاہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور بڑے بڑے منصب عطا کئے۔ شیخ کے جد اعلیٰ نے "زور شمشیر" سے بادشاہ وقت کے دل میں جگہ حاصل کی اور دادا کے پوتے نے "زور قلم" سے عام و خاص کے دلوں کو جیتا۔ تلوار کے آثار معلوم نہیں کب کے مٹ چکے۔ لیکن قلم کے آثار آج بھی ویسے ہیں جیسے کل تھے۔ حضرت شیخ نے اپنے خاندانی حالات اخبار کے آخر میں بطور تکملہ لکھے ہیں۔ خاندانی حالات کے متعلق اس کوئی دوسری سند نہیں ہوسکتی اس لئے یہاں انکی تحریر کا خلاصہ

"ہمارے جد بزرگ آغا محمد ترک بخاری سلطان علاء الدین کے زمانہ میں

سلاطین دہلی
ماشرقی اسمت اور
اہل شہر میں
یاد رہے مطلع ہوں
کیلئے نقاب بن گئی تھی۔

ہاں وہ لوگ جنہوں نے کبھی خلوت میں ان کا مشاہدہ کیا ہو وہ ان کے نفرد معرفت کو جانتے ہوں تو جانتے ہوں[لہ]۔

جد مادری نانیہالی خاندان کی تفصیل اب تک نہیں معلوم۔ حضرت شیخ نے صرف اپنے نانا کا تھوڑا سا حال اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ ان کے نانا کا نام زین العابدین اور عرف شیخ دانشمند اور شیخ ادھن دہلوی تھا وہ مرد کامل، بڑے عابد و زاہد۔ منکسر المزاج اور مہذب باوقار تھے شیخ سیف الدین فرماتے تھے کہ میں نے شیخ ادھن کے سوا کسی کو نہ دیکھا کہ ظاہر و باطن بالکل یکساں ہو وہ جس ادب و وضع سے لوگوں کے درمیان رہتے تھے بالکل اُسی طرح گھر کے اندر بھی۔ ان کی زبان ہمیشہ ذکر اللہ سے تر رہتی تھی، ان کا سراپا بہت ہی خوبصورت اور پُرنور تھا، علم و تقویٰ کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر ہوتے تھے، اکثر اوقات روزہ دار رہتے اور غذا میں پوری احتیاط برتتے تھے۔

سلطان ابراہیم بن سکندر لودی نے ان کو حجابت کا عہدہ دینا چاہا تھا لیکن انھوں نے قبول نہ کیا۔ وہ مولانا سماء الدین کے مرید[عہ] اور میاں عبداللہ طلبنی کے شاگرد تھے ۹۲۴ھ میں وفات پائی۔ ان کا مقبرہ حوض شمسی کے پیچھے ہے[سہ]

لہ اخبار الاخیار مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

عہ مولانا سماء الدین کا حال اخبار الاخیار میں ہے واقعات حکومت دہلی حصہ سوم میں اُن کے مزار کا پتہ دیا ہے۔

سہ ایضاً ... واقعات حکومت دہلی میں ان کے مزار کا پتہ دیا ہے جس پر کتبہ درج ہے "شیخ زین العابدین عرف شیخ ادھن"

شیخ رزق اللہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے بڑے چچا شیخ رزق اللہ کا تذکرہ بڑی عقیدت سے لکھا ہے۔ تصوف میں ان کا ایک خاص رنگ تھا لکھتے ہیں:۔

شیخ رزق اللہ بن شیخ سعد اللہ، مصباح العاشقین محمد ملادہ (قنوج کا ایک قصبہ ہے) المعروف بہ شیخ منگن (متوفی ۹۰۰ھ) سے مرید تھے۔ نادر روزگار، مرد کامل و فاضل، یادگار سلف اور فضائل صوری و معنوی کے جامع تھے، مشرب عشق و محبت، سلامتی عقل وسعت حوصلہ، صبر و ضبط دوام حضور، اور استقامت احوال میں یگانہ عصر تھے ۹۲ سال کی عمر میں ازل کی طرح جوش خروش تھا، حکایات مشائخ اور شاہان ہند کی تواریخ بیان کرنے میں ان کی طرح کم کوئی دیکھا گیا ہے، باتیں بہت اطمینان اور لطافت و شیرینی کے ساتھ کرتے تھے۔ غربا، فقرا اور مشائخ کی صحبتوں میں بہت رہے اور بہت کافی سیاحت کی تھی، ہندی اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں مشتاقی اور ہندی میں راجن تخلص کرتے تھے ان کا ہندی کلام پدماوت اور جوت نرنجن بہت مقبول اور مشہور ہے ان کی پیدائش ۸۹۷ھ اور وفات ۲۰ ربیع الاول ۹۸۹ھ میں ہوئی (اخبار الاخیار) شیخ نے [illegible] تاریخ لکھا ہے۔

مخدومی عارف زمان مشتاقی

[illegible] متصل عشق مشتاقی ۹۸۹

حقی چو بتاریخ وفاتش نگریست

[illegible] رستم

شیخ اپنی ایک دوسری تالیف میں حضرت مشتاقی کی ایک تالیف کا پتہ دیتے ہیں۔

"و تاریخ واقعات مشتاقی کہ دراحوال سلطان بہلول لودی وغیرہ است تصنیف ایشان است"

صاحب "صبح گلشن" نے مشتاقی کا ذکر کیا ہے اور ان کے دو شعر نقل کیے ہیں

در جمیع علوم علی الخصوص در فن ادب و تاریخ دانی و کتب علمیہ ہند وان مہارتے کامل داشت۔

فتح قفل از کلید ست اے عزیز + جنبش دست از تو می خواہند نیز

قدر خود رامی نہ دانی اے دغل + تشنہ می میری و دریا در بغل

صبح گلشن ص ۴۱۳

شیخ فضل اللہ

شیخ نے ان کو اپنا عم اوسط لکھا ہے۔ یہ شیخ محمد حسن بن شیخ حسن طاہر کے مرید تھے انھیں کے تذکرے میں اپنے چچا کے متعلق چند سطریں لکھی ہیں۔

دعم اوسط محرر سطور شیخ فضل اللہ کہ بشیخ منجھو عرف دارد مرید اوست و آخر مرید آں شیخ است و شیخ منجھو مردے بود صاحب برکت و نعمت و باشغال و اوراد مشغول و در محبت پیر مغلوب صاحب ذوق و حالت و مقبول مشائخ و مجاذیب و برکتے ظاہر داشت و نعمتے شامل در وقت فوت بسیار مردانہ رفت رحمۃ اللہ علیہ۔

(اخبار الاخیار ص ۲۲۵)

شیخ سیف الدین محدث دہلوی کے والد ماجد شیخ سیف الدین اپنے وقت کے مشہور مشائخ میں تھے۔ انھوں نے شیخ امان اللہ پانی پتی (م ۹۵۷ھ) کی صحبت میں تربیت سلوک پائی تھی جو اپنے وقت میں وحدۃ الوجود کے امام تھے۔ مورخین نے شیخ سیف الدین کا ذکر خیر بھی کیا ہے اور خود شیخ عبدالحق نے اخبار الاخیار میں اپنے والد کے حالات و کوائف بہ تفصیل لکھے ہیں۔ شیخ سیف الدین ۹۲۰ھ ۱۵۱۴ء کو دلی میں پیدا ہوئے اور ۲۷ شعبان ۹۹۰ھ ۱۵۸۲ء کو وفات پائی ابتدائے حال میں ان کی بیعت سلسلۂ سہروردیہ کے ایک عالم دین سے ہوئی تھی لیکن ان کو خلافت شیخ امان اللہ پانی پتی سے حاصل ہوئی اور پوری تربیت انھیں سے ملی، شیخ امان اللہ نے ان کو خرقہ خلافت پہنایا اور خلافت نامہ خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر عنایت کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہدایت و ضلالت اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ شیخ امان کے تربیت یافتوں میں ایک سیف الدین تو اللہ کی طاعت و عبادت میں مشغول رہا۔ دنیاوی جاہ و منصب کا خیال بھی اس کے ذہن پاک میں پیدا نہ ہوا۔ اور دوسرا نہ صرف یہ کہ خود گمراہ ہوا بلکہ اکبر کی گمراہی کا ایک ذریعہ بنا۔ یہ دوسرے صاحب، تاج الدین بن زکریا اجودھنی ہیں جو تاج العارفین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے ان کی شرارت کا ذکر ملا بدایونی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ یہ شخص "دیوی برہمن" کی طرح چارپائی پر بٹھا کر اکبر کے بالاخانے پر لے جایا جاتا تھا۔ اور

سے ان کا ذکر اخبار الاخیار میں ہے۔

وہاں پہنچ کر طرح طرح کی شطحیات وکفریات بکتا تھا اور وحدۃ الوجود کو ملحدانہ رنگ میں سمجھاتا تھا (بدایونی)

محمد صادق ہمدانی نے جو شیخ عبدالحق کے معاصر و مسترشد تھے شیخ سیف الدین کا حال لکھا ہے۔

"شیخ سیف الدین قدس سرہ والد شریف حضرت مخدومی است نسبت ارادت وے بسلسلۂ علیہ قادریہ بودہ و فراواں فیوض باطنی از صحبت شیخ امان پانی پتی کہ محقق و عارف روزگار خود بودہ یافت از فضایل صوری و کمالات معنوی نصیبہ تمام داشت و در ظرافت و لطافت و شوق و محبت و گداز درجہ عالی و نہایت بے تعلقی و شکستگی متصف بود و عرس وے بست و ہفتم شہر شعبان است۔ بالجملہ عظمت و بزرگی او را از ہمیں قیاس تواں کرد کہ قادر توانا مثل حضرت مخدومی را از وے بظہور آوردہ

چناں بود پدرے کش چنیں بود فرزند
چنیں بود پسرے کش چناں پدر باشد[۱]

شیخ عبدالحق نے اپنے والد کی حیات و موت کے جو حالات لکھے ہیں وہ پڑھنے کے لائق ہیں اور اُن سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ کو کیسی بابرکت آغوش کی تربیت نصیب ہوئی تھی۔ میں طوالت کے خوف سے ان تفصیلات کو قلم انداز کرتا ہوں شیخ سیف الدین کو شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا اور غزل و قصیدہ و رباعی میں کافی اشعار تھے لیکن بیاض میں آنے سے پہلے ہی مسودے کی شکل میں ضایع ہو گئے کسی چور نے مال و دولت سمجھ کر مدت مدید کی جمع کی ہوئی تصوف کی کتابیں اور مسودات

---

[۱] کلمات الصادقین قلمی ص۵۰

مسودات چوری کر لئے لیکن جب اسے مایوسی ہوئی تو افشا کے خوف سے اس نے ساری کتابیں جلا ڈالیں (اخبار الاخیار)

حضرت شیخ نے اپنے والد کی دو تصنیفوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک رسالہ نثر میں ہے جس کا نام "کاشفات" ہے اس رسالہ کے کچھ اقتباسات بھی اخبار الاخیار میں ہیں اور دوسری تصنیف نظم میں ہے جس کا نام سلسلۃ الوصال ہے۔ یہ قریباً پانچ سو اشعار کی ایک مثنوی تھی لیکن آج اس کا پتہ نہیں۔ اخبار الاخیار میں شیخ سیف الدین کے کچھ اشعار شیخ نے دئے ہیں ان میں سے راقم یہاں چند اشعار درج کرتا ہے ؎

ہمائے سدرہ نشینی و مرغ بالائی + ز بہر دانہ فتادی بدام رسوائی
شراب عشق بکام تو کے رسد از حرص + پری بگرد شکر چوں ذباب حلوائی
ز دشمنی ست کہ نفس تو بہر پارہ نان + بساختست ترا ہر دری و ہر جائی
مدام در چمن از دست ساقی مہوشش + چہ خام مشربی ار بادہ را نہ پیمائی
لباس بوریہ گر پوشی از ریا و نہ دہد + ہزار مرتبہ بہتر ز صوف دارائی

بروبمیکدہ سیفی و ننگ از سر ہوش
کہ عارفان خدا یند زیر یکتائی

شیخ سیف الدین کے ہاتھ کی ایک تحریر امام ذہبی کی ایک کتاب "الکاشف فی رجال الستہ" کے صفحہ اول پر محفوظ ہے۔ یہ کتاب مولانا حکیم حبیب الرحمن صاحب ڈھاکہ کے پاس موجود ہے

؎ معارف اعظم گڈھ فروری ۱۹۴۲ء

شیخ عبدالحق کی ولادت ونشوونما

ابوالمجد شیخ عبدالحق کی ولادت باسعادت محرم ۹۵۸ھ ۱۵۵۱ء کو دہلی میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد سے پائی اور حقیقت یہ ہے کہ شیخ کی زندگی میں اس تربیت کا اثر نمایاں ہے۔ شکر ہے کہ شیخ نے اپنے ابتدائی حالات اور اپنی تربیت کے احوال خود لکھے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم انکی ابتدائی زندگی، ان کی ذہانت وفطانت، قوت حافظہ اور تحصیل علم کے انتہائی شوق وذوق کو تفصیل سے جانتے ہیں ورنہ محدث دہلوی جیسے اساطین علم وفن کے ابتدائی حالات جاننا جتنا کٹھن کام ہے اس کو ہر تذکرہ نگار جانتا ہے۔ شیخ اپنی تربیت کا حال ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں۔

آخر عمر میں جو ضعف وپیری کا زمانہ ہوتا ہے۔ میرے والد کی مشغولی خاطر مجھ فقیر کے ساتھ وابستہ تھی۔ جوانی ختم ہو جانے اور غمگسار دوستوں کے گزر جانے کی وجہ سے ان کو ایک سخت مرض لاحق ہو گیا تھا اُسوقت میری عمر تین چار سال کی تھی۔ اس بیماری میں ان کے دلی رنج اور ضعف پیری کی کلفتوں کو دُور کرنے کا سبب یہی فقیر تھا، رات دن انہیں کے آغوش رحمت وشفقت میں پرورش پا رہا تھا۔ بچپن کے اضیں دنوں میں مشائخ کی باتوں کو میرے دل ودماغ میں ڈال کر وہ تربیت ظاہری کے ساتھ میری باطنی تربیت بھی کرتے جاتے تھے۔ (اخبار الاخیار)

یہ نہال علم ومعرفت اسی تربیت ظاہری سے فیض یاب ہو کر ثمر ان

چڑھا اور علم وفن کے وہ برگ وبار لایا کہ آج سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی ہر خاص وعام اس سے متمتع ہو رہا ہے۔ خود شیخ اپنی تمام ترقیوں کو اپنے والدہی کی تربیت کا ثمرہ قرار دیتے ہیں اور ان کی تربیت کی اثرانگیزی کا حال ان الفاظ میں لکھتے ہیں :-

اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہ وعنایت میں ایسا اثر اور ایسی خاصیت رکھی تھی کہ کوئی شخص استعداد اور قوت اخذ میں چاہے کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو ان کی توجہ اور تربیت اس کی مخفی صلاحیتوں کو بہت جلد بروئے کار لے آتی تھی۔ مجھے جو کچھ حاصل ہوا ان کی ہی توجہ اور عنایت کا اثر ہے اور ان کے تمام حقوق پدری وتربیت وتعلیم وارشاد، اس نامراد کے ذمہ ثابت ہیں (ایضاً)

نادر الوجود قوت حافظہ رجال علم وفن کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے اکثر وبیشتر مردان کار جنہوں نے دربار علم میں امتیاز خاص پایا ہے انھیں اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ کی دولت سے سرفراز کیا ہے، حضرت شیخ کو بھی نادر الوجود قوت حافظہ ملی تھی۔ وہ اپنے عہد طفلی کا جبکہ وہ تین چار سال کے تھے تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بعضے از اں سخنان با خصوصیات وقت ہنوز در خزینۂ خیال من ماندہ است خالی از غرابتے نیست وغریب تر از سے آنکہ فقیر را حالت انفطام خود کہ مدت عمر دو سال یا دو نیم سال خواہد بود آنچناں در خاطر است کہ گویا حکایت دیروز است (ایضاً)

نرالا طریقۂ تعلیم شیخ سیف الدین نے اپنے صاحبزادہ کو ابتدائی تعلیم جس ڈھنگ سے دی وہ عجیب و غریب ہے اور تمام قدیم و جدید طریقہ ہائے تعلیم الگ، اس سے شیخ عبدالحق کی جودت طبع اور انتہائی ذہانت و فطانت کا پتہ چلتا ہے اور یہ طریقہ ایک نئے تعلیمی تجربہ کا ثبوت دیتا ہے۔ لکھتے ہیں :-

پہلے بغیر کسی سابق تعلیم اور حروف تہجی پڑھانے کے جیسا کہ بچے پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید کا دو تین جزو بلکہ اس سے کم مجھے پڑھایا، وہ سبق سبق لکھتے تھے اور میں پڑھتا تھا۔ قرآن کی یہی مقدار میں نے سبقاً پڑھی ہے اس کے بعد انکی تربیت و توجہ کے اثر سے اتنی قوت پیدا ہوگئی کہ روزانہ قرآن کا جتنا حصہ میں پڑھتا ان کو سنا دیتا۔ دو تین مہینے میں میں نے قرآن ختم کر دیا۔ لکھنے کی مشق کا یہ حال ہوا کہ والد اس طریقہ کے پابند نہ ہوئے جو معلم بچوں کے ساتھ مکاتب میں اختیار کرتے ہیں، بس فا و قاف تک انھوں نے اسی طرح لکھوایا اس کے بعد تھوڑی مدت میں۔ اگر میں ایک ماہ کہوں تو جھوٹ نہ ہوگا کتابت اور انشاء کا سلیقہ پیدا ہوگیا (ایضاً)

ختم قرآن کے بعد شیخ سیف الدین نے اپنے ہونہار صاحبزادہ کو گلستاں اور بوستاں اور دیوان حافظ کے چند جزو پڑھائے اور ساتھ ہی میزان صرف سے مصباح و کافیہ تک خود تعلیم دی۔ بعد کی تعلیم شیخ نے کن اساتذہ سے پائی ان کے نام انھوں نے نہیں لکھے، اپنی بقیہ تعلیم کا حال وہ اس،

طرح لکھتے ہیں:-

میں بعض اوقات کافیہ، لب اور ارشاد جیسی کتابوں کا ایک ایک جز بلکہ اس سے زیادہ پڑھ لیتا تھا، تحصیل علم سے فراغت کا شوق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اگر مختصرات کتب کا کوئی مصحح و محشی جز ہاتھ آجاتا تھا تو میں حاشیہ سے مطالب اخذ کر لیتا تھا اور اس کو استاد سے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا۔ اگر کوئی آسان بحث آجاتی یا وہ مضمون پہلے گزر چکا ہوتا تو میری طبیعت کما یت بیشہ ادھر متوجہ نہ ہوتی اور میں آگے بڑھ جاتا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ میں کتاب کے اول و آخر کی قید سے بے نیاز ہو جاتا یعنی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کتاب کا آخری حصہ پہلے پڑھ جاتا اور اول بعد کو۔ غرض یہ کہ مطمح نظر تحصیل علم تھا جس طرح ممکن ہو۔ میری عمر بارہ یا تیرہ سال کی تھی کہ میں شرح شمسیہ اور شرح ... پڑھتا تھا اور پندرہویں یا سولہویں سال مختصر المعانی اور مطول ... فراغت ہوگئی۔ بیس سال سے کم کی عمر میں میں نے علوم عقلی و نقلی ختم کر دیئے۔

حفظ قرآن

اس کے بعد حفظ قران کی توفیق بھی نصیب ہوئی اور یہ دولت گراں مایہ ایک سال سے کچھ زیادہ مدت میں حاصل ہوگئی اور میں کلام اللہ کی حفاظت میں آگیا۔ ... فراغت کے بعد مزید تحقیق و تدقیق اور بحث مذاکرہ کے لئے سات سال شیخ نے بعض ماوراء النہری علماء کے درس میں شرکت کی۔

اس وقت خود شیخ کی علمی صلاحیت کا حال یہ تھا کہ استاد اس شاگرد سے استفادہ کرتے تھے اس کا حال خود شیخ کی اپنی زبان میں سننا زیادہ پُرلطف ہے:۔

اُستاد شاگرد سے مستفید تھے

غرض آنکہ مدت ہفت ہشت سال بلکہ زیادہ از رسیدن بکتب عربیہ و منطق و کلام وحصول نوع از قوت اکمال و اتمام، ملازمت درس بعضے از دانشمندان ماوراء النہر بطورے نمودہ شد کہ در تمامی شب و روز شاید کہ دو سہ ساعت از مطالعہ و تعقل و اشتغال فرصتے دست نمی دادہ باشد وچوں بمدد توجہ باطن استاداں در اثناء درس بحثہا و سخنان مفید از طبع فاطر ایں حقیر می زائید اکثر ایں عزیزان می گفتند کہ ما از تو مستفید یم و مارا بر تو منتے نیست خداوند کہ آں چہ شوق بود وچہ طلب (ایضاً)

یہ وہی زمانہ تھا جس کے متعلق ایچ۔ ام۔ الیٹ رقم طراز ہیں۔

شیخ عبدالحق کا کالج ان کے گھر سے دو میل کی دوری پر تھا اور وہ صبح وشام دو دفعہ کالج آتے جاتے تھے جس کے معنی یہ ہوئے کہ روزانہ آٹھ میل اس غرض کے لئے چلتے تھے اور یہ چیز ان کے غایت شوق علم کو بتاتی ہے[۵]۔

شوق محنت

شیخ عبدالحق کو تحصیل علم کا شوق نہیں بلکہ عشق تھا انھوں نے جس تگ ودو اور محنت سے یہ دولت حاصل کی اُسے

---

[۵] ہسٹری اوف انڈیا ج ۶ ص ۱۷۵ مطبوعہ لندن۔

پڑھ کر ہم جیسے بدشوق و کاہل طالب علم متحیر رہ جاتے ہیں۔ شیخ لکھتے ہیں :-

بچپن کی ابتدا ہی سے میں نہیں جانتا کہ کھیل کیا چیز ہے۔ آرام کی نیند کیسی ہوتی ہے۔ یاروں اور دوستوں کے ساتھ خوش گپی کس طرح کی جاتی ہے شوق کسب علم میں۔ میں نے نہ کبھی وقت پر کھانا کھایا اور نہ کبھی وقت پر سویا، جاڑے کی اکڑا دینے والی ہوائیں اور گرمی کے جھلسا دینے والے جھونکوں میں ہر روز دو بار دہلی کے مدرسہ میں حاضر ہوتا تھا جو میرے گھر سے دو میل دور ہوگا (افسوس کہ شیخ نے نہ اس مدرسہ کا حال لکھا اور نہ اس کے مدرس اعلیٰ کا) دن کے وقت گھر میں بس اتنی ہی دیر میرا قیام ہوتا جتنی دیر چند لقموں کے فرو حلق کرنے میں لگتی، ایک مدت تک ایسا بھی ہوا کہ میں صبح طلوع ہونے سے پہلے مدرسہ پہنچ جاتا اور چراغ کی روشنی میں کچھ لکھتا اور عجیب تر بات یہ تھی کہ تمام اوقات مطالعہ و تذکار اور بحث و تکرار میں گھرے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود میں نہ صرف اپنے پڑھے ہوئے اسباق بلکہ ان کے شروح و حواشی کو جو مطالعہ سے گزر جاتے تھے لکھ لینا ضروری سمجھتا تھا۔ رات کا اکثر حصہ اور دن کا کچھ حصہ مطالعہ میں صرف ہوتا اور رات کا کچھ حصہ اور دن کا زیادہ حصہ کتابت میں صرف ہوتا۔ میرے ماں باپ ہمیشہ اس بات کے مشتاق رہے کہ میں کسی وقت محلے کے لڑکوں کے ساتھ

کھیلتا یا رات کو سونے کے وقت آرام سے دراز ہوتا۔ میں کہتا کہ آخر کھیل کود سے غرض تو دل کا خوش کرنا ہی ہے۔ میرا جی اس میں خوش ہوتا ہے کہ کچھ پڑھوں یا مشق کروں۔ کبھی اثنار مطالعہ میں کہ آدھی رات کا وقت ہوتا میرے والد پکارتے "بابا کیا کرتا ہے" میں فوراً دراز ہوجاتا اور کہتا کہ "سویا ہوا ہوں کیا فرماتے ہیں" جب سوال وجواب ختم ہوجاتا تو میں اُٹھ بیٹھتا اور پھر مشغول ہوجاتا۔ چند بار ایسا ہوا کہ پگڑی اور سر کے بال میں چراغ سے آگ لگ گئی اور جب تک اس کی گرمی سر تک پہنچی مجھے خبر بھی نہ ہوئی ؎

چہ دودہائے چراغے کہ در دماغ نرفت کدام بادۂ محنت کہ در ایاغ نرفت
کدام خواب چہ آسائش و کجا آرام چہ خارہا کہ در بستر فراغ نرفت
بحیرتم ز دل خود کہ عمر رفت بلے
ز کنج غم کدہ ہرگز بصحن باغ نرفت (اخبار الاخیار)

تحصیل علم کا یہ شوق وعشق ومحبت وکاوش یہ محویت واستغراق ہمارے اگلوں کی علمی زندگی کا کوئی عجیب واقعہ نہیں لیکن اگلوں کے پچھلوں میں یہ چیز خال خال نظر آتی ہے اور ہمارے لحاظ سے تو یہ حال عجیب ہی نہیں عجیب تر ہے۔ یہ تو حضرت شیخ کی علمی زندگی کا حال تھا لیکن ایام تحصیل میں انابت الی اللہ اور روحانی زندگی کا حال کیا تھا اس کو خود شیخ کے الفاظ میں پڑھئے۔

"باوجود شوق وشغف تحصیل وتکرار علم در کثرت صلوٰۃ واوراد

وشب خیزی و مناجات ہم در اوان طفولیت بمقتضائے جبلت صوری جد و اجتہاد بوجود می آمد۔ چنانچہ مردم حیران آں می بودند و ہنوز ذوق آں اسحار و اوقات در کام وقت پیدا است (ایضا)

شیخ سیف الدین کے ساتھ مذاکرہ

تحصیل علم سے فراغت کے بعد بھی حضرت شیخ اپنے والد ماجد کی تربیت اور نگرانی میں زندگی بسر کرتے رہے۔ برابر اُن کے ساتھ مذاکرہ علمی میں مشغول رہے خصوصیت کے ساتھ یہ مذاکرہ علم تصوف اور مسئلہ وحدۃ الوجود پر ہوتا تھا خود لکھتے ہیں۔

شبہا بسر می آمدہ و بندہ را بہ ہم زبانی خود قبول داشتہ محظوظ بودند خصوصا در تلقین علم توحید و تحقیق مسئلہ وحدۃ وجود بر وجہے کہ موافق علم و شہود است (ایضا)

فراغ کے بعد کا مشغلہ

تا الآن کہ بفضل نا متناہی الٰہی و ما توفیقی الا باللہ جزائے وافر و قسطے کامل کہ من غریب شکستہ نہ درخور ایں ہمہ انعام و اکرام از حضرت غریب نواز شکستہ پرور حاصل وقت شدہ است زیادہ تر ازاں محنت و ریاضت می کشم و بہ مشغولی تعلیم و افادہ معاذ اللہ بلکہ تعلم و استفادہ بسر می برم در زاویہ غربت افتادہ و دل بامیدواری نہادہ با ہیچ کس از نیک و بد کارے نہ و از ہیچ آفریدہ بر دل غبارے نہ از مصاحبت این و آں فارغ بالم بلکہ از ذکر زید و عمرو کہ در تراکیب نحو مذکور شود نیز در ملالم۔ رباعی

؎ راقم الحروف مسئلہ وحدۃ الوجود میں کچھ لکھے گا۔

صد شکر کہ با ہیچ کسم کارے نیست + وز من بدل ہیچ کس آزارے نیست
گر بر دل دشمناں من بارے ہست + بر خاطر دوستان من بارے نیست

حضرت شیخ کے زمانے پر نظر ڈالئے پھر ان کے اس حال کو پڑھئے۔ تربیت اگر اچھی ہو تو عموماً یہی ہوتا ہے۔ حضرت شیخ اپنی اس کیفیت کی مزید تفصیل کرتے ہیں۔

حضرت غریب نواز شکستہ پرور لا احصاء نعمائہ ولا حصر آلائہ ایں غریب را بہ لطف عام بذوقے وحالتے مخصوص گردانیدہ است کہ حضور وجمعیت وقت من موقوف اختلاط ومصاحبت خلق نماندہ است۔ با خود سرے دارم ہر چند سرسری باشد و با خیال خود خوشم اگرچہ مالیخولیا بود گویا کہ ایں مقطع غزل مطلع معرفت احوال من است۔

عقلی کجا و صحبت کس کز خیال دوست + دارم بخود چو مردم دیوانہ عالمے

یہ جو حضرت شیخ نے مالیخولیا کا ذکر کیا تو واقعہ یہی ہے کہ جو لوگ دنیا کے لذائذ پر بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارتے ہیں اور اپنی مفاد پرستی میں کسی جائز و ناجائز مکروہ و محبوب کا خیال نہیں کرتے یہ ایسے لوگوں کو مالیخولیا میں مبتلا سمجھتے ہیں۔

کیا حضرت شیخ کی زندگی "شاب نشأ فی طاعۃ اللہ" کی مصداق نہیں؟

بیعت حضرۃ الشیخ کو بچپن سے سلسلۂ علیہ قادریہ سے مناسبت خاص تھی اور قطب ربانی سیدنا و مولانا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ذات و صفات سے والہانہ شیفتگی تھی، شیخ نے اپنی بیعت کے بیان میں اس شیفتگی کا جس بے خودانہ انداز میں اظہار کیا ہے وہ پڑھنے کی چیز ہے۔ شیخ کے والد ماجد

کو بھی شیخ جیلانی سے عقیدت تھی۔ جیسا کہ خود شیخ نے لکھا ہے۔

پدر نیز چوں خاک در او بود دریں نسبت تقویت و تربیت می فرمود۔

شیخ نے ایک عرصے تک کسی ایسے پیر کی تلاش کی جو کامل و مکمل ہو اور سیدنا عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ تک وسیلہ بن سکے آخر کار ان کا دل حضرت شیخ موسیٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ سے مطمئن ہوا جو سیدنا عبدالقادر کی اولاد میں تھے اپنے شیخ کی تعریف میں بھی ان کا قلم بے خود نظر آتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قلم چل نہیں رہا ہے جھوم رہا ہے۔ سیدنا عبدالقادر اور ان کے سلسلے کا ذکر اور شیخ کی وارفتگی لازم ملزوم ہیں اور اس جذبے سے ان کی تمام تصانیف بھری پڑی ہیں۔ اپنی بیعت کی تاریخ حضرت شیخ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

"لاجرم دریے اشارت او شتافتم و ہم در شب اول التفاتے از مقصود یافتم پس عنان اختیار از دست رفت بے توقف دست بدست وے دادم و بے اختیار در پائے وے فتادم و کان ذلک بکرۃ السبت من شہر شوال ۹۸۵ھ خمس و ثمانین وتسعمائیۃ والحمد للہ رب العلمین (اخبار الاخیار)

۶ شوال ۹۸۵ھ کی صبح کو حضرت شیخ نے شیخ موسیٰ قادری کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن شیخ کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے پیر کی صحبتیں بہت کم نصیب ہوئیں کیونکہ حضرت شیخ موسیٰ دہلی کے باشندہ نہ تھے بلکہ ان کا خاندان دلی سے بہت دور ملتان کے شہر اچہ میں آباد تھا یہی وجہ ہے کہ ان سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا زیادہ موقع نہ ملا

پھر بھی وہ اپنی تصانیف میں پیر کا ذکر سمی کلیم اللہ کے لقب سے اکثر بڑی عقیدت سے کرتے ہیں اور انکی محبت میں سرشار نظر آتے ہیں شیخ کی روحانی تعلیم و تربیت بھی زیادہ تر شیخ عبدالوہاب متقی نے کی جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

شیخ سیف الدین کا جب تک انتقال نہ ہوا وہ اپنے والد ہی کے قدموں سے لگے رہے اور ان ہی کی تربیت سے متمتع ہوتے رہے۔

شیخ موسیٰ قادری

جمال الدین ابوالحسن شیخ موسیٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب چار واسطوں سے مخدوم شیخ محمد الحسینی الجیلانی تک پہنچا ہے۔ شیخ موسیٰ بن شیخ حامد بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد الحسینی اور مخدوم شیخ محمد چھ واسطوں سے سیدنا عبدالقادر جیلانی تک پہنچتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق نے ان کے تذکرے میں لکھا ہے۔

سید محمد بن سید شاہ امیر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن صفی الدین بن سید السادات شیخ البرکات شیخ سیف الدین عبدالوہاب بن شیخ السموٰت والارضین محی الدین ابو محمد عبدالقادر الجیلی رضوان اللہ علیہم اجمعین مخدوم شیخ محمد ولایت روم سے خراسان اور وہاں سے ملتان تشریف لاکر شہر اچہ میں مقیم ہوگئے آپ کا مقبرہ بھی شہر اچہ میں ہے۔ شیخ عبدالحق نے مخدوم شیخ محمد سے اپنے شیخ تک تمام بزرگوں کا حال اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ اپنے شیخ کا جو مختصر حال انھوں نے لکھا ہے وہ یہ ہے۔

شیخ حامد در حیات خود امر خلافت و سجادہ نشینی را بولد شریف

خود سپرد اعنی بہ سیدی وسندی وشیخی مشکاۃ مصابح الاحدیہ مرآۃ جمال الحقیقۃ المحمدیۃ النور الازہر الاطہر والسر الاقدس الاطہر صاحب المجد والمفاخر کامل الباطن والظاہر المتحلی بحلیۃ المصطفے والمتخلق باخلاق المرتضیٰ الشیخ الوصی الرضی البہی جمال الدین ابو الحسن شیخ موسی سلمہ اللہ تعالیٰ وابقی وجمیع لوازم وتوابع این شریف را از اشغال باطن واوضاع ظاہر بوے تفویض فرمود از جہت محبت ورضائے کہ حضرت مخدوم را بوے بود وقابلیت واستحقاق کہ در جوہر شریفش معاینہ فرمود واز جہت صریح اذن یا دلالت آں کہ از حضرت علیہ قادریہ دریں باب یافت وبعد از تفویض وتلقین در اندک مدت رحلت فرمود وکان وفاتہ تاسع عشر من ذی قعدہ سنہ ثمان وسبعین وتسعمائۃ. ووے سلمہ اللہ در خلق وخُلق وارث حضرت نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم ودر زمان خود صاحب سجادۂ راستیں سلسلۂ علیہ قادریہ است اورا بدرگاہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ ورائے نسبت باطنی نسبت دیگر ہست کہ اہل خصوص را باشد بارہا بشرف رویت آں حضرت وحضرت عالم پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرف شدہ و بحضرت مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی بطریق کشف قبور ملاقات نمودہ بشرف بیعت وے مشرف گشتہ است ووے در شجاعت وسخاوت وعلم وحلم وارث حضرت مرتضویہ رضیہ است ودر حسن صورت وسیرت نقادہ ائمہ اثنا عشرہ صورتے دارد کہ حدیث کانت فی عینی موسی ملاحۃ من رآہ احبہ را مصداق است وسیرتے کہ آیتہ انک لعلی خلق عظیم را مصدوق نور اللہ العالم بنور جمالہ مادام یقال اللّٰھم صلی علی محمد والہ اجمعین۔

اخبار الاخیار ص۲۰۲ مطبوعہ مجتبائی دہلی

وفات شیخ موسیٰ شیخ نے اخبار الاخیار سفر حج سے پہلے لکھی ہے اور یہ انکی سب سے پہلی تصنیف ہے اس لئے اس میں شیخ موسیٰ قادری کی وفات کا ذکر نہیں ہے۔ شیخ موسیٰ قادری نے آخر میں دربار اکبری میں ایک عہدہ قبول کر لیا تھا۔ بدایونی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ مفتی غلام سرور شیخ موسیٰ کے واقعۂ شہادت کی خبر دیتے ہیں۔

واقعۂ شہادت شیخ موسیٰ پاک قادری در سال یک ہزار و یک بعہد سلطنت اکبر بادشاہ است کہ در نواح ملتان از گولۂ بندوق لنگاہان شہادت یافت و مزار پُر انوار در ملتان است۔ اندرون پاک دروازہ بطرف جنوب شہر مذکور و اولاد ایشاں ہم در اطراف مزار سکونت پذیر است[۱]

فتح پور کا قیام حضرت شیخ نے فتح پور میں کچھ دنوں، فیضی، ملا عبد القادر بدایونی اور میرزا نظام الدین احمد کی رفاقت اختیار کی۔ انھوں نے جس ماحول میں تربیت پائی تھی اس تقاضے سے ان کی طبیعت بچپن ہی سے عزلت پسند ہو گئی تھی لیکن اعزّہ و اقارب کے اکسانے سے انھوں نے دلی کے گوشۂ تنہائی سے قدم باہر نکالا اور اسوقت کے دار السلطنت فتح پور پہنچے، ابو الفضل اور فیضی کو اکبر کے مزاج اور اس کی حکومت میں جو درخور حاصل تھا اس کے ذکر کی ضرورت نہیں وہ دونوں علما، و مشائخ کے مناصب، وظائف، جاگیر اور حصول معاش کے لئے واسطہ بن گئے تھے اس لئے قدرتی طور پر شیخ کی رسائی فیضی کے دربار میں ہوئی۔ بدایونی

[۱] خزینۃ الاصفیا ج ۱ ص ۱۳۵

کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فیضی سے حضرت شیخ کے مراسم پہلے سے بھی قائم تھے۔ ممکن ہے یہ وجہ بھی فیضی تک رسائی کی ہو اس مصاحبت اور رفاقت میں کچھ ہی دنوں کے بعد انہیں معلوم ہو گیا کہ اکبر کی موجودہ حکومت میں دین و مذہب کو قربان کئے بغیر منصب اور عزت ان جیسے اشخاص کو نہیں مل سکتی، سیکڑوں علماء صوفیا اور مشائخ دنیا کے واسطے دین کو دھڑا دھڑ فروخت کر رہے تھے۔ یہ محض اللہ کا فضل تھا کہ شیخ اپنا دین بچا لے گئے۔ وہ وہاں سے بھاگ کر پھر دلی کے گوشۂ تنہائی میں واپس آئے اور یہاں بھی جی نہ لگا تو کچھ دنوں کے بعد گھبرا کر بیاب بینی و دو گوش مکہ کے دارالامان کی طرف روانہ ہو گئے۔ شیخ نے فیضی کی رفاقت کس سنہ میں اختیار کی تھی اس کی تصریح مجھے اب تک نہ مل سکی لیکن ان کے حالات سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے والد کی وفات تک ان سے الگ نہ ہوئے اور کسی دوسری جگہ کا قیام انھوں نے اختیار نہ کیا۔ شیخ سیف الدین نے ۹۹۰ھ میں وفات پائی ہے اور حضرت شیخ ۹۹۶ھ میں سفر حج پر گئے ہیں اس لئے راقم کا خیال ہے کہ اس درمیان میں کسی سال شیخ پر دکا قیام ہوا ہوگا۔ یہ قیام کتنی مدت رہا اس کا پتہ بھی اب تک نہ چل سکا۔ اس رفاقت میں شیخ کو دو رفیق ایسے مل گئے جن سے برابر رفاقت و محبت قائم رہی یہاں تک کہ وہ دونوں وفات پا گئے۔ ایک تو ملا عبدالقادر

بدایونی ہیں اور دوسرے میرزا نظام الدین احمد یہ شخص دور اکبری کا وہ مسلمان عہدہ دار تھا جس کی تعریف میں ملا عبدالقادر رطب اللسان ہیں اور اس کی وفات پر ملا صاحب نے اپنی تاریخ میں جو مرثیہ لکھا ہے وہ ایک دکھے ہوئے دل کی فریاد ہے۔ خود ملا عبدالقادر سے حضرت شیخ کو دو طرح کی مناسبتیں تھیں ایک تو اسلامی مناسبت جو دربار اکبری میں کم یاب اور نادر چیز تھی دونوں کے دل اسلام کی بے کسی پر کڑھتے تھے اور دونوں مل کر اس پر آہ وزاریاں کرتے تھے دوسری یہ کہ دونوں سلسلۂ قادریہ کی ایک ہی زنجیر سے متعلق تھے ملا عبدالقادر شیخ داؤد کے مسترشد اور وارفتہ تھے اور وہ شیخ حامد الحسینی القادری کے مرید و خلیفہ۔ شیخ عبدالحق، شیخ موسیٰ کے مرید تھے اور وہ شیخ حامد کے صاحبزادے اور خلیفہ۔ اس طرح شیخ عبدالحق اور ملا عبدالقادر کا سلسلہ شیخ حامد پر ایک ہو جاتا ہے۔

سفر حج فتح پور کے قیام میں فیضی اور اس کے چھوٹے بھائی حضرت شیخ کو بھی اس دلدل میں پھنسانا چاہتے تھے جس میں وہ خود بہ رضا و رغبت پڑے ہوئے تھے۔ وہ ہر صاحب صلاحیت عالم کو اپنے دام میں گرفتار کرکے اپنی پارٹی میں داخل کرنا چاہتے یہ دیکھ کر شیخ نے ان کی صحبت چھوڑ دی اور دلی چلے آئے۔ سر۔ ایچ۔ ایم۔ ایلیٹ لکھتا ہے کہ شیخ نے بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے

ان لوگوں سے رفاقت ترک کی۔ اس غریب کو کیا خبر کہ یہ غلط فہمی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ ایسی نیک فہمی تھی جس نے ان کو آخرت کے عذاب سے نجات دلائی۔ گرد و پیش کے اس ماحول سے ان کی طبیعت اس قدر گھبرائی کہ وہ دلی میں بھی زیادہ دنوں تک نہ ٹھہر سکے اور یک بیک بغیر کسی سامان کے سفر حج پر روانہ ہو گئے،

میرزا نظام الدین احمد نے جو شیخ کے جذبات سے واقف اور اس وقت گجرات کے میر بخشی تھے سفر حج کا سامان کیا اور ان ہی کی مدد سے شیخ مکہ کے دار الامان میں پہنچ سکے۔ ملا عبد القادر اس سفر کے اسباب پر چھپے چھپے اشارات کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

(چون وضع زمانہ و زمانیاں کہ محل و مخل و بزم سکارہ طبعی مشتمل است (صحبت) دیگر گوں شد و بر اوضاع آشنایان اعتماد نماند صحبت فلاں و فلانی با و راست نیامد و رفتن بکعبہ شریفہ توفیق او شد، ہیچ چیز مفید ناشدہ از دہلی بگجرات شتافت و بحسن سعی میرزا نظام الدین احمد مرحوم و مددگاری او در جہاز نشستہ بسفر حجاز رفت (۱)

حضرت شیخ نے یہ سفر ۹۹۶ھ میں کیا تھا۔ اخبار الاخیار کی تنقیح و ترتیب جدید کے بعد اس کا جو خاتمہ شیخ نے لکھا ہے اس میں اپنے سفر حج کے متعلق لکھتے ہیں

درین اثنا در سنہ ست و تسعین و تسعمایہ بسفر حجاز رفت (۲)

حضرت شیخ نے جذب القلوب کے دیباچے میں اس سفر کے اسباب کی طرف

---

(۱) منتخب التواریخ (۲) اخبار الاخیار نسخۂ قلمی پٹنہ لائبریری۔

اشارے کئے ہیں اور ہندوستان سے نکل کر خاک پاک مکہ میں پہنچ جانے کو اللہ کی سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے اور کاغذ کے صفحے پر حمد و شکر کے موتی بکھیرے ہیں۔ اخبار الاخیار میں بھی اسی سفر کے اسباب پر ہم صرف اشارے ہی پاتے ہیں۔ البتہ ایک مکتوب میں مکہ معظمہ کے ایک محترم بزرگ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا انھوں نے کھل کر اس کا ذکر کیا ہے شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں پہنچنے اور ان سے اپنی گفتگو کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

یا سیدی (ای شیخ عبدالوہاب متقی) انا امرأ نشأت من زمان صغری فی الریاضة للتعلم والتعبد لم اعتد لصحبة الناس والاختلاط معهم والدخول فیهم ولما حصل لی بفضل اللہ طرف صالح من ذلک وقضیت وطری وحاجتی مما هنالک دعانی بعض اهل الحقوق الی الخروج الی ارباب الدنیا فادرکت سلطان الوقت والامراء فاعتنوا بشأنی ورفعوا مکانی واراد وان یکثروا بی سوادهم ویکثروا و یعدد بهذا الضعیف صدورهم وسوادهم فحمانی اللہ ولم تیسر لی

یا سیدی (یعنی شیخ عبدالوہاب متقی) میں ایک ایسا شخص ہوں کہ بچپن ہی سے حصول علم اور عبادت گزاری کی محنت و ریاضت میں پلا ہوں۔ میں نے کبھی عوام الناس کی صحبت و اختلاط اور ان سے میل جول کو خاطر میں لایا اور جب اللہ کے فضل سے مجھے اس کا اچھا خاصہ حصہ مل گیا اور میں نے اپنی حاجت و ضرورت یہاں کی چیزوں سے پوری کرلی تو بعض اہل حقوق نے مجھے اہل دنیا کی طرف بلایا پس میں وقت کے بادشاہ اور امرار کے پاس گیا انھوں نے میرے ساتھ بہت اعتنا کیا میرا رتبہ بلند کیا اور ارادہ کیا کہ میرے ذریعہ

معهم واوجدني قلب عبده جذبة ۔ اپنی جماعت بڑھائیں او مجھ کمزور
بها الی ہذا المقام الشریف ۔ سے اپنی طاقت مضبوط کریں پس
اللہ نے مجھے محفوظ رکھا اور ان کے
ساتھ مجھے نہ چھوڑا ۔ اپنے بندے
کے قلب میں ایک جذبہ پیدا کیا جس نے
(مکتوب ۵۵) اس مقام شریف تک پہنچایا ۔

اس مختصر بیان نے دلی سے فتح پور کے سفر وہاں کے قیام اور واپسی کا پورا نقشہ کھینچ دیا ۔ اس میں اس کا سبب بھی موجود ہے کہ شیخ دہلی سے نکل کر فتح پور کیوں پہنچے ۔ وہاں پہنچ کر وہ جس ماحول میں گھرے اور جس سبب سے ان کی خاطر تواضع اور عزت و منزلت ہوئی اسے بھی انہوں نے کھول کر بیان کر دیا ہے ۔ پھر وہاں سے کیوں دلی آئے اور کیوں مکہ پہنچے اسے بھی ایک جملے سے ظاہر کر دیا ۔ رفعت ، منزلت ، عزت اور شاہی پارٹی میں شرکت اس سے بڑھ کر دنیاوی کامرانی اور کیا ہوگی ۔ لیکن اس مرد حق نے ان سب کو ٹھکرا دیا ۔ آخر جس شخص سے اللہ تعالیٰ ارادوان یکثر وابی سواد ھم کے خلاف کام لینا چاہتا تھا وہ کس طرح ان کے دام میں پھنستا ۔

مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت شیخ نے فریضۂ حج ادا کیا اور وہاں کے متعدد مشائخ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا ۔ لیکن جس شخص نے ان کو محدث دہلوی بنایا اور انھیں کندن بنا کر چمکا دیا وہ حضرت الشیخ عبدالوہاب المتقی کی ذات والا صفات تھی ، شیخ عبدالحق ان کی خدمت و صحبت میں دو سال سے زیادہ مقیم رہے ۔

اس مدت میں احادیث نبوی اور علوم حدیث کے زر خالص سے بھی اپنا دامن بھرا اور تزکیۂ نفس علوم احسان کی دولت سے بھی مالا مال ہوئے۔ شیخ دہلوی کی زندگی کے یہ ایام اہم ترین ایام تھے۔ اُنہیں نے ان کو محدث دہلوی بنایا اور انہیں نے ان میں وہ صلاحیت و قوت بخشی کہ وہ فتنوں کے ہجوم میں نہ صرف یہ کہ خود سلامت رہے بلکہ آخر دم تک فتنوں کے سدباب کی سعی کرتے رہے۔ حضرت شیخ کو شیخ عبدالوہاب متقی نے اپنا خلیفہ اور مجاز مطلق بنایا اور ان کو سلاسل قادریہ، شاذلیہ، مدنیہ[عہ] اور چشتیہ کی اجازت و خلافت عطا کی۔ شیخ نے اپنے ستاونویں[۵۷] مکتوب میں ان اوراد و احزاب کی تفصیل بھی دی ہے جن کی اجازت انھیں ملی تھی۔ شیخ عبدالوہاب متقی نے انھیں کتب احادیث کے علاوہ تصوف کی کتابیں بھی پڑھائی تھیں۔ شیخ اپنے اسی مکتوب میں لکھتے ہیں کہ فصوص الحکم کے علاوہ انھیں ان کے استاذ نے تصوف کی تمام مشہور و متداول کتابیں پڑھائی تھیں دو کتابوں کا خاص طور پر انھوں نے نام لیا ہے۔ ایک قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ۔ اور دوسری منہج السالک الی اشرف المسالک۔ اس کتاب کے متعلق شیخ لکھتے ہیں۔

> دراں ہنگام کہ شیخ اجل اعز، اکرم، اوحد، اعدل، عبدالوہاب متقی قادری شاذلی ایں مسکین را تلقین ذکر نمودہ اجازت داد و آداب آں آموخت۔ کتابے بدست من داد مسمّیٰ بہ منہج السالک الی اشرف

عہ یہ سلسلہ ابو مدین شیخ شعیب کی طرف منسوب ہے۔

اسالک وچوں عبارت آں کتاب عربی بود برائے طالبان ترجمہ کردم وتصفیہ تلقین در مکہ بود سنہ تسع وتسعین وتسعمائیہ و ترجمہ در دہلی شد بتاریخ ہزار وبست وشش دقیقے کہ توفیق دست گیری کرد و الہام ربانی بداں منضم گشت والامر مرہونۃ باوقاتہا (مکتوب ۵۵)

مدینہ منورہ کا قیام اور سفر حجاز سے واپسی

حضرت شیخ، مزار اقدس نبوی کی زیارت کے لئے ۹۹۸ھ میں مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ جذب القلوب میں وہ اس کتاب کی ابتدائے تالیف ۹۹۸ھ بتاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سال مدینہ طیبہ پہنچ چکے تھے، اس کتاب کے وسط میں وہ بعض کتابوں سے نقل عبارت کی تاریخ ۱۰ جمادی الاولی ۹۹۹ھ لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اس تاریخ تک وہ وہاں مقیم تھے۔ مدینہ طیبہ میں ان کے قیام کی مدت تعین کے ساتھ تو راقم نہیں بتا سکتا لیکن مذکورہ بالا بیان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ان کا قیام تقریباً ایک سال کم وبیش رہا۔ انھوں نے وہاں کے کن مشائخ سے فائدہ اٹھایا افسوس کہ راقم اس کے متعلق اس وقت کچھ عرض نہیں کر سکتا، شیخ نے زاد المتقین میں شیخ علی متقی اور شیخ عبدالوہاب متقی کے علاوہ دوسرے مشائخ حرمین کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن یہ کتاب اب تک دست یاب نہ ہوسکی۔ مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ کو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بشارتیں اور نعمتیں حاصل ہوئیں اور مشائخ حرمین سے جو نعمتیں ملیں ان کا اجمالی تذکرہ اپنی کتاب فہرس التوالیف کی

تمہید میں کرتے ہیں۔

"در جہانِ بے عیبی ترکِ یار و مفارقت اہل و عیال گفتہ در وادی تلاطمِ غربت افتادہ بموطن ارواح و مستقر قلوب کہ بربیتِ رب العالمین و درگاہ سید المرسلین است روئے آوردہ بانعام عام و خاص بطریق عموم و اختصاص از آنحضرت مشمول و مخصوص گشتہ و بسعادت لقائے شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکرر مشرف شدہ و استماع حدیث در منام از حضرت سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام بے واسطہ نمودہ و بشارتہا بمقصود یافتہ مدتے بتجوید قرآن عظیم و علم قراءت و خدمت علم حدیث رسول کریم مشغول شدہ و باجازت نامہ عام شامل و کامل تمامہ کتب احادیث و سائر علوم دینیہ از علمائے کرام آں دیارِ عالی مقام علیہم رحمۃ اللہ الملک العلام خصوصا از حضرت شیخ اجل عبد الوہاب متقی بہ تلقین ذکر و اتیان خلوت و خلافت و برکت مشرف و فائز شدہ و بنعمتہائے بشارت از خدمت وے در حصول انوار و آثار و ثمرات برکت و التزام مقام صدق و استقامت در نشر علوم دینی و حصول مواہب یقینی مشرف و مبشر گشتہ رجوع و عود بوطن مالوف ماموروم کلف گشت"

مدینہ طیبہ میں وہ کس شان سے رہتے تھے اور اس کا احترام کس وارفتگی سے بجالاتے تھے۔ اس کی جھلک علی شیر قانع کے اس ایک جملہ میں نظر آتی ہے — "در مدینہ برہنہ پا گردیدے"[۵]

۵ تحفۃ الکرام نسخہ قلمی

حضرت شیخ مدینہ طیبہ سے لوٹ کر پھر شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تلقین ذکر و اجازت و خلافت اور اسناد کی دعاؤں کے ساتھ ۱۰۰۰ھ میں وطن واپس لوٹے۔ وہ واپسی کی تاریخ خود ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

ولعل المملوک قد تشرف بکم فی ذلک المقام بل قد یظن انہ جاء معکم فی المراکب الھندیۃ سنۃ الف۔ (مکتوب ۵۶)	اور شاید یہ غلام اس مقام شریف میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے۔ بلکہ خیال آتا ہے کہ ۱۰۰۰ھ میں آپ کے ساتھ ہی ہندوستانی کشتیوں پر واپس آیا ہے۔

حضرت شیخ تین سال سے زیادہ حجاز میں رہے اس مدت میں انھوں نے کتنی دفعہ حج کیا۔ ایک بار یا دو بار یا تین بار اس کی کوئی تصریح ہمیں نہیں ملی۔ سر ٹی مٹکاٹ نے میموائرز آف دہلی میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق نے دو دفعہ حج کیا۔

بدایونی نے اپنی تاریخ[عہ] میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق کو پہلے سفر میں مدینہ طیبہ جانے کا موقع نہ مل سکا۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نے حجاز کا دو بار سفر کیا ہے۔ لیکن جہاں تک راقم تحقیق کر سکا ہے۔ بدایونی کا یہ بیان صحیح نہیں ہے شیخ کے بعض مکاتیب میں دوسری بار سفر حجاز کی آرزو اور شوق کا ذکر ہے۔ لیکن انھیں پھر اس کا موقع نہ مل سکا۔

سفر حجاز سے واپس آنے کے بعد ہی شیخ نے اپنا کام شروع کر دیا اور آخر دم تک ایک نہ تھکنے والی مشین کی طرح کام کرتے رہے۔ اس

عہ ہسٹری آف انڈیا سر ایچ ایم ایلیٹ ج ۵ ص ۱۷۵

زمانے میں اہل حرص اپنے حج کو بھی دنیا طلبی کا ذریعہ بنا لیتے تھے اور اس مقدس فریضہ کو اپنی زرطلبی سے بدنام کرتے تھے۔ مکہ سے واپس آکر اپنے تقدس کا نذرانہ وصول کرنے کے لئے دکن، بیجاپور، برہان پور اور اس کے اطراف و جوانب کی طرف نکل جاتے تھے۔ اور نذرانے سمیٹ لاتے تھے۔

حضرت شیخ ایک مکتوب میں اپنے استاذ حدیث کی وصیت عزلت نشینی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فلذالک لم یخالط الملوک لناس وحصل نہ بما فی ایدیہم الیاس لم یذہب حین الرجوع من الحج کما ھو عادۃ بعض الحجاج من اھل الحرص والامل واللجاج الی دیار دکن و بیجافور و برھان فور و نواحھا مما یجب علی الفقراء واھل ھذہ الطریقۃ منہ الھرب والنفور فجاء بحمد اللہ سالما عن الآفات غانما بما شاء اللہ من البرکات (مکتوب ۵۵)

سفر حج سے واپسی کے بعد ملا عبدالقادر بدایونی نے دلی جاکر حضرت شیخ سے ملاقات کی تھی وہ اپنی ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

در ایامے کہ از مکہ معظمہ تشریف بہ دہلی آوردہ و فقیر حسب طلب باضطراب تمام از بدایون متوجہ اردوئے بادشاہی بودم لحظہ خدمتش را دریافتم و بعد از آں کہ بہ لاہور رسیدم خطے نوشتہ فرستادہ بجہت یمن و تذکار ثبت نمایدعہ۔

ملا بدایونی نے حضرت شیخ کا جو خط اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے وہ مطبوعہ

عہ منتخب التواریخ۔

مجموعہ مکاتیب رسائل میں نہیں ہے۔ یہ مکتوب ان دونوں کے مخلصانہ تعلقات کا پتہ دیتا ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ درد سے بھرا ہوا ایک دل کاغذ کے صفحے پر نوکِ قلم سے درد و کرب کے نقوش ثبت کر رہا ہے۔

شیخ کی واپسی حج کے بعد فیضی نے لاہور سے شیخ کی طلبی کے خطوط بھیجے اور اشتیاقِ ملاقات ظاہر کیا تھا۔ لیکن شیخ نے جانے سے معذوری ظاہر کی۔ ملا بدایونی لکھتے ہیں:-

ملک الشعرا شیخ فیضی بعد از آمدن از ولایت دکن بنابر الفت و محبت قدیم خطے چند مشتمل بر اظہار شوق و طلب شیخ حقی از لاہور فرستاد و از نہایت آزادی کہ در دل داشت نیامد و چوں بانزد اقرار دادہ بود بنا برآں مکاتیب عذر آمیز نوشت۔

"و از نہایت آزادی کہ در دل داشت" کا جملہ قابلِ ملاحظہ ہے۔ شیخ کے جواب کے بعد جو آخری خط فیضی نے شیخ کو لکھا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے۔ ملا بدایونی اس خط کو "دایں آخریں رقعات مکتوب اوست" لکھتے ہیں۔ قرینہ بتاتا ہے کہ یہ فیضی کی زندگی کا آخری خط ہے۔ اس کے بعد زیادہ دنوں تک اس کی زندگی نے وفا نہ کی اور اسے خطوط لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ مکتوب درج ذیل ہے۔

اشتیاقِ ملاقات آں مانوس روحانی و مالوف ربانی طال بقاہ از قبیل رسمیات نیست کہ رقم پذیرد۔ و دل حال از مرضی خاطر فیض مظاہر آگاہ بود یحتمل کہ حرفِ خواہش درمیان آمدہ باشد و ما بعد از انکہ دریافت کہ ایں راہ بستہ اند فقیر خواہش ایشاں را بر خواہش خود ترجیح داد و ایں نشئہ را

باد التماس آنست که بر خلوت کدهٔ تنگ، هنگامے چند بدو سه روز افتاده
الاصفیا شیخ موسیٰ گیلانی بویرانهٔ فقیر تشریف آورده بودند ظاهر ساخته که
کدورتیست که ایشان دریں ایام بیایند هرچند سبب پرسیده شد مبهم و
مجمل گزاشتند بحق معبود مطلق که ایمائے از فقیر نشده و نخواهد شد وقت
گویا چه حاجت اظهار. بخدا قسم که خود را ازیں خواهش گزرانیده ام
و بیاد خود اظهار و ایما نکرده ام و نخواهم
کرد ازیں امر تصدیع نه نشده اگر بالی و پرے می داشتم هر روز بر بام آن حجره
می نشستم و دانه چین نکات صحبت می شدم و مرغوله ریز صفیر شوق می گشتم دیگر
چه نویسم قبلهائے ورود از آنجانب دیری رسد از برائے خدا بر من قافله
اسرار خود راه نه بندند اگر از آں طرف بندند ازیں طرف البته نخواهد شد والسلام
اسکندر مسند فقیر میاں بہلول از نیازمندان محمد ... دریں دو روز تقریب
رد داده بود ایں رباعی گفته۔

فیضی دم پیریست قدم دیده بنه | نگاه که می نهی پسندیده بنه
از عینک شیشهٔ فلک ... | ... تراش و بر دیده بنه[1]

اگرچہ ملا بدایونی نے اس خط کو بھی شیخ ابوالفیض کے نام باطل کر دیا ہے لیکن ایک غیر
جانبدار شخص جب اس خط کو پڑھے گا تو اس کا لفظ لفظ خلوص میں ڈوبا ہوا
نظر آئے گا۔ اس خط سے اس گہری قدر و منزلت اور محبت کا پتہ چلتا ہے جو
فیضی کے دل میں شیخ عبدالحق کے متعلق پیدا ہو گئی تھی۔ دنیا طلبی کے اس دور میں جب کہ بڑے بڑے
علماء فقہا اور مشائخ کے قدم ڈگمگا رہے تھے شیخ کا اپنی عزم ممکن نہ تھا کہ فیضی جیسے صاحب اثر

[1] منتخب التواریخ۔

متاثر نہ کرتا فتح پور کے قیام اور وہاں سے واپسی نے فیضی کو بتادیا تھا کہ

بردایں دام بر مرغ دگر نہ ۔۔۔ کہ عنقا را بلند است آشیانہ

حج سے واپسی کے بعد ایک ایسے شخص سے ملنے کا وہ ضرور مشتاق ہوگا اور خلوص کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ اس نے خود اس خط میں لکھا ہے راقم نے پہلے خیال کیا تھا کہ شاید شیخ کو پھانسنے کی یہ بھی چال تھی لیکن اس کی رباعی پڑھکر یہ خیال بدل گیا۔ اس رباعی کا چوتھا مصرع نشتر کی طرح جگر میں چبھ جاتا ہے یہ رباعی بتہ دیتی ہے کہ فیضی اپنی گزشتہ زندگی پر نادم تھا اور اصلاح حال کی طرف اس کو توجہ ہوگئی تھی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کی بے راہ روی نے بادشاہ کو گمراہ کرنے میں بڑا حصہ لیا تھا لیکن اگر وہ آخری زندگی میں تائب ہوگیا تھا تو ہم اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ سے تعلقات

قدوۃ السالکین حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سنہ [illegible] میں دہلی تشریف لائے اس وقت شیخ [illegible] کو سفر حجاز سے واپس آئے ہوئے آٹھ سال گزر چکے تھے اور وہ ہمہ تن نشر علوم حدیث، تزکیۂ باطن ارکان سلطنت کی اصلاح اور بے دینی و الحاد کے خلاف لسانی و قلمی جہاد میں مشغول تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ ہی کی ذات گرامی صفات سے ہندوستان میں سلسلۂ علیہ نقشبندیہ کی اشاعت ہوئی اور اس ملک میں اس کو ایسا فروغ اور شہرہ نصیب ہوا کہ ہندوستان کی صدائے بازگشت سے شام و حجاز گونج اٹھا شیخ عبدالحق کو سلسلۂ قادریہ سے عشق تھا اور جیسا کہ انھوں نے اپنے ایک مکتوب میں خود لکھا ہے کہ وہ دوسروں کی طرف رخ کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے لیکن شیخ عبدالوہاب متقی کی

صحبت نے ان میں یہ تبدیلی پیدا کی کہ جہاں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو وہاں سے فائدہ اٹھایا جائے اور جہاں فائدہ پہنچایا جا سکتا وہاں فائدہ پہنچایا جائے۔ افادہ و استفادہ ہی سے تمام ترقیاں وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت خواجہ کی شہرت پھیلی تو حضرت شیخ کو ان سے نسبت نقشبندیہ حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا اور پھر دونوں میں روابط قائم ہو گئے۔ محمد صادق ہمدانی کلمات الصادقین میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ کو سیدنا عبدالقادر جیلانی کی طرف سے اشارہ ہوا تھا کہ حضرت خواجہ سے نسبت نقشبندیہ حاصل کریں بہرحال انہوں نے ان سے سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت، تعلیمات اور خلافت حاصل کی۔ حضرت شیخ ان کی بڑی عظمت کرتے تھے اور وہ حضرت شیخ کے ساتھ بڑی تواضع سے پیش آتے تھے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

وکان الداعی الیہا والمرشد للطالبین فی بلدنا ھذا الشیخ العارف الکامل سر اللہ الاعظم ونورہ الاتم سیدنا ومولانا خواجہ محمد الباقی قدس سرہ الاخفی من مشائخنا فی ھذا الطریق جزاہ اللہ عنا خیراً (مکتوب ۵۵)

ہمارے شہر میں اس نسبت کے داعی اور مرشد عارف باللہ سیدنا ومولانا خواجہ محمد الباقی قدس سرہ تھے وہ اس طریقے میں ہمارے مشائخ میں ہیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

حضرت خواجہ بھی ان کے علم و تحقیق سے فائدہ اٹھانے میں کسر شان نہیں سمجھتے تھے اور جو علم شریعت و حقیقت سے متعلق معلومات حاصل کرنے میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتے تھے۔ حضرت شیخ کے مکاتیب رسائل

میں سات آٹھ مکاتیب حضرت خواجہ کے نام ہیں اور سب کے سب اس بات پر شاہد ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کے روابط و مراسم اس قدر بڑھ گئے تھے کہ گویا خانقاہ نقشبندیہ اور خانقاہ قادریہ ایک ہوگئی تھی، محمد صادق ہمدانی صاحب کلمات الصادقین، جو حضرت خواجہ کے مشہور مریدین میں ہیں، حضرت شیخ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں جیسے کوئی شاگرد اپنے استاد کا یا کوئی مرید اپنے پیر کا کرتا ہے، ان کے تاثرات اپنے موقع پہ آگے آئیں گے عہد اکبری کے دین دار امراء سے حضرت خواجہ کے تعلقات وابستہ تھے اور یہاں بھی پیش پیش وہی شیخ فرید تھے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ اکبر کے عہد میں جن بزرگوں نے اپنی تعلیمات، اخلاق، بے لوثی اور خدا طلبی سے گمراہوں اور دین فروشوں کے سامنے راہ ہدایت پیش کی ان میں حضرت خواجہ کا نام بھی ناقابل فراموش ہے حضرت خواجہ کے مزاج میں بھی، تواضع، انکسار، مسکینی اور اظہار کشف و مقامات سے احتراز بدرجۂ اتم موجود تھا اور اس لحاظ سے بھی حضرت خواجہ اور حضرت شیخ ہم مزاج و ہم روش تھے رحمہما اللہ وجزاہما خیرا۔

دو بزرگوں کے درمیان غلط فہمی

محدث دہلوی اور مجدد سرہندی کے درمیان کچھ دنوں کے لئے غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی۔ اس کا ذکر راقم الحروف یہاں کبھی نہ کرتا اگر حضرت مجدد کے تذکرہ نگار اس کو اس رنگ میں پیش کرتے کہ گویا یہ حضرت شیخ عبدالحق کی بڑی زیادتی اور زبردست لغزش تھی۔ حالانکہ اس کا سبب خود حضرت مجدد کا اظہار مقامات تھا انھوں نے اپنے ایک مکتوب میں بعض مقامات سلوک کو اس طرح پیش کیا تھا کہ ناواقف شخص اس سے غلط فہمیوں میں مبتلا ہوسکتا تھا خصوصاً

اس عہد میں جبکہ بطالوں نے کشف و کرامات، اظہار مقامات اور متصوفانہ حقائق و دقائق کے پردے میں ہر طرف فتنے پھیلا رکھے تھے اور ابھی ابھی اکبر کو راہ راست سے ہٹا چکے تھے۔ خدا خدا کر کے سلطنت میں انقلاب ہوا تھا اور ایک مسلمان بادشاہ تخت نشیں تھا۔ یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ جو شخص شدّ ومد سے ان فتنوں کے دبانے میں سرگرم تھا وہ اس طرح کے اظہار مقامات سے چوکنا نہ ہوتا تو تعجب ہوتا۔ محدث دہلوی مکاشفات باطنی کے اظہار کو ناپسند کرتے اور مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے اس لئے انھوں نے ایسے معاملہ میں جس کی شہرت اتنی پھیل چکی تھی کہ ان کا گوشۂ عزلت بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ خاموش رہنا پسند نہ کیا اور اس کے رد میں ایک رسالہ لکھا۔ افسوس ہے کہ وہ رسالہ دستیاب نہ ہوسکا کہ اختلاف کی تفصیل معلوم ہوتی۔ "معارج الولایۃ" میں بھی اس کی تفصیل ہے لیکن یہ کتاب بھی نہ مل سکی۔ بہرحال اتنا تیقن ہے کہ یہ اختلاف نہ کسی بدنیتی کی وجہ سے تھا اور نہ معاصرانہ رشک و حسد کی بنا پر کہ دلی کا یہ فقیر گوشہ نشیں ان چیزوں سے بلند تھا اور جس کا حال یہ تھا کہ اپنے سے کم سن اور کم علم رکھنے والوں سے استفادے میں اور ان سے عقیدت رکھنے میں اس نے سبکی و عار بھی محسوس نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب شیخ کو حقیقت حال کا علم ہوا تو ساری غلط فہمی دور ہوگئی اور پھر محدث و مجدد کے تعلقات درست ہوگئے اور دونوں خاندان ایک دوسرے کے معین و مددگار اور ہم دست و ہم کار ہوگئے۔

اس بات کے ثبوت میں کہ یہ اختلاف کسی بدنیتی و تعصب پر مبنی نہ تھا دو

عہ یہ غلط فہمی حضرت مجدد کے قلعہ گوالیار میں قید کئے جانے سے پہلے ہی ختم ہوگئی تھی حضرت شیخ نے ان کو ایک خط لکھا تھا۔ وہ خط تو محفوظ نہیں لیکن حضرت مجدد نے اس کا جو جواب دیا تھا وہ مکتوبات مجدد میں محفوظ ہے۔

عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے میرا دل خاندان مجددی کی طرف سے صاف نہ تھا لیکن حضرت مجدد کے کلام کے مطالعہ سے ساری کدورتیں دُور ہوگئیں اور اوہام زائل ہوگئے، آخر میں لکھتے ہیں۔

بلکہ رسالہ در جواب حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کہ بے تحقیق محض باستماع سخنان بے حرفہ گویان در انکار و اعتراضات بر کلام حضرت مجدد نوشتہ زبان طاعنان دراز ساختند تحریر کردہ ام سبحان اللہ من جاہل کجا و مقابلہ حضرت شیخ کجا از یں جا احوال اعتراضات دریافت می شود کہ جا ملے آں اعتراضات را بر دارد۔

افسوس کہ حضرت شاہ غلام علی کا یہ جوابی رسالہ بھی راقم الحروف کو نہ مل سکا۔ اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت شیخ کو اصل شبہ "ان مقامات" میں تھا جن کا اظہار حضرت مجدد نے کیا تھا عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔

و در رسالہ انکار حضرت مجدد نوشتہ اند، مجنبے کہ مرا با شما ہست کسے را با شما نخواہد بود شما عزیز بید و طریقہ شما عزیز حضرت خواجہ اثبات شما بسیار می کردند۔ و نیز نوشتہ اند کہ یکبار در بارۂ شما بجناب الٰہی سبحانہ متوجہ بودم کہ ایں مقامات کہ ایشان می گویند حق است یا اصلے ندارد۔

حضرت شیخ کی بے تعلقی اور خلوص نیت کی اس سے زیادہ واضح دلیل اور کیا ہوگی؟ راقم الحروف نے اس بحث کو اتنا پھیلا کر اس لئے لکھا کہ نواب

ــہ مولانا شاہ غلام علی کے مکاتیب کے یہ دونوں حوالے مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی مدظلہ کے مقالہ سے ماخوذ ہیں جو الفرقان بریلی کے مجدد نمبر میں شایع ہوا ہے۔

صدیق حسن خاں رحمہ اللہ نے محدث دہلوی کے تذکرے میں لکھا ہے۔

"وجہ این نقار آنست کہ حضرت شیخ را در تقلید مذہب تعصب بسیار بود و مجدد را در اتباع سنت و رد بدعات طریقت و شریعت صلابت تمام بایں رہ گذر اتفاق میان ہر دو صورت نمی بست لیکن چوں حق تعالیٰ ازالۂ ایں ہم از حضرت شیخ خواست حقیقت طریقۂ مجدد را در دل ایشاں انداختہ صفائے کامل بخشید۔"

(اتحاف النبلاء ص۳۰۵ مطبوعہ نظامی کانپور)

نواب صاحب جیسے اہل علم کے قلم سے ایسی عبارت پڑھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی غور فرمائیے کہ اس اختلاف کو تقلید مذہب کے تعصب سے کیا لگاؤ ہو سکتا ہے؟ قطع نظر اس کے کہ شیخ تقلید مذہب میں متعصب تھے یا نہیں (میں اس بحث کو عنوان "فقہ" میں تفصیل سے لکھوں گا) سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مجدد تقلید مذہب سے بری تھے؟ جب دونوں ہی امام ابو حنیفہ کے مقلد تھے اور دونوں ہی مذاہب حنفی کے موید تو پھر تقلید مذہبی (جس میں حضرت مجدد حضرت شیخ سے آگے ہی تھے) بنائے اختلاف کیسے بن سکتی تھی، محدث دہلوی نے ترویج سنت اور رد بدعات شریعت و طریقت کے سلسلے میں جو شاندار خدمات انجام دی ہیں وہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہیں۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اختلاف اظہار مقامات کی وجہ سے پیدا ہوا اور ظاہر ہے کہ اظہار مقامات اتباع سنت میں داخل نہیں جس چیز پر حضرت شیخ اس بات کے مستحق تھے کہ نواب صاحب جیسے لوگ ان کی تعریف کریں، حیرت ہے کہ اسی چیز پر انھیں تعصب مذہبی کا بے جوڑ طعنہ

دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے اختلافات جو غلط فہمی پر مبنی ہوں اور جن کا تعلق بدنیتی سے نہ ہو تاریخ کی کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔ دور کیوں جائیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "انفاس العارفین" میں راوی ہیں کہ ایک بار حضرت مجدد اور خواجہ باقی باللہ رحمہما اللہ کے درمیان بھی کدورت پیدا ہوگئی تھی۔

> نیز فرمودند کہ از شیخ بزرگوار شیخ احمد سرہندی نسبت خواجہ شطحے نسبت شد گویندہ آں را بحضرت خواجہ نقل کرد بر آشفتند و آثار قہر از جبین ایشاں ظاہر شد آں جارشتہ افتادہ بود آں را بر داشتند و بقوت بر آں گرہ دادند۔ ؎

پھر شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے صلح و صفائی کی پوری تفصیل دی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اس قسم کے اختلاف کو ایسے رنگ میں پیش کرنا جس سے کسی ایک پر الزام قائم ہوتا اور اس کی تنقیص ہوتی ہو انصاف اور شان علم و تحقیق سے بعید ہے۔

سفر لاہور سفر حجاز سے واپسی کے بعد محدث دہلوی نے دلی کے ایک گوشے میں ایسا قدم جمایا کہ پھر کہیں نہ نکلے صرف ایک بار چند دنوں کے لئے لاہور گئے تھے لاہور کا یہ سفر حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اور ان سے کسی خاص بات پر گفتگو کے لئے کیا گیا تھا۔ شاہ ابوالمعالی سلسلۂ علیہ قادریہ کے ایک باکمال بزرگ تھے اور سیدنا عبدالقادر جیلانی کی روح پر فتوح کے ساتھ ان کا

؎ انفاس العارفین مطبوعہ مجتبائی ۱۳۳۵ھ ص ۱۷۳

رابطہ بہت قوی تھا، شیخ داؤد جہنی وال کے مرید و خلیفہ تھے اس طرح حضرت شیخ اور ان کا سلسلہ بالکل ایک تھا۔ شاہ ابوالمعالی کو شیخ سے بڑی محبت تھی اور شیخ کو ان سے عقیدت مفرط۔ شیخ پر ان کا اس قدر اثر تھا کہ انھوں نے شیخ کو گوشہ خلوت میں گویا قید کر دیا تھا۔ لوگوں سے ملنے جلنے کی جو تھوڑی سی اجازت شیخ عبدالوہاب متقی سے ملی ہوئی تھی انھوں نے اس کو چھین لیا اور لوگوں سے ملنے جلنے کی قطعاً ممانعت کر دی۔ حد یہ ہے کہ شیخ نے ان سے ملاقات کے لئے لاہور کا جو سفر کیا تھا وہ بھی انھیں پسند نہ آیا۔ شیخ نے اپنی اس قید کا حال کئی مکتوبات میں بڑی حسرت کے ساتھ لکھا ہے۔

راقم الحروف کی سمجھ میں نہیں آتا کہ محدث دہلوی جیسے صاحب علم و فضل کو ہمیشہ کے لئے ایک گوشہ میں بند کر دینا اور ان کا بند ہو جانا کیا چیز ہے اور اس دائمی قید و بند کی آخر سند کیا ہے؟

شیخ نے اپنے اس سفر کا حال اپنے صاحبزادے شیخ نور الحق کو لکھا ہے۔ جو طلب الغور فی قصہ "لاہور" کے عنوان سے شیخ کے مجموعہ مکاتیب و رسائل میں مطبوع ہے۔

اس مکتوب کی چند وہ باتیں جن کو اس تذکرے سے مناسبت ہے درج کی جاتی ہیں۔

حضرت شیخ کو لاہور سے رخصت کرتے وقت شاہ

ابوالمعالی رحمہ اللہ نے فرمایا (۱)

اکنوں بہ دہلی بروید کہ دہلی در فراق شما بزبان حال می نالد بروید بروید
و ایں بیت برخواندند۔

میروی در رکاب می رود جان ہمام   فی امان اللہ رو فاللہ خیر حافظا

اس موقع پر مولانا حسن (شاہ ابوالمعالی کے مرید با اختصاص) نے کہا کہ میرود جان حسام ہے نہ کہ جان ہمام اس پر انہوں نے فرمایا

فرمودند ایں بیت از ہمام تبریزی است شیخ حسام الدین بروقت وداع راجی حامد شہ بجائے ہمام حسام خواندہ اند اما اصل بیت جان ہمام است

اس سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ ابوالمعالی کی نظر شعرا کے کلام پر بھی تھی اور ان کے اشعار کو دیکھنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کلام اساتذہ کی مزاولت

---

(۱) ولادت شاہ روز دوشنبہ دہم ذی حجہ سال ہفصد و بست ہجری وفات شاں نزد ہم ربیع الاول سال یک ہزار و بست و چہار ہجری روداده و قبر انور در شہر لاہور است تحفۃ القادریہ کہ دراں تمام احوال غوث الاعظم است ایشاں جمع کردہ اند (سفینۃ الاولیا) شاہ ابوالمعالی اور ان کے پیر شیخ داؤد جہنی وال کا ذکر شیخ عبدالحق نے اخبار الاخیار میں اور ملا عبدالقادر بدایونی قادری نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے ملا صاحب شیخ داؤد کو ارشاد پناہی، ملاذی عبدالقادر ثانی اور قائم مقام قطب ہمدانی جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام نے تذکرہ میں شیخ داؤد کا جو حال لکھا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے شیخ داؤد مولانا ابوالکلام کے خاندانی بزرگ مولانا جمال الدین عرف بہلول دہلوی کے مرشد تھے۔

کے بغیر ایسے اشعار نہیں کہے جا سکتے اس مکتوب میں شاہ ابوالمعالی کا یہ شعر شیخ نے نقل کیا ہے۔

سخن عشق بدل در نہ ولب را مکشا   سر ایں شیشہ فرو بند کہ بادے نخورد

مولانا ابوالکلام نے کاروان خیال" میں ان کا یہ شعر شیخ عبدالحق کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور بڑی تعریف کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ "سر ایں شیشہ فرو بند" کے ٹکڑے میں شاہ صاحب نے قیامت ڈھائی ہے۔ شیخ دہلوی کی تصنیف کے متعلق شاہ ابوالمعالی نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے۔

فرمودند، ما از تصنیفات شما فائدہ دین و دنیا حاصل کردہ ایم حق تعالےٰ شما را باٰں منتفع گرداند فرمودند، اگرچہ سخنان مردم بسیار خواندہ ایم و خواندہ می شود اما سخن شما را دو فقیر گو ارائی است کہ سخنان مردم دیگر را نیست۔

اس وقت تک مشکوٰۃ کی شرح تمام نہیں ہوئی تھی، انھوں نے اتمام شرح کی نصیحت کی اور اس کے متعلق پیشین گوئی فرمائی

وہم روز وداع فرمودند کہ شرح مشکوٰۃ را تمام کنید انشاء اللہ کتابے شود کہ اہل عالم ہمہ ازاں مستفید شوند گفتم دعا کنید تا تمام شود گفتند آن خود تمام شدہ است۔

شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اب تک شیخ کی تصنیفات میں اشعۃ اللمعات اصول حدیث اور اخبار الاخیار سے جس قدر فائدہ اٹھایا گیا ہے شاید ان کی کسی دوسری تصنیف سے اتنا فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔

انہوں نے شیخ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ شرح میں کہیں کہیں شعر بھی لکھے جائیں شیخ نے عذر کیا کہ مجھے دوسروں کے اشعار یاد نہیں ہیں اس پر انہوں نے فرمایا

گفتند شمارا حاجت بہ اشعار دیگر مردم نیست انچہ شمارا باید از شما زاید

در ہیچ چیز بہ ہیچ کس احتیاج نخواہد بود ہمہ چیز حاصل است انشاء اللہ تعالے

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شیخ کی تصنیفات میں جو بکثرت شعر پائے جاتے ہیں ان کی ایک اچھی خاصی تعداد خود شیخ کی زائیدہ فکر ہو گی۔

ادب و شعر حضرت شیخ کو سخن فہمی و سخن سنجی اور ذوق ادب و شعر ورثے میں ملا تھا۔ اس کا سلسلہ شیخ فیروز سے چلتا ہے۔ آپ کے چچا شیخ رزق اللہ مشتاقی فارسی اور ہندی کے مشاق شاعر تھے آپ کے والد بھی شعر کا ذوق سلیم رکھتے تھے، افسوس ہے کہ ان کے اشعار ضائع ہو گئے اور دیوان مرتب ہونے کی نوبت ہی نہ آئی، ان کی شاعری پر ایک تالیف میں اظہار کرتے ہوئے شیخ لکھتے ہیں۔

ودر زمان ما والد کاتب الحروف شیخ سیف الدین بودند کہ سیفی تخلص می کردند۔ درمیان اقران خود از اہل ہندستان در سلاست سخن ودرستی زبان ممتاز بودند ودر رفتن آن عزیز از سرای مسکین مطابق آنست کہ میر خسرو در مرثیہ پدر خود گفتہ است۔

سیف از سرم گزشت ودل من دو نیم شد ؛ دریائے من رواں شد ودر یتیم ماند

حضرت شیخ ایام جوانی میں شعر گوئی سے زیادہ ذوق رکھتے تھے لیکن مکہ معظمہ کی صحبتوں اور حدیث کی مشغولیت نے ادھر سے توجہ ہٹا دی، اس کے باوجود

آپ کا ذوق ادب نظم و نثر دونوں میں مسلم تھا اور ادب و شعر کا گلشن ہمیشہ بہار آپ کی گل کاریوں سے محروم نہیں، حضرت شیخ نے دہلی اور اطراف دہلی کے شعرا پر اگرچہ بہت تلے مختصر فقروں میں تبصرے کئے ہیں لیکن انہیں سے پتہ چل جاتا ہے کہ شعرا کے کلام پر آپ کی کتنی اچھی نظر تھی اور شعر کے حسن و قبح، اس کی نزاکتوں اور باریکیوں سے آپ کا ذوق کس درجہ آشنا تھا جن لوگوں نے آپ کی تصانیف پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ آپ نے بکثرت اشعار استعمال کئے ہیں اور ان کا استعمال کتنا برمحل اور برجستہ ہے۔ آخر میں آپ کو نہ صرف یہ کہ شعر گوئی سے دلچسپی نہ رہی تھی بلکہ اپنے اشعار کے اظہار کو بھی ناپسند کرنے لگے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی یہ حیثیت دیگر حیثیات میں گم ہوگئی۔ اپنے اشعار کا جو مجموعہ "حسن الاشعار فی جمع الاشعار" کے نام سے مرتب فرمایا تھا اس کا تعارف اپنے رسالہ تو الیف میں بایں الفاظ کرتے ہیں

ومنہا حسن الاشعار فی جمع الاشعار۔ چند غزل و قصائد و قطعہا و رباعیات کہ بجہت شرم و حیا ستر و اخفار آن لازم است نامرتب در بیاضہا افتادہ بود و بہ نسبت بے حیائی کہ لازمۂ طریقۂ شاعری است نوشتہ شدہ و در دیباچۂ رسالہ جزوے از نثر در عذر کم گوئی کہ متضمن معنی تنباحت فہمی است ذکر کردہ شدہ

افسوس کہ یہ مجموعہ اب تک راقم کی نظر سے نہ گزر سکا۔ اس تعارف سے اتنا پتہ چلا کہ حضرت شیخ نے ہر صنف شعر میں طبع آزمائی فرمائی ہے اس مجموعے کے علاوہ اپنی دو مثنویوں کی خبر بھی دیتے ہیں۔

ومنہا نظم آداب المطالعہ والمناظرہ لمن طالع الکتاب وناظرہ۔

رسالۂ منظومۂ مثنوی است در آداب بحث ومطالعہ خالی از بسطے وسلاستے نیست در ایام تحصیل نوشتہ شدہ ہفت صد بیت دکسرے۔

ومنہا صحیفۃ المودۃ ۔مثنوی کہ در مراسلت ومکاتبت بہ برادر عزیز ویاران ودوستان واحباب واصحاب وارباب تمیز نوشتہ شدہ بود شہر آشوب محبت است خالی از سلاستے و ملاستے نیست وکسے کہ مطلع باشد بر احوال مکتوب الیہم داند کہ در ضمن بیان معانی چہ نکتہا وظرافتہا رعایت کردہ شدہ است چند صد بیت است۔

سخت افسوس ہے کہ حضرت حفی کا یہ "شہر آشوب محبت" بھی اب تک میری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ یہ مثنوی اگر مل جاتی تو اس میدان میں بھی حضرت شیخ کی جولانیٔ قلم نظروں کے سامنے ہوتی، ان دو مثنویوں کے علاوہ حضرت شیخ اپنی ایک اور تالیف کا ذکر کرتے ہیں جس میں ان کی نظم ونثر کا بھی کچھ حصہ ہے

ومنہا انتخاب المثنوی للمولوی المعنوی دو ہزار وسی صد بیت و بیش از شروع در ان بیتے چند نوشتہ شدہ کہ از نتائج خامۂ کاتب حروف است وصفحۂ چند از نثر نیز نگاشتہ آمد۔

حضرت شیخ کا یہ تمام سرمایہ اس وقت راقم کے علم سے بھی باہر ہے۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن کی فہرست سے ان کی ایک اور منظوم تصنیف کا پتہ چلا ہے اور

وہ تصوف میں فارسی کا ایک منظوم رسالہ ہے۔ فہرست میں اس کتاب کا نمبر ۹۳ ہے۔ عالی جناب علی حسن خاں بن نواب صدیق حسن خاں نے صبح گلشن میں حضرت حقی کا تذکرہ کیا ہے وہ ان کے دیوان کے متعلق لکھتے ہیں۔

دیوانش مشتمل بر انواع نظم کہ اکثرش قصائد نعتیہ است از نظر گزشت

ممکن ہے کہ یہ حضرت شیخ کا وہی مجموعہ ہو جس کا ذکر اوپر گزرا اور عجب نہیں کہ بھوپال کے کتب خانہ میں موجود ہو۔ صبح گلشن میں حضرت حقی کے یہ چند اشعار درج ہیں۔

زدیدہ تیر نگاہش گذشت و در دل خورد　　بلائے دیدہ نگہ کن کہ بر دل افتادہ است

شہید عشق میندار خفتہ در خاک ست　　کہ چشم بستہ و بر یاد قاتل افتادہ است

برخش زلف پرشکن بینید　　سنبل افتادہ بر سمن بینید

در گرفت از رخش بگل آتش　　آتش افتادہ در چمن بینید

تن او در درون پیراہن　　ہمچو جاں در درون تن بینید

آن نرگس مردم کش نگو بہر تماشا می رود　　شہرے ہمہ شد صید او اکنوں بصحرا می رود

در بدن آں عشوہ گر طاقت کجا دارد بشر　　سوئش ملک بیند اگر او نیز از جا می رود

قامتش در جلوہ آمد طاقتم بر باد رفت　　نرگسش در خواب رفت و فتنہ را بیدار کرد

حال حقی بر تو کے ظاہر شود زیرا کہ وے　　حالتے دارد کہ نتواند بخود اظہار کرد

شب فراق که از هجر یار می گریم　　بهانه درد کنم زار زار می گریم
بهر کجا که بود ماتمے روم آنجا　　بدیں بہانہ ز هجر نگار می گریم

چنان در غیرتم از تو که گر چشمت ترا بیند　　پریشان گردم و خواهم که آں چشم تو من باشم

آخر بدور تو شکرستاں شود جہاں　　ریزو بدیں صفت چو شکر از دہان تو
خوش داری اے رقیب بحقی گمان وصل　　یارب ہمیشہ راست بود ایں گمان تو

رنگ حناست بر کف پائے مبارکت　　یا خون عاشق ست که پامال کردهٔ

رباعی

در خواب ہمیشہ با خیال تو خوشم　　در بیدارم بخط و خال تو خوشم
القصہ چہ در خواب و چہ در بیداری　　اے مردم دیدہ با جمال تو خوشم (۱)

اس کے بعد راقم الحروف حضرت شیخ کی مختلف تالیفات سے جمع کیے ہوئے کچھ اشعار پیش کرتا ہے اور سب سے پہلے ایک رباعی حاضر کرتا ہے جس نے دیر تک اسے مکیف رکھا ہے یہ رباعی جذب القلوب الی دیار المحبوب کا سر عنوان ہے

صد شکر که از تشنگی غم رستم　　چون قطرہ بدریائے کرم پیوستم

---

(۱) شرح گلشن مطبوعہ مطبع شاہجہانی بھوپال صفحہ ۱۴۰

برکشتیٔ توفیق ازل بنشستم | در زمزم قدس چہرۂ دل شستم
چند اور رباعیاں درج ہیں۔

این نامہ کہ پایۂ ترقی آمد | شایستۂ اقبال و ترقی آمد
جنبیدن خامہ وقت تسوید حروف | در دست، دل شکستہ حقی آمد
(احوال ائمہ اثنا عشر قلمی)

اے آنکہ ترا طالع مسعود بود | دانی کہ مرا از توجہ مقصود بود
یک فاتحہ از بہر من خستہ بخوان | تا عاقبت کار تو محمود بود
(شرح سفر السعادۃ قلمی)

حقی ز پے قصہ و افسانہ شدی | چون مردم روزگار فرزانہ شدی
درویش ترا ز ذکر شاہان چہ غرض | مفتون سخن گشتی و دیوانہ شدی
حقا ز تواریخ حکایات مگو | در راہ تتبع روایات مپو
در زاویۂ فقر نشینی، کارے | جز ذکر خدا نفی و اثبات مجو
(تاریخ حقی قلمی)

در خاتمہ احوال ائمہ اثنا عشر

مرا از دم خاندان کرم | چو جنبید این کلک مشکیں رقم
ز صاحب دلے کز دم آگاہ بود | دم ہمتے نیز ہمراہ بود
زنی گر ز تاریخ این نامہ دم | برآر از دم خاندان کرم
۱۰۱۸

بحمد اللہ این نامہ اتمام یافت بتوفیق ایزد سرانجام یافت۔

اگرچہ از رونے صنعت کم است زبار تکلف نہ پشتش خم است
ولے بار ہائے دو عالم بروست شرف نامہ نعل آدم در دست
سبک می نماید بچشم ارچہ نیک بمیزان دیں بس گرانست لیک
خطا من راہ نجات من است زدیوان رحمت برات من است
خدایا زخذلاں نجاتم بخش بگنج سعادت براتم بخش
امیدم چنانست از کردگار کہ بر فضل و رحمت کند ختم کار
بحق محمد علیہ السلام
و آلہ و اولاد الانبیاء الکرام

قطعات تاریخ

قطعۂ تاریخ شیخ عبدالعزیز بن حسن طاہر

شیخ کامل عارف دوران خود عبدالعزیز آنکہ می داد اہل دل را مجلس یاد از بہشت
ہرچہ از او صفا اہل اللہ در عالم بود حق تعالے زاول فطرت بذات او سرشت
یادگار اہل حقیقت او بود در روان خود گشت از ان تاریخ فوتش یادگار اہل حقیقت

۹۷۵

قطعۂ تاریخ شیخ رزق اللہ

مخدومی عارف زماں مشتاقی وے گفت بوقت نقل مشتاق حقم
خفی چو تاریخ وفاتش نگریست نوک قلمش ہماں سخن کرد رقم ۹۸۹

(اخبار الاخیار مطبوعہ)

ابیات

رفت بر بوے سر زلف تو حقی بچمن   ورنہ کے بوے نسیم سحری بود غرض

بہر جورے کہ آں مہ می کند از جا مرو حقی   کہ دلدار مرا شاید کہ مقصود امتحاں باشد

(شرح فتوح الغیب مطبوعہ)

حقی از گوشۂ دہلی نہ نہم پا بیروں   خود گرفتیم کہ ملک بحر اتم دادند

(تذکرہ مولانا ابوالکلام ص ۱۲)

حقی بیان دوست بپایاں نمی رسد   کوتاہ ساز قصۂ دور و دراز را

(اتحاف النبلا)

یہاں تذکرہ علمائے ہند کے ایک سہو کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہے اس میں ہے۔

بدل طبع موزوں داشت در شعر تخلص حقی می کرد اشعارش بسیار ابیات به پنج لک می رسند۔

حضرت شیخ کی تمام تصنیفات کی جو مقدار ہے اسے صاحب تذکرہ علمائے ہند نے سہواً اشعار کی مقدار قرار دیا ہے۔ شیخ نے پانچ لاکھ ابیات (سطور) اپنی تالیفات کی مقدار بتائی ہے۔

"مورخین اور تذکرہ نگاروں کے تاثرات"

فارسی، اردو اور انگریزی میں ہندستان کی جو عام تاریخیں لکھی گئی ہیں، اسی طرح عربی، فارسی اور اردو میں علما و مشائخ کے جو عام تذکرے مرتب ہوئے ہیں ان میں شاید ہی کوئی اہم تاریخ یا اہم تذکرہ ایسا ہو جس میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ کا ذکر عقیدت اور اعتراف فضل و کمال کے ساتھ موجود نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے محدث دہلوی کو ایسا قبول عام عطا فرمایا تھا کہ آج تک کسی انصاف پسند نے آپ کی خدمات، صلاح و تقوی، فضل و کمال اور حق پرستی کے انکار میں لب کشائی نہ کی۔ امراد سلاطین علما و فضلا، صوفیا و مشائخ سبھی آپ کی تعریف و تحسین میں رطب اللسان ہیں۔ مولانا احسن علی تذکرہ علمائے ہند میں لکھتے ہیں۔

> بالجملہ فقیہ و محدث، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، جامع علوم ظاہر و باطن بود علم حدیث بہ محروسہ ہندوستان از وشیوع یافتہ و پرا قبولیت خداداد حاصل بود کہ فردے از افراد دانش پژوہان واد پسند۔ بانکارش لب نکشادہ (۱)

راقم یہاں صرف معاصرین اور شیخ کے قریب العہد مورخین کے چند اقتباسات پیش کرتا ہے۔ میرزا نظام الدین احمد نے طبقات اکبری میں ذی کمال لوگوں

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ نول کشور ص ۱۰۹

کی جو ایک مختصر فہرست دی ہے جس میں غالباً سب سے پہلے اسی میں شیخ کا نام ملتا ہے۔ یہ کتاب حضرت شیخ کے سفر حج سے پہلے لکھی گئی ہے۔

ملا عبدالحق حقی کہ امروز در دہلی است واقسام علوم درزیدہ وزبان شعر دارد و در لباس صوفیہ می گزراند۔

ملا عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ میں رقم طراز ہیں۔

شیخ عبدالحق دہلوی حقی تخلص می کند مجموعۂ کمالات و منبع فضا است و جمیع علوم عقلی و نقلی را درس می گفت و در تصوف مرتبۂ بلند دارد و از جملہ تصانیف او تاریخ مدینہ سکینہ و کتابے است در احوال مشائخ متاخرین کہ ذکر الاولیا تاریخ آنست از عنفوان شباب در طلب داشت و بوطن مالوف رسیدہ حالا سنز احوال خویش بافادہ و استفادہ علوم رسمیہ می پردازد وچون ہمتش بلند است انشاء اللہ بدون مطلب در راہ بند نشود۔

راقم نے وہ عبارتیں یہاں نکال دی ہیں جن کا ذکر سفر حج کے بیان میں گزر چکا اور بعض عبارتیں اپنے موقع سے آئیں گی طبقات شاہجہانی کا مصنف لکھتا ہے۔

وبعد از وفات حضرت خواجہ (باقی باللہ) حلاوت وچاشنی خلوت و عزلت در مذاق حضرت مخدوم غالب آمدہ ترک آمد و رفت خانۂ عالمیاں کرد تا امسال کہ سال ہزار و چہل و شش است

پائے شکیبائی ازاں پیچیدہ بدرس وتلقین نیاز مندان
علم وعرفائے دہلی بردارند و تمامی اوقات بابرکات مطالعہ
و درس حدیث وتفسیر مصروف است و عام وخاص از انفاس
متبرکۂ وے محظوظ و مسرور است و پیوستہ بہ تصنیف کتب دینیہ
اشتغال دارد و در علوم عقلی ونقلی تصانیف کردہ است
و تمام تصانیف وے تا سال مذکور قریب صد باشد (۱)
افسوس کہ مصنف طبقات نے ان "عرفائے دہلی" کے نام نہ بتائے جو محدث
دہلوی سے اخذ فیض کرتے تھے۔ عبدالحمید لاہوری بادشاہ نامہ میں لکھتے ہیں
شیخ عبدالحق دہلوی مردے است فاضل محقق، زاہد وصوفی
مشرب جمال حالش بزیور فضائل صوری ومعنوی آراستہ وکسوت
خلقتش از کمالات دینی وملکتی پیراستہ فہم دقیقہ یابش کاشف
علوم دین وفطرت کامل نقادش واقف اسرار یقینی است
اصل شیخ ما وراءالنہر است ومجد ست شیخ افاضل حرمین شریفین
نیز رسیدہ کتب حدیث را نزد محدثین آں اماکن بسند رسانیدہ
و در اکثر فنون از عربیت و فقہ و حدیث و تفسیر و تصوف و تاریخ
بسیر ماہر است و در ہر یک ازیں امور تصانیف او مشہور است
و بالفعل سن عمرش تا آخر سال دہم جلوس ہمایوں و سنہ ہزار و

---

(۱) یہ حوالہ "رود کوثر" سے لیا گیا ہے۔

چہل وہفت ہجری است منور رسیده مع ہذا در حواس ظاہر و باطنش خللے وفتورے راہ نیافتہ و التزام عبادات و اوراد و ذکر و تلاوت و تعلیم و تصنیف و تصحیح کتب بر نہج ایام جوانی است

محمد صالح کنبو عمل صالح میں لکھتے ہیں۔

مظہر فیض حق و مہبط نور مطلق است ز خاک پاک دہلی بپایہ ظہور رسیده و مجمع علوم را جامع گردیده در فقہ و حدیث و تفسیر ممتاز است و یک صد و چند کتاب از تصانیف مختصر و مطولہ بر صفحہ روزگار گزاشتہ۔

بختاور خاں مرآۃ العالم میں لکھتے ہیں

شیخ عبدالحق دہلوی پسر شیخ سیف الدین دہلوی است کہ صاحب مقامات رفیعہ و سالک درجات منیعہ بود، شیخ عبدالحق بعد از تحصیل علوم، حفظ قرآن مجید نموده در سال نہصد و نود و شش رہ گرائے سفر حجاز گشت و در آنجا پیش محدثان عالی اسناد تصحیح کتب احادیث نموده و در بعضے معاملات از حضرت سید البشر استماع حدیث نموده بنشر علوم دینی مبشر شد و باوجود ایں کمال ظاہری و باطنی در ایام جوانی بنظم اشعار نیز ذوق تمام داشت

شاہ نواز خاں مرآۃ آفتاب نما میں رقم طراز ہیں۔

نسبت ارادت با شاہ موسیٰ گیلانی دارد و شاہ یکے از اولاد حضرت عبدالقادر جیلانی بود مرقدش ملتان دارد و شیخ عبدالحق را از مشائخ

لب را نعتہا رسیدہ درعین جوانی دست از مرادات بر داشتہ عازم مکہ معظمہ شد و دولت حج را دریافت و فتوحات فراوان از صحبت شیخ عبدالوہاب خلیفہ و جانشین علی متقی کہ از مشاہیر مشائخ مکہ بود حاصل نمود و احادیث را سند کرد۔ اجازت بدرس یافت مدت در مکہ معظمہ ریاضات شاقہ کشیدہ قاصد زیارت مدینہ منورہ گردیدہ از روح پرفتوح جناب رسالتمآب تربیت پذیرفتہ بہ رہنمائی گم گشتگان بادیۂ ضلالت مختار گشتہ۔ بہ شہر دہلی مراجعت نمود و تربیت ارباب ارادت بتدریس کتب احادیث مشغول، کسب و کمال صوری و معنویش از تصانیف وے ہویدا است و مصنفاتش در عالم رواج دارد وفات وے بست و سیوم شہر ربیع الاول ۱۰۵۲ سنہ و بر لب حوض شمسی بسمت غروب مدفون یافت مقبرۂ عالی و خانقاہ رفیع دارد (۱)

اپنی تاریخ میں خوانی لکھتا ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی از افضل الفضلائے آں عہد و از محدثان مشہور بود در صلاح و تقوی کہ لازمۂ علم باعمل است ممتاز بود در اداے فرض و سنن تادم واپسیں دقیقہ فروگذاشت نمود (۲)

---

(۱) نسخۂ قلمی (۲) رود کوثر۔

یہی مورخ ایک جگہ اور رقم طراز ہے۔

دیگر شیخ عبدالحق کہ در کمالات صوری و معنوی و تحصیل علوم عقلی و نقلی خصوص تفسیر و حدیث در ہندستان ثانی نداشت صاحب کتاب از تالیف او در اکثر علوم نوشتہ شدہ (۳)

حضرت خواجہ باقی اللہ رحمہ اللہ کے مشہور مرید محمد صادق ہمدانی کلمات الصادقین میں جو سنہ ۱۰۲۳ھ میں لکھی گئی ہے، تحریر فرماتے ہیں۔ راقم الحروف اسی پاک تحریر پر اس فصل کو ختم کرتا ہے۔

چوں سخن اینجا رسید اگر برشحے از احوال حضرت مخدوم سلمہ اللہ سبحانہ در تحریر آرد۔ مناسب مقام خواہد بود اگرچہ بمقتضائے
ہیچ اوے سزد معرف او۔ یارائے سخن گزاری۔ و نوبت
حرف سرائی۔ نبود از یں رہ گزر مہر خاموشی بر لب نہادہ با خود
ایں زمزمہ داشت
چہ نزد شی با و متاع سخن۔ کہ منبع نوا زخزینہ اوست۔ آنچہ تو برو کان لب داری ایں ہمہ از دعائے سینہ اوست
لیکن بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ مجملا اشارتے بر احوال آنحضرت کہ در حوصلۂ تعریف و کالبد توصیف بیروں است کردہ آمد و نخواست کہ ایں نسخہ کہ مقصود از تالیف آں ذکر مناقب بزرگان دہلی است از یاد شریف ایشاں خالی باشد۔

امروز برکت و یمنت و رونق وجود بلی دہلی بذات والا صفات

---

(۳) زبدۃ التواریخ

آن دانا علوم متداوله آشنای فنون متعارفه است و سخن
همان است که یکی از فضلای روزگار در حق او می گفت ؎
این مثل در عهد او نوشتند که شهری و کل

و در هنگام تحصیل مجالس درس سخنان
مفید و نکته‌های قوی از طبع شریف ایشان بظهور آمدی
اکثر استادان منصف در حق آن جناب فرمودند که ما از وی
مستفیدیم ابر دے منتے نداریم. بعد از تحصیل ظاهری
حفظ قرآن مجید نمودند و در سال هشصد و نود و ششم جذبات
شوقی رهنمون شده راه گرای سفر حجاز گشتند...... بعد از اشاره
از روح مقدس حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سره
...... از حضرت خواجه باخدا طریقه خود ملقن شدند و
از چندگاه اجازت ارشاد طریقه نقشبندیه از آن حضرت
یافتند...... و حضرت خواجه نیز با آن جناب کمال تواضع پیش می
آمدند و رعایت خاطر می کردند و درین ایام باشارت بزرگان
چاشنی خلوت بمذاق ایشان شیرین آمده پای بدامان
آرامیدگی پیچیده بود از تدریس علم حدیث و تلقین نیازمندان
و افاده طالبان اشتغال داشتند و خاص و عام را از برکات
انفاس شریفه خود محظوظ و مسرور می گردانند و پیوسته بتصنیف
کتب نافعه مشغول اند و در علوم عقلی و نقلی مصنفات دارند و

تصانیف ایشاں بسیار است تمام تصانیف صغیر و کبیر قریب بہ صد رسیدہ (۱)

وفات ابو المجد حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۰۰ھ میں حجاز سے واپس آئے اور اس وقت سے آخر دم تک سرگرم عمل رہے باون سال تک مسلسل سرگرم عمل رہ کر دلی کے اس فقیر گوشہ نشیں نے ۲۳ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو چورانوے سال دو مہینے کی عمر میں (۲) وفات پائی برد اللہ مضجعہ واسکنہ فی جوار رحمتہ (۱)

مقبرہ محدث دہلوی کا مقبرہ آج بھی حوض شمسی کے کنارے موجود ہے اور اہل علم و اہل دل کی زیارت گاہ ہے ہزار د تبرک بمقبرہ۔ سر سید احمد خاں مرحوم نے آثار الصنادید میں اس مقبرے کا نقشہ دیا ہے اور وہ عبارت درج کی ہے جو برج کی دیوار پر لکھی ہوئی موجود

---

(۱) کلمات الصادقین نسخہ قلمی ص ۸۸

---

(۲) خوانی خاں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ شیخ نے ایک سو سال سے زیادہ عمر پائی اسی طرح بعض قطعۂ تاریخ لکھنے والوں نے یہی غلطی کی ہے۔ یہ بات بالکل محقق ہے کہ حضرت شیخ کی پیدائش ۹۵۸ھ میں اور وفات ۱۰۵۲ھ میں ہوئی اس لئے شیخ کی عمر ایک سو سال سے زیادہ بتانا قطعاً غلط ہے۔

ہے۔ کہنے کی وہ عبارت علامہ آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں نقل کی ہے اور سبحۃ المرجان میں اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے انہوں نے حضرت شیخ کے تذکرے میں اسی پر اکتفا کیا ہے۔ عبارت یہ ہے۔

مجملے از احوال کرامت منوال این شیخ وقت مقتدائے زمان صاحب المفاخر ابو المجد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ آنکہ از مبادی شعور بطاعت حق وطلب علم کمر بستہ نزدیک بآوان بلوغ اکثر علوم دین تحصیل کرد ودر سن بست ودو سالگی از ہمہ آن فارغ شدہ وکلام مجید از بر گرفتہ بر مسند افادہ نشست وہم در عنفوان جوانی جاذبہ الٰہی دررسید یک بار دل زیارت و دیار برکندہ متوجہ حرمین محترمین گشت مدتے مدید بآن مقامات شریفہ اقامت ورزیدہ با قطاب زمان واولیائے کبار صحبت ہا داشتہ بود از جمہ در خصمت ارشاد وطالبات اختصاص یافت وعلاوہ آن تکمیل فن حدیث نمودہ با برکات فراوان بوطن مالوف مراجعت فرمود ومدۃ پنجاہ ودو سال بجمعیت ظاہر وباطن تمکین یافتہ تکمیل فرزندان وطالبان بجا آورد وبہ نشر علوم سیما علم شریف حدیث پرداختہ بر نہجے کرد دیار عجم احدے را از علمائے متقدمین و متاخرین دست ندادہ است ممتاز ومستثنی گردید ودر فنون علمیہ خاصہ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد۔ چنانکہ علمائے زمان عشاء ورزیدہ دستور العمل خود دارند واہل دانش از خواص وعوام بجان خریداری می نمایند۔ تصانیف این نیاضی دالا از صغیر وکبیر بصد مجلد

و بحسب شمار ابیات پانصد ہزار رسیدہ است در محرم سنہ ۹۵۸ ہجری ایں نور انظم پرتو ظہور بعالم عنصری داد و در سنہ ۱۰۵۲ ہجری بتمام آگہی و کشادہ پیشانی بعالم قدس خرامید تاریخ ولادت "شیخ اولیاء" ۹۵۸ھ تاریخ رحلت "فخر العالم" ۱۰۵۲ھ است فقط

صاحب آثار الصنادید نے لکھا ہے کہ یہ مقبرہ حضرت شیخ کی وفات کے بعد تعمیر ہوا ہے اور الیٹ نے اپنی تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق خود اپنے بنائے ہوئے مقبرے میں مدفون ہوئے۔" واقعات حکومت دہلی" میں ہے۔

مرآۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ مہابت خاں سپہ سالار افواج شاہجہانی نے یہ مقبرہ شیخ کی زندگی میں تعمیر کرایا اور جب تعمیر کیا جا چکا تو شیخ کو خبر پہنچائی کہ مقبرہ تیار ہے شیخ نے جواب دیا کہ ہم بھی تیار ہیں۔ مہابت خاں کو شیخ کے ساتھ عقیدت مفرط تھی (۱) حضرت شیخ کا گنبد ۱۷ - ۳۲ مربع ہے دروازہ ایک ہی طرف جنوب رویہ ہے یہ گنبد ایک خوشنما باغ اور پرفضا مقام پر واقع ہے اب بھی بہت سے درخت باقی ہیں گنبد میں

---

(۱) مہابت خاں کا انتقال سنہ ۱۰۴۴ھ میں ہوا ہے (مآثر الامرا) اور حضرت شیخ کی وفات سنہ ۱۰۵۲ھ میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ مقبرہ وفات سے آٹھ سال پہلے کا بنا ہوا ہے راقم الحروف کے نزدیک مرآۃ الحقائق کا یہ بیان تحقیق طلب ہے۔

نہ صرف آپ کا مزار ہے لیکن اس کے صحن میں آپ کی آل اولاد کی بہت سی قبریں ہیں آپ کی اولاد چونکہ دلی میں موجود ہے اور ہر سال مقبرہ کی نگرانی اور مرمت کرتی رہتی ہے اس لئے مقبرہ اچھی حالت میں ہے۔ مقبرہ کی عمارت بالکل سادہ ہے اس میں کوئی تکلف نہیں کیا گیا لیکن اس سادگی کے باوجود اس میں ایسی کشش ہے کہ انسان وہاں عجیب لطف و سرور حاصل کرتا ہے۔ گنبد کے سامنے ایک دو منزلہ سہ درہ دالان بطور خانقاہ کے ہے جس کا بیچ کا حصہ گر گیا ہے (۱)

نواب صدیق حسن خاں صاحب اتحاف النبلا میں رقم طراز ہیں۔

کاتب حروف بزیارت مرقد شریف مکرر فیض یاب شدہ دکشش عجیب و دل بستگی غریب دراں مقام یافتہ (۲)

---

(۲) واقعات حکومت دہلی ج ۳

(۳) عنفوان شباب میں راقم سطور نے بھی شیخ کی قبر پر حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔

شیخ عبدالحق کا زمانہ

سب سے پہلے راقم الحروف محدث دہلوی کے عہد کی تھوڑی سی تفصیل پیش کرنی چاہتا ہے تاکہ ان کے کارناموں کی قدر و قیمت اور ان کا صحیح دینی موقف معلوم ہو۔ شیخ عبدالحق نے مغلیہ دورِ حکومت کے تین عظیم الشان بادشاہوں کا زمانہ پایا ہے، اکبر کی تخت نشینی کے وقت حضرت شیخ کی عمر دو مہینے کم پانچ سال کی تھی اور جب ان کا انتقال ہوا تو شاہ جہاں کی حکومت کا سولہواں سال تھا۔ تقریباً ۹۸۵ھ میں شیخ نے دین کی تعلیم سے فراغت پائی تھی۔ اس وقت تک اکبر ایک صوفی منش بادشاہ تھا، اس کے دو تین سال بعد اس کے مزاج میں انحراف اور بے دینی پیدا ہونی شروع ہوئی اور جب نو سو نوے اور چھیانوے کے درمیان شیخ پورے پہنچے تو وہ بچا ملحد ہو چکا تھا، ابوالفضل اور ابوالفیض کے اقبال کا پھریرا لہرا رہا تھا اور دین داری و پرہیزگاری سرِ دربار و سرِ بازار رسوا کی جا رہی تھی۔ اکبر کے الحاد و بے دینی کے خلاف جن لوگوں نے علی الاعلان لب کشائی کی تھی وہ اپنی جزا پا چکے تھے، ملا محمد یزدی نے جو ایک شیعی عالم اور جونپور کے قاضی القضاۃ تھے علی الاعلان بادشاہ کی بے دینی اور اس پر جہاد کا فتویٰ دیا تھا، بنگال کے قاضی القضاۃ نے بھی یہی صدا لگائی جس کی سزا ان دونوں کو یہ ملی کہ ٹوٹی ہوئی کشتی میں بٹھا کر دریا میں ڈبو دیئے گئے۔ قاضی یعقوب کو بھی اسی طرح ختم کیا گیا

شیخ سلیم چشتی کے صاحبزادے مولانا بدرالدین کو بھی ستایا گیا یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر حجاز چلے گئے، قطب الدین خان کوکہ اور شہباز خان کمبوہ پر بھی جوتیاں پڑیں، خواجہ شاہ منصور کو مرزا حکیم، حاکم کابل سے خط وکتابت کے جرم میں پھانسی دی گئی، غرض جن لوگوں نے بادشاہ کے خلاف لب کشائی کی یا اس کو تخت سے اتار دینے کی تحریک کے موید پائے گئے ان کو چن چن کر ختم کیا گیا اور جب مخالفوں کی طاقت ٹوٹ گئی تو اکبر کوس انا ولاغیری بجانے لگا ہم ان تمام مردان حق کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں جنہوں نے اس بے دینی کے خلاف لب کشائی کی اور اس راہ میں ستائے گئے، شہید کئے گئے۔ ان کی حمیت دینی ہمارے لئے درس عبرت ہے، اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ یہ حالات تھے جب حضرت شیخ نے فتح پور میں قدم رکھا، انہیں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ جس جگہ وہ آئے ہیں وہ دین و تقویٰ کا مقتل ہے۔ انہوں نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ الحاد اور بے دینی کا یہ سیلاب کن سرچشموں سے امڈ رہا ہے، جب تک ان سرچشموں کو بند نہ کیا جائے اور لوگوں کے خیالات و عقائد میں تبدیلی پیدا نہ کی جائے اس کے خلاف علی الاعلان لب کشائی کر کے جان تو دی جا سکتی ہے لیکن اس سیلاب کو نہیں روکا جا سکتا، اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی اور وہ فتح پور سے نکل آئے۔ کچھ دنوں کے بعد یک بینی و دو گوشی سفر حج پر روانہ ہو گئے، کئی سال حجاز میں رہ کر انہوں نے دین کو اس کے اصل سرچشموں۔ کتاب وسنت۔ سے حاصل کیا اور اس علم سے

آراستہ ہوکر بشارت نبوی سے سیراب ۱۰۰۰ھ میں وطن کی طرف لوٹے، ہندستان پہنچتے ہی انہوں نے اپنے وطن مالوف دلی کے ایک گوشے میں قال اللہ و قال الرسول کی مسند بچھائی۔ قلم سنبھالا اور مسلمانوں کے خیالات وعقائد میں تبدیلی پیدا کرنے کا کام پوری تن دہی کے ساتھ شروع کر دیا۔ اکبر کے الحاد کی حد یہ تھی کہ وہ براویت بدایونی قرآن و حدیث کے درس اور عربی کی تعلیم کو بھی برا سمجھنے لگا تھا لیکن حضرت شیخ نے اس کی کچھ پروا نہ کی کہ ان کے مشن کا تقاضہ ہی یہ تھا، ایک طرف انہوں نے زبان سے کتاب و سنت کا علم پھیلانا شروع کیا اور دوسری طرف قلم سے امرائے سلطنت کی اصلاح اور انہیں ترویج دین کی سعی کے لئے برانگیختہ کرنا شروع کیا، تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دین الہٰی اکبر شاہی نے رواج عام نہیں پایا تھا اور خود اس کے امرائے سلطنت میں بہت سے امرا دین اسلام پر عقیدۃً قائم تھے اور اکبر کے ظالمانہ دباؤ کی وجہ سے خاموش تھے۔ لیکن وہ موقع کی تاک میں لگے ہوئے تھے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خود بادشاہ کی اسلام دشمنی نے ہندستان میں اسلامی تہذیب کو بہت نقصان پہنچایا اور مسلمانوں کو بے انتہا ذلیل کیا راقم اکبر کی بے دینی کے وجوہ و اسباب اور تکلیف دہ واقعات کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا اس کے لئے ملا عبد القادر بدایونی کی تاریخ پڑھنی چاہئے۔

فیضی اور ابوالفضل کی موت کے بعد اکبر کے دماغ میں دین الہٰی کا جو جنون سما گیا تھا اس میں کمی آنے لگی اور دین دار امرا کا اثر بڑھنے لگا،

ان امراءمیں عملی شیخ فرید کا نام سب سے زیادہ ممتاز نظر آتا ہے، اکبر کی زندگی کے آخری دور میں وہ اس کے معتمد ترین امراء میں تھے اور مخلص مسلمان تھے (ان کے مزید حالات آئندہ صفحات میں اپنی جگہ آئیں گے) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ان کے گہرے تعلقات قائم تھے۔ حضرت شیخ نے ان کے نام جو مکاتیب یا یوں کہئے کہ مستقل رسالے لکھے ہیں ان میں نہ صرف یہ کہ صحیح اسلام اور صحیح تصوف کو پیش کرکے تصحیح عقائد کی سعی کی ہے بلکہ ترویج دین اور اقامت سنت کی اہمیت بین اور واضح الفاظ میں پیش کی ہے اور انہیں بتایا ہے کہ ترویج دین سے بڑی کوئی اور سعادت انسان کے لئے نہیں ہوسکتی، اسی طرح اکبری فوج کے سپہ سالار نواب عبدالرحیم خان خاناں کے نام جو خطوط انہوں نے لکھے ہیں وہ بھی اس کے شاہد ہیں کہ حضرت شیخ نے نواب کی حمیت دینی کو ابھارنے کی علانیہ کوشش کی ہے اکبر کی زندگی کے آخر دور میں دین الٰہی کے تمام اساطین ایک ایک کرکے ختم ہوچکے تھے اور دیندار امراء کا اثر بڑھ گیا تھا اس کے خاص معتمدین اور مصاحبوں میں شیخ فرید جیسے اسلام دوست امراء داخل ہوچکے تھے اس لئے یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ اکبر کے خیالات پر اس کا ضرور اثر پڑا ہوگا۔

اور اسے اپنی حکومت کے ابتدائی دور یاد آئے ہوں گے، تاریخ جب ہمیں بتاتی ہے کہ اکبر مسلمان مرا اور اس نے کلمۂ شہادت پڑھ کر جان دی تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا، جہانگیر کی اس تزک کے علاوہ جو مشتبہ سمجھی جاتی ہے ہمیں سفرنامہ سر تامس راؤ اور پرتگیز پادری بوتیلو کا بیان بھی یہ بتاتا ہے کہ اکبر دین محمدی

پروفیسر(۱) پروفیسر شری رام شرما نے اپنی انگریزی تصنیف "مغلوں کی مذہبی پالیسی"(   )

میں بالتفصیل اکبر کو مسلمان ثابت کیا ہے(۲) جب ہمیں یہ تاریخی ثبوت مل رہے ہیں تو پھر ہم ایک ایسے شخص کی کافرانہ موت پر کیوں اصرار کریں جس نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ سیدھے سادے صوفی منش مسلمان کی طرح بسر کیا تھا، اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اکبر نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے دین الٰہی اکبر شاہی کو ختم کر دیا تھا اور بے دینی و اسلام دشمنی کا جو سیلاب اس کی ذات سے امڈا تھا اس کا رخ اس نے خود موڑ دیا تھا، اکبر کی موت کے بعد اگر خسرو اس کا جانشین ہو جاتا تو معلوم نہیں حکومت کا رنگ پھر کیا ہوتا، یہاں بھی شیخ فرید کا اثر، ان کی دین داری و بہادری کام آئی اور جب شاہزادہ سلیم نے ان کے گھر میں پناہ لی تھی اسے ۔۔۔، انہوں نے جہانگیر بنا کر چھوڑا، جہانگیر نے تخت نشیں ہوتے ہی ازسر نو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سکہ رواں کر دیا اور اس طرح ان تمام لوگوں کی آرزو سعی بار آور ہوئی جو اکبر کی بے دینی کے خلاف صف آرا تھے ان میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ذات گرامی صفات بھی تھی جو ۔۔۔ سے اس کام میں لگے ہوئے تھے اکبری الحاد کے خاتمہ اور سلطنت کے انقلاب میں حضرت شیخ کی کوششوں کو بھول جانا بعید از انصاف ہے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ اس

---

(۱) رود کوثر شیخ محمد اکرام آئی سی ایس (۲) رود کوثر ۱۲

انقلاب میں حصہ لیا بلکہ پھر حکومت کی صحیح تعمیر کے لئے اصول کار اور قوانین مرتب کئے اور اپنی اس کتاب کو جہانگیر کے نام منسوب کیا۔ راقم الحروف یہاں غلام حسین طباطبائی کے ایک تاریخی جھوٹ کا پول کھولنا چاہتا ہے جنہوں نے نہ معلوم کس مقصد سے اپنی تاریخ میں لکھ دیا کہ :۔

مذہب الٰہی کہ آسائش غیر متناہی خلق دران بود تا عہد جہانگیر رواج داشت باز از عہد شاہ جہاں تعصب شروع شدہ در عہد عالمگیر شدت پذیرفت (۱)

یہ ایک صریح کذب ہے جس کو حکومت جہانگیری کا ہر واقف اول نظر میں محسوس کر لیتا ہے، جہانگیر نے اپنے ابتدائی سہ سالہ دور حکومت کا روزنامچہ خود بدست خاص مرتب کیا ہے اور اس کا ایک نادر الوجود مستند ترین نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے اس نسخہ کو شاہزادہ محمد سلطان نے حیدرآباد میں قطب الملک کے کتاب خانے سے حاصل کیا تھا وہ اس نسخے کی ابتداء میں خود لکھتا ہے۔

این کتاب جہانگیر نامہ را حضرت جنت مکانی خود تصنیف نمودہ اند وللہ الحمد کہ در وقت فتح حیدرآباد از کتاب خانہ قطب الملک گرفتہ شد۔

حررہ محمد سلطان

اس سے زیادہ مستند ثبوت اور کیا ہوگا جس سے معلوم کیا جائے کہ جہانگیر

---

(۱) سیر المتاخرین صفحہ ۱۴۴ ج ۱

نے اپنے باپ کے دین الٰہی کو باقی رکھا تھا یا تخت پر بیٹھتے ہی اپنی حکومت کو مسلمان کی حکومت بنا دیا تھا۔

سب سے پہلے ان بارہ احکام کو دیکھنا چاہیے جو جہانگیر نے اورنگ نشین ہوتے ہی جاری کئے تھے۔ لکھتا ہے۔

دوازدہ ضابطہ مقرر فرمودم کہ در ممالک محروسہ جمیع بندگان دولت خواہان آں احکام را دستور العمل سازند۔

راقم یہاں چند احکام نقل کرتا ہے۔

(۱) بجاگیرداران تاکید نمودم کہ ہر جا ویرانہ باشد در ہر راہ مسجدے و سرائے عالی بسازند تا مسافران بفراغت آمد و شد کنند۔

یہ سرا اپنے پرکس دین کا مرکز تیار ہو رہا تھا؟ کن مسافروں کی عافیت مد نظر تھی اور عافیت کے لئے تو صرف سرا کافی تھی یہ اس کے ساتھ مسجدیں کیوں بنوائی جا رہی تھیں؟

(۲) دیگر شراب نسازند و نفروشند۔

یہ شراب کا کاروبار کس شریعت اور کس دین کی پیروی میں بند کیا جا رہا ہے؟ دین الٰہی میں شراب حلال کر دی گئی تھی اور اس طرح کہ خود شاہی قلعہ کے دروازہ پر اس کی دکان کھلوائی گئی تھی، نوروز کی مجلسوں میں قاضی اور مفتی بھی مجبور قدح نوشی تھے۔ ہر کوچہ و بازار مینا کی قلقل اور ساغر کی کھنک سے گونج اٹھا تھا شاید کوئی کہے کہ ممانعت شراب سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حرمت کی وجہ سے بند کی گئی تھی، ممکن ہے مضر صحت ہونے کی وجہ سے روکی گئی ہو جیسے

آج غیر مسلم حکومتیں بھی ایسا کر رہی ہیں اس کے لئے جہانگیر کا وہ بیان پڑھنا چاہیئے جو وہ اپنی شراب خواری پر خود دیتا ہے وہ اپنی داستان شراب نوشی درج کرتا ہوا لکھتا ہے۔

و دریں ایام محض برائے گوارش طعام می خورم و طعام خوردن من منحصر بیک وقت شدہ و آں ہم بروز خوردن شراب اشتہائے یک وقت است و چوں آدمی بالکل مشرب زندہ است لاعلاج ترک خوردن شراب بالکلیہ نمی توانم نمود و الا در خاطر ہست کہ از درگاہ الٰہی مراد ہمت گیرند و بتوبہ نصوح موفق گردم و پدر کلان من در سن چہل و پنج سالگی بتوبہ نصوح موفق شدہ بود انشاء اللہ مارا ہم توفیق ایں روئے دہد۔

کیا یہ شراب کو مباح سمجھنے والے اور دین الٰہی اکبر شاہی کے پیرو کا بیان ہوسکتا ہے؟ یہ اپنے جرم پر ندامت اور اللہ سے توفیق طلبی و امیدواری کس دین کی علامتیں ہیں؟

(۳) دیگر ہیچ کس گوش و بینی کسے را نبرد بگناہ او۔

مجرموں کی ناک اور کان کاٹنا جو پہلے رواج پذیر تھا کس شریعت کی بنیاد پر روکا جا رہا ہے؟

اگر میں صاحب سیر المتاخرین کے جواب کے لئے اس تزک جہانگیری سے حوالے دیتا جوان کے ہم عقیدہ مرزا ہادی نے مرتب کیا ہے تو مضائقہ نہ تھا لیکن میں نے مزید احتیاط و استناد کے لئے ارادہ کر لیا ہے کہ اسی جہانگیر نامہ سے

سے ہو۔ ایسے دو جو خود جہانگیر کا بنا مرتب کیا ہوا ہے۔

ان چند احکام کے بعد اب یہ دیکھئے کہ جہانگیر نے اپنی حکومت میں کیسا اور کس کا سکہ چلایا، اپنے سکوں کی تفصیل کرتا ہوا اپنے اس حکم کو لکھتا ہے

و سنہ جلوس نویسند در روئے دیگرش ضرب آں ولایت و شہر
و لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

کیا اس کے بعد بھی دین الٰہی اکبر شاہی کے خاتمہ و بطلان میں شک رہ جاتا ہے؟ کیا یہ سکہ جاء الحق و زھق الباطل کا نقش پائیدار نہیں؟ آج بھی یہ سکہ بطور تاریخ یادگار دنیا میں موجود ہے جس کا نقش لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور نقش سن ہجری پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں دین محمدی کا سکہ ہوں۔ مجھے دین الٰہی اکبر شاہی سے کوئی تعلق نہیں۔

یہاں یہ بات مجھے صاف کر دینی چاہیئے کہ صاحب سیر المتاخرین نے مذہب الٰہی کی جو تشریح کی ہے وہ یہ ہے کہ دین الٰہی اکبر کی محض صلح کل پالیسی کا نام ہے جس کی رو سے ہر مذہب و ملت کا آدمی اس کے حدود حکومت میں آرام اور عافیت سے زندگی بسر کرتا تھا اور کسی کو اس کے مذہب کی بنا پر ناحق نہیں ستایا جاتا تھا اگرچہ دین الٰہی کی یہ تشریح بالکل غلط ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر دین الٰہی صرف یہی ہے تو کیا شاہجہاں کے عہد میں یہ پالیسی قانوناً ختم کر دی گئی تھی اور کیا اس کے حدود حکومت میں غیر مسلموں کو پناہ نہیں ملتی تھی اور کیا دین اسلام اپنے حدود حکومت میں غیر مسلموں کو پناہ نہیں دیتا اور ان کے ساتھ عدل و انصاف نہیں کرتا کہ ایک نئے دین الٰہی اکبر شاہی کی

ضرورت پڑی؟

آئیے اب ذرا جہانگیر کے عقائد و اعمال کی ایک جھلک دیکھیں۔ وہ ہندوؤں کے ایک عقیدے کا ذکر کرتا ہے پھر اس کے کذب کے ثبوت کے لئے اپنی تدبیر لکھتا ہے پھر اپنے جذبۂ درون کو فاش کرتا ہے۔

چوں اینہا می گفتند کہ یک کرامات بت ما آنست کہ ہر چہ آنجا بمیرد بہ بہشت می رود و یک دلیل بہشت رفتن اینست کہ ہر کسے را در آنجا خاک می کنند طرف گوش چپ او بخود بخود سوراخ می شود دریں معنی بسیار غلو داشتند اگر چہ من اصلاً باور نمی کردم و ما می خواستم کہ دروغ اینہا را بر اہل عالم ظاہر سازم معتمدے را فرستادم تا تحقیق نمود سراسر دروغ برآمد۔

پنڈتوں کے ساتھ اس کا جو ایک مناظرہ ہوا ہے اسے ملاحظہ کیجئے

دیگر شبے از تبدیلیاں کہ عبارت از دانشوران ہندو است پرسیدم کہ اگر مراد شما ازیں بتہا ذات مقدس حق تعالیٰ است ایں خود محال است و عقل قبول نمی کند چرا کہ حق تعالیٰ مرئی نمی شود و از طول و عرض و جسم و سطح منزہ است و در نظر در نیاید و اگر بظہور نور الٰہی است دریں اجسام، آں خود در جمیع موجودات ساری است چنانچہ از درختے آواز انی انا اللہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام شنیدند و اگر مراد اثبات صفتے است از صفات الٰہی پس دریں صورت نیز تخصیص درست نگشت زیرا

که در هر دین صاحب معجزه و کرامت هستند که از دیگر مردم بدانش
و قدرت و حالت ممتاز اند پس اگر شما این ده پیکر را معبود
خود می دانید باید که هر کدام نیز بهر خود معبود شما باشند و این
بدیهی است که پرستش خاصه بر خدائے راست تعالیٰ و تقدس
که شریک و عدیل ندارد بیدلیان رد و بدل بسیار کردند آخر
عقلائے آنها بعجز معترف شدند و بخدائے منزه از شریک
و نظیر اقرار آوردند و گفتند این قدر هست که چون فکر و اندیشه
ما با دراک ذات مقدس ناقص است بے وسیله ایشان
راه بمعرفت او نمی بریم من گفتم که آخر کار این پیکر ها شما را
کے وسیله مقصود توانند بود ۔

اس مناظرے کو پڑھیے اور غور فرمایئے، اگر اس مناظرے سے جہانگیر کا نام ہٹا دیا جائے تو کیا کوئی تمیز کر سکتا ہے کہ یہ کسی فلسفی عالم دین کا مناظرہ ہے یا کسی غیر عالم بادشاہ کا؟ بلکہ اگر راقم الحروف یہ کہے تو غلط نہ ہوگا کہ آج بہت سے مدعیان تصوف و اسلام کے دماغ میں بھی توحید کا ایسا صاف اور نکھرا تصور موجود نہیں جہانگیر ہر شب جمعہ علماء و صلحا کی مجلس منعقد کیا کرتا اور اس میں خود شریک ہوا کرتا تھا، لکھتا ہے ۔

در شب جمعه با علما و صلحا و سایر اهل سعادت صحبت می دارم
پیش از بادشاه شدن بیک سال بخود قرار دادم که در شب
جمعه اصلا هیچ وجه شراب نخوردم و از درگاه الهی امیدوارم که تا حیات

باقی باشد باین قرار استقامت بخشند۔

اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ جمع کرائے تھے اور پابندی سے ان کا ورد رکھتا تھا۔

د بہ بعضے از اہل سعادت گفتم کہ منفردات اسمائے الٰہی

کہ دریافتن آسان باشد جمع نمایند بہ ترتیب حروف ابجد

مرتب ساختہ آوردند و آں را ورد دائمی خود ساختہ ام

ایک گردن زدنی مجرم کی خطا معاف کرتا ہے دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ اس کی معافی کا سبب کیا ہے؟

و در مدت عمرش یک روزہ ماہ رمضان و یک نمازش قضا

نشدہ بود بنابراں از سرکشتن او در گذشتہ گناہ او را بخشیدم

اکبر کا کوکہ خان اعظم کس مرتبے کا امیر تھا معلوم ہے اس کا بیٹا خون کے ایک مقدمے میں حاضر کیا جاتا ہے اس کے متعلق جہانگیر کا فیصلہ پڑھیے

فرمودم او را با مدعی نزد قاضی و میر عدل برند و ہر چہ از روئے

شرع باد اقرار گیرد بفعل آرند

آصف خان کے محاسن و عیوب لکھ رہا ہے اس کا ایک عیب کیا ہے؟

و عیب دیگر آنکہ ہرگز نماز نمی گزارد و می گفت در عذر ایں

گناہ کہ وسواس می دارم و مرا وسواس از نماز باز داشتہ

ہندوؤں کی رسم "ستی" اور ان کی حمیت جاہلیت کی تفصیل کرکے آخر میں لکھتا ہے۔

اگر خواہم ہمہ را مسلمان گردانیم ممکن نیست مگر وقتے کہ کشتہ شوند
چوں محال است در آخرت خدائے تعالیٰ در دوزخ سزائے
اینان تواند مرا تقتل عالم چہ کار۔

یہ جہانگیر کے ابتدائی سہ سالہ حکومت کے روزنامچہ کے چند اقتباسات ہیں اگر راقم الحروف اسی طرح لکھتا چلا جائے تو ایک الگ رسالہ تیار ہو جائے یہ جو کچھ لکھا گیا وہ ایک منصف مزاج کیلئے کافی ہے یہ صحیح ہے کہ جہانگیر عملی اعتبار سے پکا مسلمان نہ تھا وہ شراب خواری میں مبتلا تھا اور احساس جرم و ندامت کے باوجود آخر تک شراب اس سے نہ چھوٹ سکی اس کے علاوہ اس کی اور چیزیں بھی شرعاً درست نہ تھیں لیکن یہ بات قطعاً غلط ہے کہ وہ دین الٰہی اکبر شاہی کا ماننے والا یا اس کو اپنی حکومت میں رائج رکھنے والا تھا۔ راقم الحروف کو تعجب اس وقت ہوا جب دیکھا کہ ہمارے ایک مشہور اہل قلم عالم دین اور محترم بزرگ نے الفرقان بریلی کے مجدد الف ثانی نمبر میں صاحب سیر المتاخرین کی مذکورہ تحریر کو قبول کر کے اپنے طویل مقالے کی بنیاد اس پر رکھی ہے قطع نظر اس کے وہ تحریر تاریخی اعتبار سے بالکل غلط ہے ہمارے فاضل احترام بزرگ نے اس پر بھی نظر نہ کی کہ صاحب سیر المتاخرین نے جہانگیر کے پورے دور حکومت کو دین الٰہی کے آغوش باطل میں دیدیا ہے حالانکہ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے قلعہ گوالیار سے نکلنے کے بعد سلطنت کا نقشہ بدل دیا تھا حضرت مجدد رحمہ اللہ ۱۵ سنہ جلوس میں جیل سے باہر

آئے تھے، کیا اس کے بعد بھی جہانگیر دین رہا جہاں پہلے تھا؟ اور کیا اس کے بعد بھی اس کی حکومت میں دین الٰہی ہی کا ڈنکا بجتا رہا۔؟ اصل یہ ہے کہ علوم نہیں کس بنیاد پر حضرت مجدد کے تذکرہ نگاران کے کارنامے کو اکبر کے دین الٰہی کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے دین الٰہی کے خلاف جہاد کیا تھا یہ بات تاریخی اعتبار سے قطعًا نا درست ہے، امام ربانی قدس سرہٗ کا مجاہدانہ کارنامہ، اقامت سنت اور رد بدعت کے ساتھ ان کا بے انتہا شغف، اسلام کے ساتھ ان کی پرجوش محبت، ان کی حق پرستی و حق دوستی اور ان کا تقوی اور طہارت اپنی جگہ آفتاب کی طرح روشن اور ثابت ہے لیکن عقیدت مندی کی یہ کونسی قسم ہے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ ایسے واقعات منسوب کئے جائیں کہ تاریخی اعتبار سے ان کا غلط ہونا ثابت ہو، جہانگیر کے ساتھ ان کے تصادم کی بڑی سے بڑی وجہ جو لکھی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے دربار کی رسم سجدہ یا رسم پابوس ادا کرنے سے صاف انکار کیا تھا لیکن کیا دین الٰہی اکبر شاہی صرف اسی رسم سجدہ کا نام تھا؟ اور کیا مسلمان بادشاہوں کی تاریخ میں یہ رسم ایک ایسی بدعت تھی جو اکبر اور جہانگیر سے پہلے نہ کی گئی ہو؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس بدعت کے خلاف امام ربانی کا اقدام مجاہدانہ کارنامہ تھا جو انہیں جیسے مردان حق کو نصیب ہوتا ہے لیکن اس کارنامہ کو دین الٰہی اکبر شاہی کے ساتھ جوڑنا جو اکبر کی موت کے ساتھ ختم ہو گیا تھا عقیدت کی نگاہ میں درست ہو تو ہو تاریخ کی نظر میں صحیح نہیں تاریخ میں یہ بھی ثابت نہیں

ہے کہ امام ربانی کے اس مجاہدانہ اقدام کے باوجود جہانگیر کے دربار میں یہ رسم جاری رہی، شاہ جہاں نے اپنے عہد میں اسے ختم کیا قرینہ غالب یہ ہے کہ خود حضرت مجدد اور دیگر علما کو جہانگیر نے اس رسم سے مستثنیٰ کر دیا ہو گا۔ راقم نے اس بحث کو تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ اس لئے لکھا کہ اس کا تعلق شیخ عبد الحق کے عہد سے تھا اور ضرور تھا کہ صاحب سیر المتاخرین کی غلطی واضح ہو۔

جہانگیر کی تخت نشینی کی وجہ سے اتنا فائدہ ہوا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اور اسلام کی روبمرگ حالت سنبھل گئی کیونکہ دین الہٰی قانونی اور شاہی حیثیت سے ختم ہو گیا لیکن اکبر کے عہد میں ملحد فلسفیوں دین فروش عالموں اور مکار صوفیوں کے پھیلائے ہوئے فتنے ایسے نہ تھے کہ فوراً ان کا خاتمہ ہو جاتا عقائد خیالات میں، اقوال و افعال میں، اعمال و احوال میں جو عام گمراہیاں سرایت کر گئی تھیں ان کے رد و ابطال کے لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ کتاب و سنت کا نور جس قدر پھیلایا جا سکے پھیلایا جائے اور ایسا صالح لٹریچر مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے جو ان کی ذہنیت میں تبدیلی پیدا کرے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے زندگی بھر یہی کام کیا لیکن جہانگیر کے عہد میں جہاں تک اس کام کا تعلق ہے امام ربانی مجدد الف ثانی نے محدث دہلوی سے زیادہ مجاہدانہ عزم و جوش کے ساتھ یہ خدمت انجام دی حضرت مجدد کے مکتوبات پڑھنے کے بعد حضرت شیخ کے مکاتیب و رسائل مطالعہ کیجئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک طرف اقامت سنت

اور رد بدعات کا پرجوش سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور دوسری طرف آہستہ خرام ہوتے نہر ہے جو ہولے ہولے بہ رہی ہے۔ راقم الحروف کے لئے حضرت مجدد کے مکتوبات اور حضرت شیخ کی تصنیفات دونوں ہی سرمایۂ سعادت ہیں۔

"تصوّف"

تصوف درحقیقت علم تزکیۂ نفس اور علم "احسان و یقین" کے سوا کچھ نہیں۔ تزکیۂ نفس دین کے مہمات میں سے ہے اور اسلامی زندگی کے فرائض میں اہم ترین فریضہ ہے کیونکہ اس کے بغیر دین کا کوئی فریضہ اس کی روح اور اسپرٹ کے ساتھ ادا نہیں کیا جا سکتا اسی لئے منصب نبوت کے فرائض میں سے ایک فریضہ "و یزکیہم" یعنی حلقہ بگوشان اسلام کے نفوس کو برے عقائد۔ برے خیالات اور برے خصائل سے پاک کرنا بھی ہے۔ "تزکیۂ نفس اور حصول احسان و یقین کے اصول نہ صرف یہ کہ نبی عربی فداہ امی وابی کی تعلیمات میں موجود ہیں بلکہ قرآن کریم نے بھی اس کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اسی تزکیۂ نفس اور احسان و یقین کو عہد صحابہ کے بعد کے لوگوں نے تصوف کے نام سے موسوم کر دیا عہد صحابہ تک اسلامی علوم و فنون الگ الگ ناموں کے ساتھ مرتب و مدون نہ ہوئے تھے یہ ترتیب و تدوین بعد کو شروع ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حضرت

عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ذکر میں تحریر فرماتے ہیں۔

اما توسع فاروق اعظم در علوم احسان دیقین کہ الیوم باسم علم تصوف و علم سلوک مشہور شدہ بیش از آنست کہ استیعاب آن مرجو باشد و مارا مناسب می نماید کہ بعض مباحث این فن بنویسیم در رسالہ علحدہ سازیم تا موجب ترتب دو فائدہ باشد۔ معرفت قدر فاروق و معرفت آنکہ این علوم از خلفا ثابت شدہ نہ بدعتے است کہ من بعد پدید آمد کما ظن من لیس لہ نصیب فی علوم الحدیث (ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۱۴۲)

جب تک عربی میں یونان کا گمراہ کن فلسفہ منتقل نہ ہوا تھا اس وقت تک تصوف بھی اپنی سادہ اور بے میل شکل میں موجود رہا لیکن اس فلسفہ کی ترویج و اشاعت کے بعد تصوف بھی اس کی آمیزشوں سے محفوظ نہ رہ سکا اور فلسفیانہ نظریات طریقۂ بیان اور طرز تربیت و تعلیم اس میں راہ پانے لگی۔ یہاں تک کہ اس کی آخری تان نظریہ وحدۃ الوجود پہ ٹوٹی بہت سے حق پرست صوفیا و مشائخ نے بھی جو علوم و فنون کے ماہر تھے جب تصوف پر کتابیں مرتب کیں تو ان کو فلسفیانہ نظریات و اصطلاحات سے بھر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرقۂ باطنیہ اور دوسرے اہل ہوا و ہوس نے ان کتابوں کی آڑ لے کر دین میں نئے نئے عقیدے اور نئے نئے فتنے گھڑنے شروع کر دیے اور تصوف

کے نام پر ہزاروں کو گمراہ کر ڈالا۔ جب اہل حق نے یہ فتنہ آرائی دیکھی تو اس کی تردید اور سدباب کے لئے محاذ قائم کئے۔ ہر زمانے میں اہل حق کی ایک جماعت نے تصوف کی اُن آمیزشوں اور اباطیل کو رد کر کے اصل تصوف کو میل کچیل اور کوڑا کرکٹ سے پاک کرنے کا کام کیا ہے۔ ہندستان میں جب مسلمانوں کے قدم پہنچے تو ان کے ساتھ ساتھ تصوف بھی آیا اچھوں کے ساتھ فتنہ انگیز اور برے لوگ بھی داخل ہوئے۔ یہاں اسلامی تصوف ہندی ویدانت اور جوگیانہ خرافات سے دوچار ہوا اور اب اشراقی فلسفے کے ساتھ ہندی نظریات و اعمال بھی اس میں داخل ہوئے۔ جوگی اور راجے پہلے ہی سے خدا کے اوتار بنے بیٹھے تھے اب ان پرستوں نے اپنے پیروں اور بادشاہوں کو بھی یہ منصب عطا کیا پھر تو اکبر کے عہد میں شریعت اسلامیہ کی وہ گت بنی کہ اللہ کی پناہ۔ فتنوں کا وہ ہجوم ہوا کہ الامان و الحفیظ۔ کافر جوگیوں، باطل پرست متصوفوں اور نفس پرست عالموں کے اتحاد و اتفاق سے اہل حق کی زندگی اجیرن ہو گئی۔ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ رحمتہ واسعتہ کی قبر کو اللہ روشن کرے کہ انھوں نے اس عہد فتنہ و فساد میں اُن اقانیم ثلاثہ کے متحدہ محاذ پر ضربیں لگائیں، تصوف کو آمیزشوں سے پاک کیا، اس کی ہر گمراہی کی نشاندہی کر کے اس پر چوٹیں لگائیں اور افراط و تفریط کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شیخ کے طریقے کی تھوڑی سی تفصیل پیش کی جائے۔

شیخ عبد الحق نہ ان متقشف اور خشک ملاؤں اور فقیہوں میں تھے

جو تصوف اور اس کی ہر چیز کو بدعت قرار دیتے ہیں اور نہ ان جاہل صوفیوں میں جنہیں احکام شریعت سے کچھ بحث نہیں ہوتی بس خرافات واباطیل سے ممزوج تصوف ہی ان کا دین و مذہب ہوتا ہے بلکہ شیخ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ شریعت وطریقت کو جمع کریں۔ طریقت، شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ اسی کی ایک شاخ ہے طریقت کے جو احکام ومراسم واعتقادات شریعت سے متصادم نہ ہوں ان کو حدجواز میں رکھا جائے اور ایسے اعمال ومراسم واعتقادات جو غلط کار صوفیوں نے شریعت کے علی الرغم اختیار کر لیے ہیں ان کی تردید کی جائے۔ اور لوگوں پر ان کی غلطیاں واضح کی جائیں، اس بات کی برملا تبلیغ کی جائے کہ طریقت، شریعت کے تابع ہے نہ کہ شریعت، طریقت کے بلکہ درحقیقت یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ یہی طریقہ شیخ علی متقی اور شیخ عبدالوہاب متقی کا بھی تھا۔ اور اسی طریقے پر شیخ نے بھی زندگی بھر عمل کیا۔ "جمع بین الشریعۃ والطریقہ" پر عمل کرنے کے لئے شیخ نے یہ روش اپنائی کہ وہ اپنی طرف سے کم لکھتے ہیں۔ زیادہ تر وہ ان علماء ومشائخ کے اقوال پیش کرتے ہیں جو شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ شیخ جس زمانے میں تھے اس کے لحاظ سے یہ طریقہ بہترین طریقہ تھا۔ چونکہ وہ صوفیا اور مشائخ بھی جن کے اقوال وہ پیش کرتے تھے لوگوں کے نزدیک مسلّم ومستند تھے اس لئے لوگوں کے کان شیخ کی باتوں کو سننے کے لئے کھل جاتے تھے اور ان کو سنت نبوی کی طرف رجوع کرنے کا موقع مل جاتا تھا جو دین کی اصل اور اس کا مرجع ہے، شیخ اپنے مکاتیب ورسائل کے

دیباچے میں لکھتے ہیں :-

اس وصیت (یعنی شیخ عبدالوہاب کی وصیت) کی وجہ سے اس ضعیف کا طریقہ یہ ہے کہ تصنیف و تالیف میں اکثر اوقات مشایخ کرام کی عبارتوں کو نقل اور ترجمہ کرنا ہے اور ان ائمہ دین کے کلام کی طرف رجوع کرنا ہے جو دونوں طریقوں کے جامع اور دونوں فریقوں (یعنی ارباب شریعت و ارباب طریقت) کے متفق علیہ ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ درستئ معنی اور اعتبار سخن میں، نیز سرکشئ قلم اور لغزش زبان سے احتراز میں ۔ میں نے اس طریقے کو زیادہ محفوظ اور زیادہ مضبوط پایا ہے ۔ البتہ اس مقام کی شرح ابہام کے رفع اور مشکل بات کو واضح کرنے میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کرنا ہے کہ درحقیقت یہ بھی اصل ہی کے حکم میں ہے

حضرت شیخ اپنے ایک مکتوب میں سیدی احمد بن زروق کی کتاب "قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ" کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

وہ ایک عجیب کتاب ہے جو فقہ، تصوف، علم اور حال کی جامع ہے اس سے وہ فقیہ فائدہ اٹھاتا ہے جو اللہ سے محبت کرنے والا اور حصول احوال کی طرف نگراں رہتا ہو اور وہ صوفی جو تحقیق کرنے والا اور معتقد بہ اعمال ہو۔ اسی سے وہ فقیہ

فائدہ نہیں اٹھا سکتا جو راہ اعتدال سے ہٹ جانے والا اور معاند ہے۔ اور نہ وہ صوفی جو راہ اعتدال سے ہٹ جانے والا اور اعمال وطاعات سے بے نیاز ہو اس کے اکثر مقاصد کی اس فقیر نے شرح کی ہے اور فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے جس کا نام مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین ہے۔ اسی طرح اس فقیر کی یہ عادت جاریہ ہے۔ سیدی شیخ علی متقی کی تالیفات کے طریقہ پر (مکتوب نمبر ۵۷)

حضرت شیخ کے طریقے کی اس تفصیل کے بعد اب بطور اجمال ان چیزوں کو لکھا جاتا ہے جن کی طرف انھوں نے دعوت دی ہے۔ اور جن سے لوگوں کو روگردان کرنے کی سعی کی ہے ان چیزوں کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تصوف کو سدھارنے اور سنوارنے کا کیا کارنامہ انجام دیا ہے اور اس راہ سے آنے والی بے شمار گمراہیوں کا کس طرح سدباب کیا ہے۔

فلسفہ یونان جن لوگوں کا مقصد "علم برائے علم" ہوتا ہے وہ فلسفے اور منطق کی کج بحثیوں کو بھی ترقی علم سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ فلسفہ یونان کے عربی میں منتقل ہونے کو عہد عباسی کا شاندار کارنامہ سمجھتے ہیں حالانکہ فلسفہ یونان نے مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ عہد سلف کے سچے مسلمانوں کو خون کے آنسو رلاتا رہا ہے۔ فلسفہ کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ انسان میں تذبذب، شک، بے اطمینانی اور پریشان حیانی کی بیماری پیدا کر دیتا ہے اور اس کی عملی طاقتوں کو مفلوج

کرکے رکھ دیتا ہے، دنیا کا چاہے جو نظام بھی ہو عام از یں کہ نظام حق ہو یا نظام باطل، چند ٹھوس عقاید و اصول پر مبنی ہوتا ہے اگر ان عقاید و اصول میں تذبذب اور شک پیدا ہو جائے تو اس نظام کو برباد ہونے سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی، فلسفۂ یونان نے مسلمانوں میں فروغ پا کر یہی کام انجام دیا اور دیکھتے دیکھتے ان کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا جن لوگوں کی نگاہیں عالمانہ و فاضلانہ نکتہ آفرینیوں پر تھیں وہ سمجھے کہ مسلمان علم و فن میں ترقی کر رہے ہیں اور جن لوگوں کی نظریں اسلام کے نظام حق پر تھیں وہ یہ دیکھ دیکھ خون کے آنسو رو رہے تھے کہ یہ نکتہ آفرینیاں اس نظام کو پارہ پارہ کر رہی ہیں ہمارے بہت سے علمارِ حق نے اس سیلاب پر بند باندھنے کے لئے اس فلسفے کے اصول اور دلایل کا علم حاصل کیا اور فلسفے کا توڑ فلسفے سے کرنا چاہا لیکن افسوس کہ وہ اس دھن میں اس قدر آگے نکل گئے کہ کتاب و سنت کے دلایل پیچھے چھوٹ گئے اور فلسفے کے توغل اور اس کی حد سے زیادہ مشغولیت نے خود انہیں شک میں مبتلا کرنا شروع کیا اور یہ کام مفید ہونے کے بجائے مزید نقصان کا سبب بن گیا جن علمارِ حق کی اللہ کے فضل و کرم نے دستگیری کی وہ آخر کار چونکے اور اس دلدل سے نکل کر اسلام کی سیدھی راہ پر آنے کی انہیں توفیق مل گئی اور بہت سے اسی دلدل میں پھنسے رہ گئے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے عہد میں ہندستانی مسلمانوں کے اندر بھی یہ فلسفہ فروغ پا گیا تھا اور دہی گمراہیاں کج بحثیاں اور پریشاں خیالیاں یہاں بھی راہ پانے لگی تھیں جنھوں نے ایران و عراق کو غارت کیا تھا کہا جاتا ہے کہ ہندستانی

میں فلسفہ یونان کو امیر فتح اللہ شیرازی نے بہت فروغ دیا جو دربار اکبری
کے ایک ممتاز امیر تھے۔ حضرت شیخ نے اس فلسفے کی شد و مد کے ساتھ تردید کی
اس کے نقصانات مسلمانوں کو بتائے اور انہیں اس سے الگ رکھنے کی حتی الوسع
کوشش کی۔ انہوں نے اس فلسفے کی اشاعت کی تاریخ اور اس کے نقصانات
واضح الفاظ میں بتائے راقم یہاں مرج البحرین کی ایک فصل کا خلاصہ لکھتا
ہے۔ حضرت شیخ کے اس کام کا تعلق دین کے بہت سے شعبوں کے ساتھ وابستہ
ہے لیکن ہم نے اس کو تصوف کے باب میں اس لئے لکھا کہ اس فلسفے نے اسلامی
تصوف کو ستیاناس کرنے میں بڑا حصہ لیا ہے۔ خلاصہ درج ذیل ہے:-

"صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے زمانوں کے بعد جو مصداق حدیث نبوی
خیر القرون تھے عقائد و اصول میں نزاع اور اختلافات پیدا ہوئے" چون و
چرا" پیدا ہوا، سنت کا نور چھپنے لگا اور بدعت کی تاریکیاں دنیا پر چھانے
لگیں ہر شخص کے سر میں نیا سودا اور ہر ایک کے دل میں نئی رائے نے قدم
جمایا، تاویل کے دروازے کھل گئے، ظواہر نصوص متروک ہوئے،
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ اور مذہب سلف عزیز الوجود
اور اجنبی ہو گیا بدء الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدء فطوبی للغرباء یعنی
اسلام اجنبی ماحول میں شروع ہوا اور پھر اجنبی ہو جائے گا تو خوشخبری
ہو ان کے لئے جو اس اجنبی ماحول میں اسلام پر جمے رہیں) کا منظر سامنے
آ گیا۔

سخت ترین حادثہ اور عظیم ترین مصیبت جو دین اسلام اور اعتقاد

سلف پر آئی وہ علم فلسفہ کا ظہور اور عربی میں اس کا ترجمہ تھا جو بعض خلفاء عباسیہ کے زمانے میں واقع ہوا، اس سے مخالفوں اور دشمنوں کے ہاتھ میں جنگ وجدال کا حربہ آگیا، بعضوں نے علم و دانش اور خصوصاً جدید و نادر علم کے حرص میں اور بعضوں نے عقائد اسلام اور قواعد ملت کو برباد و تباہ کرنے کے ارادے سے فلسفۂ یونان میں توغل کیا اور اس دریا میں غوطے لگائے، علماء دین اور اساطین ملت کی ایک جماعت نے بھی مذہب سلف کی حفاظت اور سنت کی پاسبانی کے قصد سے اس کو حاصل کیا۔ اور عقائد شرعیہ کے اثبات اور فلسفیات کے رد و ابطال کے لیے مستعد ہوئے کیونکہ کسی چیز کو جانے بغیر اس کا رد نہیں کیا جا سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ فلسفیات خوب شائع ہوئے جنگ وجدال اور قیل و قال کا دائرہ وسیع ہوا اور بازار سخن گرم ہو گیا یہیں سے علم کلام کی پیدائش ہوئی اگرچہ اہل اسلام اور ارباب علم کلام فلسفہ میں گمراہ فرقوں کے رد و ابطال کے قصد سے داخل ہوئے تھے لیکن اس کے ضمن میں خود انہیں بھی نقصان عظیم پہنچا اور ان کی یہ مشغولیت عقائد اور قواعد دین میں تذبذب کا سبب بن گئی تشکیک و تردید کا دروازہ کھل گیا۔ کم ہی کوئی ایسا ہوگا جو علم کلام میں خوض و غلو کے بعد گرداب حیرت سے سلامت نکلے اور اپنے سرمایۂ یقین کو محفوظ رکھ سکے ہاں بس اللہ ہی جسے بچائے تو بچائے اور یہ بہت نادر ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

راہ سلامتی کے رہرو اور طریق استقامت کے طالب پر لازم ہے کہ

فلسفیات اور علم کلام میں توغل و غلو نہ کرے اور دلائل کلامیہ کی کج بحثیوں سے اپنا دامن بچائے، اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کو دل میں جمائے اور ان کے اجمالی دلائل پر اکتفا کرے منقول کو معقول کے تابع نہ کرے اور بے جا تاویل و تشکیک کے دروازے بند کر دے۔ دین کے بہت سے اصولی عقائد ایسے ہیں کہ وحی الٰہی کے سوا کوئی انہیں حل نہیں کر سکتا اور عقل انسانی وہاں سپر انداز ہو جاتی ہے۔ جب آج تک عقل انسانی "انا" کی حقیقت دریافت نہ کر سکی تو پھر خالق انا کی حقیقت کا پتہ کیا پائے گی؟ انسان کی ہستی سے سب سے قریب اس کا لطیفہ انانیت ہے کہ اسی سے وہ "انا" کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔ "میں نے کیا" "میں نے کہا" لیکن کیا آج تک کوئی عاقل اور کوئی فلسفی اس کا فیصلہ کر سکا کہ "انا" کی حقیقت کیا ہے؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے:-

آنکہ خود را شناخت نتواند ۔۔۔ آفرینندہ را کجا داند

تو کہ در ذات خود زبوں باشی ۔۔۔ عارف کردگار چوں باشی (۱)

حضرت شیخ نے مرج البحرین میں عقل کو محور حق بنانے کی حماقت کو تفصیل سے واضح کیا ہے اور حقیقت نگاری کے موتی بکھیرتے چلے گئے ہیں۔ اپنی ایک

---

(۱) مرج البحرین نسخہ قلمی ٹپنہ لائبریری ۱۲-

دوسری تالیف نکات الحق میں فساد عقیدہ کا سبب متکلمین کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اصل ایں فساد از متکلمان پیدا شد و منشاء و باعث بر آن وجود فتنۂ فلسفہ شد اگرچہ ایشاں را ضرورت شد و سکوت گنجائش نداشتند اما ضرر بسیار کرد و جماعہ کہ می گویند مقصود ما تحقیق دین و تطبیق حکمت بشریعت است، سخنے است کہ می گویند و ایشاں گرفتار تر و از جادہ بیروں تر می افتند کہ حق را تابع باطل و ممزوج و مخلوط بآن می گردانند، چرا نہ از اول بدین و اعتقاد مسلمانی زنند و بدان اکتفا نمایند و زہر در کاسہ نیفگنند۔ وورائے متکلمین ہیچ کس را از ائمۂ دین و علمائے محدثین و محققین مشایخ طریقت و اولیائے امت می دانند کہ دست بہ فلسفہ زدہ و آں را تعلیم نمودہ و تعلیم کردہ و تلقین و ارشاد بدان کردہ و عمر دراں گزرانیدہ باشد و ہر کہ از ایشاں دراں زدہ البتہ از زیغ و زلل انحراف از صراط مستقیم خالی نبودہ و از طریقۂ ضلال و اضلال بیروں نہ (۱)

آج سے تین سو سال پیشتر یہ ایک ایسی سچی آواز تھی کہ اس کی روشنی میں علمائے ہند نصاب تعلیم بناتے تو یہ ملک بہت سے فتنوں اور جھگڑوں سے محفوظ رہتا۔

---

(۱) نکات الحق مطبوعہ احتشامیہ مراد آباد صد ۱۲

قرب الٰہی کا ذریعہ اتباع سنت ہے

علم احسان و یقین کہا جائے یا تصوف اس کا مقصد تقرب الی اللہ کا حصول ہے سالک کا مقصد حیات، اللہ کی رضا حاصل کرنا اور اس کی منزل مقصود قرب الٰہی ہے۔ اس منزل تک پہنچنے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ اور طریقہ کیا ہے۔ اگر اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے تو پھر ان تمام گمراہیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے جن میں اہل بطالت لوگوں کو مبتلا کرتے ہیں حضرت شیخ نے اپنے اکثر مکاتیب و رسائل میں یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ قرب الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ اللہ کی بندگی اور اتباع سنت نبوی ہے۔ طریقت اور سلوک اتباع سنت کے بغیر لا حاصل ہے۔ شیخ علی متقی کے رسالہ تبیین الطریق سے اقتباس کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

طریق موصل الی اللہ تعالیٰ عبادت است چنانچہ ناطق است بدان قرآن عظیم "ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم"، و عبادت دو قسم است فرض است و نفل و ہر کدام از ان اثباتی است و اجتنابی و اصل نجات و قرب وابستہ باتیان فرائض است و اتیان نوافل موجب

اللہ تک پہنچانے والا راستہ عبادت ہے جیسا کہ اس پر قرآن ناطق ہے "بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے پس اس کی بندگی کرو یہی سیدھا راستہ ہے"، عبادت کی دو قسم ہے فرض اور نفل اور دونوں کی دو قسمیں ہیں، اثباتی اور اجتنابی نجات اور قرب فرائض کی ادا کے ساتھ وابستہ ہے نوافل کا ادا کرنا اس کی تکمیل کا سبب ہے نوافل کی تعداد بہت ہے،

تکمیل و تتمیم آن و افراد نوافل
بسیار است لیکن منحصر است درین
دو نوع امتثالی و اجتنابی، امتثالی
مثل سنن و مستحبات و آداب و
اتیان اولیٰ و افضل و اجتنابی مثل
ترک مکروہات و ترک اولیٰ و ترک
مالا باس فیہ بخشیت محافظت وقوع
در ما فیہ باس (مکتوب نمبر ۳۰)

لیکن وہ سب اسی دو قسم امتثالی اور
اجتنابی میں منحصر ہیں امتثالی جیسے سنن،
مستحبات، آداب اور اولیٰ و بہتر امور
کا ادا کرنا اور اجتنابی جیسے مکروہات اور خلاف
اولیٰ کو ترک کرنا اور ایسے امور کو ترک کرنا
جن میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں محض اس سے
بچنے کے لئے کہ کہیں آدمی ان امور میں نہ پڑ
جائے جن میں شرعی قباحت ہے۔

شیخ نے نوافل کی بہت سی مثالیں دی ہیں پھر ان میں سے بعض افراد نوافل
کے اختیار و ترجیح میں مشایخ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں

۱۔ لیکن مرجع ہمہ یک اصل است کہ شریعت است و عبادت و تقوی و اتباع کتاب و سنت

سیدی احمد بن ابراہیم الواسطی الحزامی دیار عرب کے مشایخ کبار اور
مقتدائے روزگار میں سے تھے طریقۂ اتباع سنت اور اس طریقے کی
تقویم و ترویج میں بے نظیر وقت تھے ان کے ایک رسالے کا ترجمہ و تشریح
کرنے کے بعد شیخ لکھتے ہیں۔

مقصود ازین تنبیہ است بر تمسک و تعلق
باصل اصول و اقتباس نور ازان
منبع الانوار و استغراق محبت و اہتمام

ان کا مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اصل
اصول کے ساتھ تعلق، اس منبع الانوار سے اقتباس
نور، اس کی محبت میں استغراق اور اس کی
سنت کی متابعت کا اہتمام کرنا چاہئے۔

بمتابعت سنت وے صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم تا بفرع از اصل باز نماند
و بوسائط از مقصود محجوب نباشد
و میزان افعال واقوال واحوال
سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم وطریقۂ صحابہ وتابعین سلف
را سازند و تطبیق بدان نمایند نہ آنکہ
اصلا طلب آں نمایند و در تحصیل آن
نکوشند و اہتمام بدان نورزند بلکہ
خبر ازاں ندارند و اصل را تابع و
موافق فرع سازند و آں را بایں
تاویل نمایند و ایں روش یا جہل ست
یا الحاد (مکتوب ۵ نمبرہ)

(درود برادو برآل او) تاکہ سالک فرع
میں الجھ کر اصل سے باز نہ رہ جائے۔
اور وسائط اصل مقصود کو نظر سے اوجھل
نہ کر دیں اور یہ کہ اپنے افعال، اقوال
اور احوال کی ترازو رسول کی سنت اور صحابہ
وتابعین کے طریقے کو بنائیں اور اپنی تمام
چیزوں کو اس کے مطابق کریں نہ یہ کہ بالکل
اس کی طلب نہ کریں، اس کی تحصیل میں
کوشاں نہ ہوں اور اس کا اہتمام نہ کریں
بلکہ اس سے بے خبر ہوں اور اصل کو فرع
کا تابع بنائیں اور فرع کے مقابلے میں
اصل کی تاویل کریں، یہ طریقہ یا تو
جہالت ہے یا الحاد و بے دینی ہے ۱۲

اتباع سنت کو اصل اور مدار اعمال قرار دینے کی تبلیغ اس سے زیادہ واضح اور پرزور الفاظ میں اور کیا ہو گی حضرت شیخ کے مکاتیب و رسائل کا جو چھپا ہوا مجموعہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اس میں کل ستر مکتوبات ہیں۔ اور کتنے ہی رسائل و مکتوبات ہوں گے۔ جن کی ترتیب و اشاعت کی نوبت نہیں آئی اگر انہیں چند مکتوبات سے صرف اتباع سنت کے متعلق عبارتیں جمع کی جائیں اور ان کی تشریح کی جائے تو ایک مبسوط رسالہ تیار ہو جائے

لیکن یہاں اس کا استقصاء مقصود نہیں راقم الحروف اس فصل کو ایک اور عبارت پر ختم کرتا ہے۔

ولازم است اتباع سنت سنیہ اور در عبادات و عادات و اعتقاد باید کرد کہ ہر چہ خلاف سنت و طریقہ اوست باطل است و ہر چہ پیدا کردہ اند و ہر کہ پیدا کردہ است از آنچہ بدان تغیر سنت و مخالفت آن لازم آید قولاً و عملاً و اعتقاداً ضلالت است و مردود است

(مکتوب نمبر ۹)

اور لازم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن سنت کا اتباع کرنا عبادات میں بھی عادات میں بھی اور اعتقادات میں بھی اور اس بات کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ جو کچھ ان کی سنت اور طریقے کے خلاف ہے وہ باطل ہے اور جس شخص نے بھی کوئی نئی بات پیدا کی ہے جس سے سنت رسول کی مخالفت ہوتی یا اس میں تغیر پیدا ہوتا ہے چاہے یہ مخالفت و تغیر قول میں ہو یا عمل میں یا اعتقاد میں وہ گمراہی ہے اور مردود ہے

اتباع سنت کے بیان کے بعد سرور کائنات بشر اور اللہ کے بندے تھے

بعد ی مناسب ہے کہ اہل بطالت کی ایک ضلالت صریح کی طرف اشارہ کیا جائے آج بھی بہت سے مدعیان محبت نبوی ایسے ہیں جن کو اتباع سنت سے واسطہ نہیں لیکن آپ کی محبت کا ہر ہر گلی میں ڈھول پیٹتے پھرتے ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے اپنی جہالت سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام بشریت و عبدیت سے نکال کر مقام الوہیت تک پہنچا دیا ہے اور اس طرح دین اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی

ہے (ھداھم اللہ و اعاذنا من شرہا و شرہم) محدث دہلوی نے اس ضلالت کی بھی نشاندہی کی ہے۔

(ضابطہ در باب نگاہداشت ادب آنجناب آنست کہ ہرچہ ورائے مرتبۂ الوہیت و صفات قدس حق است عز و علا از ہر کمال و منقبت کہ باشد او را ثابت است جمیع مراتب و کمالات صوری و معنوی در عبدہٗ و رسولہٗ مندرج است و عبودیت خاصہ، مخصوص ذات شریف او است کہ بندۂ حقیقی جز او کس نتواند بود خدا خدا است و بندہ او، دیگر ہمہ بندگان طفیلی او بند (مکتوب نمبر ۹)

رد بدعت

اتباع سنت کی تبلیغ میں رد بدعت خود بخود ہو جاتا ہے لیکن تکمیل کے خیال سے خاص اس موضوع کی کچھ عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو مردود وقال کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ و گفتہ اند ہرگز در دلہا کہ گرفتار بدعت است نور ولایت در نیاید۔

(مکتوب نمبر ۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے اس امر (دین) میں وہ بات پیدا کی جو اس سے نہیں ہے وہ مردود ہے اور آپ نے فرمایا ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے ارباب دین نے کہا ہے کہ اس دل میں جو گرفتار بدعت ہے ولایت کا نور داخل نہیں ہوتا۔

بدترین قسم کی بدعت وہ ہے جو اعتقاد اور تفسیر قرآن میں کی جائے۔ ابتداء سے کر اس وقت تک دین میں جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں ان کی اصل یہی ہے کہ انہوں نے قرآن وحدیث کی توضیح وتشریح اپنی رائے اور خواہش نفس کے مطابق شروع کی اور گمراہ ہوئے یہی وجہ ہے کہ علمائے حق ہمیشہ اس کی تبلیغ بلیغ کرتے آئے ہیں کہ اپنے اعتقادات کو اہل السنۃ والجماعۃ کے اعتقادات کے مطابق کیا جائے اور کلام اللہ کی تفسیر بلا سند مستند اپنی رائے سے نہ کی جائے حضرت شیخ نے جگہ جگہ تصحیح عقائد کی تبلیغ کی ہے اور شیخ عبدالوہاب متقی کی نصیحت نقل کی ہے۔

اول باید کہ عقد قلب بمذہب اہل سنت وجماعت محکم شدہ باشد

وترددو تذبذب دراں جانماندہ تفسیر بالرائے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> واز رعایت حقوق کتاب اللہ است ترک تکلم دراں و تفسیر آں از پیش نفس خود بلا سند و نقل آں از سلف و موافقت شرع چنانچہ بعضے از جاہلان ابوالفضول ایں روزگار کنند وآں را تفسیر قرآن نام نہند و ندانند کہ من فسر القرآن برأیہ فقد کفر نعوذ باللہ من ذلک

جاہلان بوالفضول غالباً ابوالفضل کی طرف اشارہ ہے۔ تفسیر بالرائے یہ ہے کہ آیات کلام اللہ کی ایسی تشریح کی جائے جو شرع اسلامی کے

خلاف ہو یعنی جو اعتقادات و احکام و اعمال سنت نبوی اور سنت خلفائے راشدین سے ثابت ہوں ان کے برخلاف کوئی اعتقاد یا حکم یا عمل قرآن سے ثابت کیا جائے۔ یا ثابت شدہ عقیدہ و حکم و عمل کی تردید کی جائے ظاہر ہے کہ دین میں یہ سب سے بڑا فتنہ ہے جو اٹھایا جا سکتا ہے اور اس فتنے کی روک تھام اسلام کی اہم خدمت ہے۔

سماع یہ مسئلہ نہ صرف یہ کہ علماء میں عرصہ دراز سے متنازعہ فیہ ہے بلکہ صوفیا و مشائخ کے درمیان بھی اس کے متعلق شدید اختلاف ہے۔ مشائخ کی ایک جماعت اس کو حرام کہتی ہے اور اس سے سخت احتراز کرتی ہے، دوسری جماعت نہ صرف یہ کہ اس کو جائز کہتی ہے بلکہ ترقی درجات کا ذریعہ سمجھتی ہے اس سے پہلے کہ حضرت شیخ کی تحقیق کا ذکر کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم مجلس سماع کے متعلق حضرت شیخ اور شیخ عبدالوہاب متقی کے درمیان مکہ معظمہ میں جو گفتگو ہوئی تھی نقل کی جائے۔

ایں فقیر عرض کرد کہ در دیار ما ایں رسم سماع عجائب متعارف شدہ است آنجا اجتماعہا کنند و اہل و نااہل و فاسق و صالح و از ہر جنس مردم جمع شوند و چنیں و چناں کنند بر اں وجہے کہ در دیار ہندستان مشاہدہ فرمودہ باشند ایں چہ حکم است فرمودند ایں چنیں خود اصلاً جائز نباشد و نباید کرد و اجتناب ازاں از واجبات وقت طالب حق است دریں صورت قطعاً

مسابلہ و مسامحہ نکر دند۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۲۷۱-۷۲)

محدث دہلوی نے خاص اسی مسئلہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کو ایک طویل مکتوب لکھا ہے جس کی حیثیت مستقل ایک رسالے کی ہے، اس رسالے میں حضرت شیخ نے پوری تفصیل کے ساتھ مشایخ کرام رحمہم اللہ کی مختلف جماعتوں اور ان کے اقوال کا ذکر کیا ہے جہاں تک نفس سماع و غنا کا تعلق ہے شیخ کے نزدیک اس کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی نہیں وہ کہتے ہیں کہ شریعت میں نہ تو اس کی اباحت پر دلیل قطعی ہے اور نہ حرمت پر، اس سلسلے میں انہوں نے اباحت و حرمت کی احادیث پر بھی اظہار خیال فرمایا ہے لیکن جہاں تک مزامیر کا تعلق ہے اس کو حرام اور منکر کہتے ہیں بلکہ اس کے حرام ہونے پر سب کا اتفاق نقل کرتے ہیں، مشایخ کرام کی جو جماعت اس سے احتراز کرتی ہے اتباع سنت کے لحاظ سے اس کو برحق سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ نفس سماع و غنا کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں اس لئے مشایخ کرام کی اس جماعت کو بھی لائق ملامت نہیں سمجھتے جو مزامیر کے بغیر آداب و شروط کے ساتھ اچھے اشعار خوش الحانی کے ساتھ سنتے اور اس سے ذوق حاصل کرتے ہیں باقی رہی رقص و سرود اور نغمہ و چنگ کی وہ وبائے عام جو شیخ کے عہد میں بھی ویسی ہی تھی جیسی آج تو محدث دہلوی نے اس پر سخت برہمی کا اظہار کیا ہے اور اس جماعت پر ایسا سخت فتویٰ لگایا ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ حضرت شیخ نے مشایخ کے اختلافات کو تفصیل سے لکھنے کے بعد آخر میں تنبیہ کے عنوان سے اپنا ایک محاکمہ اور فیصلہ تحریر

فرمایا ہے یہ محاکمہ شیخ دہلوی کی بے لاگ حق پرستی، اتباع شریعت اور محبت دینی پر شاہد عدل ہے راقم الحروف یہاں اس کے خلاصے درج کرتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ بات واضح ہوئی کہ مسئلہ سماع میں مشایخ طریقت کے افعال و اقوال مختلف اور متعارض ہیں، جو جماعتیں اس کو جائز سمجھتی ہیں ان کے دواعی اور اسباب مختلف ہیں بعض جماعتیں تو اس کام میں اس لیے مشغول ہیں کہ کہ ان پر خواہش نفس کا غلبہ ہے وہ نہ تو احکام شرع کی پرواکرتے ہیں، نہ انہیں صدق نیت کی دولت ملی ہے۔ اور نہ انہیں احسن الامر کے اتباع اور اولی و ارجح کے اخذ کی طرف کوئی توجہ ہے یہ جماعت خارج از بحث ہے اس لئے کہ اس کے افعال و احوال میں کوئی ضبط و قید نہیں یہ جانوروں کے حکم میں داخل ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ نفس پرستوں کی دوسری جماعت وہ ہے جو طاعت و عبادت کے ذوق، ذکر و تلاوت کی لذت اور خلوت و مناجات کی دولت سے محروم ہے۔ نغمہ بالطبع جذبات باطن کا محرک اور پریشان خیالی کو یکسو کرنے والا ہے ان لوگوں کو سماع نغمہ سے لذت و سرور اور مطلوب کا ایک شعور حاصل ہوتا ہے بس اسی چیز پر یہ اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں اس حالت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور تسویلات نفس و شیطان کی وجہ سے اس کو عبادت و ریاضت پر ترجیح دیتے رہتے ہیں اور عابدوں، زاہدوں کے فضل کا انکار کرتے ہیں اور ان کو ذوق و لذت عشق سے محروم سمجھتے ہیں۔ اس فریب نفس کی جزا ان کو یہ ملتی ہے کہ روز بروز یہ لوگ دین و دیانت سے

طریقے سے بیگانہ نرا اور دور تر ہوتے جاتے ہیں اور جس کام میں یہ مشغول ہیں اس میں ان کا انہماک بڑھتا جاتا ہے نماز سے ان کو بجز نشست و برخاست اور کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ نماز بھی محض مخلوق کے زجر و تشنیع کے خوف سے دکھاوے اور تکلف کی پڑھتے ہیں یہاں تک کہ آخر میں یہ نشست و برخاست بھی موقوف ہو جاتی ہے، نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ان کی مجلسوں میں گانے والی خوبصورت عورتیں راہ پاتی ہیں اور حسن صوت کے ساتھ حسن صورت کے انضمام سے ان کا ذوق و شوق حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح دین حق حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک ایک اور یکساں رہا ہے اسی طرح جہالت و جاہلیت اپنی ابتدا سے اس وقت تک یکساں رہی ہے محدث دہلوی نے اپنے عہد کے ان بطالوں اور گمراہوں کا جو نقشہ کھینچا ہے کیا آج بھی ہم اپنے گرد و پیش اس قسم کے نقشے نہیں دیکھ رہے ہیں؟ حضرت شیخ آگے تحریر فرماتے ہیں۔

باز جماعۂ از ینہا بخوش طبعی و سخن رسی	پھر ان ہی کی وہ ایک جماعت جو خوش طبعی
و ذوق حکایات و اشعار رموز و	سخن رسی حکایات و اشعار کے ذوق اور
اشارات و اسرار کہ طائفہ وجودیہ	گروہ وجودیہ و باطنیہ کے رموز و اشارات
و باطنیہ دارند موصوف اند خود عارفان	و اسرار کے ساتھ موصوف ہے۔ خود عارف
دہر و کاملان روزگار و مقتدایان	دہر، کامل روزگار اور طریقۂ اشرار کی مقتدا
طریقۂ اشرار اند یا بہ حال اینان	ہے اس کا مرتبہ حال بزعم خود عالموں،

بزعم ایشان برتر است از آنکہ فہم
علما و زہاد و عباد بداں رسد معاذ اللہ
عن المکر والاستدراج کاشکے ایں
ذوق وحال ومعرفت ہرگز نبودے
وہم نماز و روزہ خشک بدین عجائز
ساختندے بارے صورت ایمانی ازیں
عالم باخود بردندے ایں طائفہ نیز
درحقیقت خارج مبحث وبیرون
دائرۂ اعتبار اند۔

زاہدوں اور عابدوں کے فہم سے بالاتر ہے
مکر اور استدراج سے اللہ پناہ میں رکھے
کاش یہ ذوق وحال معرفت کچھ نہ ہوتا اور
وہ صرف نماز روزہ کرتے اور بوڑھی عورتوں
کے دین پر ہوتے تو کم از کم صورت ایمانی اپنے
ساتھ اس دنیا سے لے جاتے یہ جماعت بھی
درحقیقت خارج از بحث ہے اور دائرہ
اعتبار سے باہر ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں کہ اس مقام میں قوی تر شبہ اور خفی تر اشتباہ مشائخ کی پیروی ہے مشائخ کی پیروی کو بہانہ بنانے والوں کی ایک جماعت تو وہ ہے جو احکام شریعت کو نہیں جانتی اور اس نے احادیث واقوال علما کو نہیں سنا یہ جاہلوں کی جماعت ہے اس کی تعلیم کا انتظام کرنا چاہئے اور حقیقت حال ان پر کھولنی چاہئے انہیں میں کی دوسری جماعت وہ ہے جس کا حال خود شیخ کی زبان سے سننا چاہئے لکھتے ہیں۔

و فرقۂ دیگر اند کہ گویند ما را با شریعت چہ کار سنت ما از آن ایشانیم و دست تمسک بدامن عزت ایشان زدہ ایم دیگر چہ باشد ایہا کافرانند تعزیر ایشان باید کرد و حد ارتداد اقامت نمود۔

اللہ اکبر! پاس شریعت، محبت دین، اتباع حق کا یہ جوش وخروش سا دیکھنے کے لائق ہے، باطل پرست صوفیہ باطنیہ اور وجودیہ پر اس شدید ترین انکار سے معلوم ہوتا ہے کہ ترویج شریعت اور اتباع حق میں محارث دہلوی کا پایہ کتنا بلند ہے۔ حضرت شیخ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ انہیں میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جب بزرگوں نے یہ کام کیا ہے تو بے سند اور بے دلیل نہ کیا ہوگا گرچہ ہمیں معلوم نہ ہو۔ ان کا یہ کہنا محض تقلیدی ہے لیکن دنیائے اعتقاد اور پیری مریدی میں ایک وجہ رکھتا ہے اور ان کا یہ عذر سننے کے لائق ہے ایسے لوگوں سے کہنا چاہیے کہ بزرگوں نے یہ کام غلبہ حال، مستی وبے خودی میں کیا ہے، اور کبھی کبھی کیا ہے، مخصوص شرائط و آداب کے ساتھ کیا ہے نہ انہوں نے اس کو اپنا طریقہ بنایا نہ دوسروں کو سننے کا حکم دیا اور نہ اس میں تعصب برتا اب وہ ذوق وحال اور نیت و مصلحت کہاں ہے اگر تم اسی ذوق وحال، اسی نیت و مصلحت اور ان ہی آداب وشرط کے ساتھ مجلسیں مرتب کرتے ہو تو البتہ تم اپنے مشایخ کی پیروی کرنے میں قابل مبارک باد ہو لیکن یہ جان لو کہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ ایک دوسری جماعت وہ ہے جو اس عمل کو احادیث واخبار و آثار سے ثابت کرنے کے درپے ہے یہ روش بھی تکلف سے خالی نہیں، حدیث لسعت حیۃ الھوی، محدثین اور خود محققین مشایخ کے نزدیک موضوع اور بے اعتبار ہے حدیث جارتین سے بھی جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے۔

آنچہ بداں ثابت شود آن بود کہ نغنی علی الاطلاق حرام بنود

مسلم، اما این اجتماعہائے خاص با کیفیت مخصوص چہ بود۔

یہاں ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ لوگ مشایخ کی پیروی کا محض حیلہ کرتے ہیں اگر یہ لوگ پیروی کے معتقد ہیں تو یہ کیا بات ہے کہ اپنے مشایخ کی روش میں سے انہوں نے صرف سماع اور حضور مجلس کو اختیار کر لیا ہے اور ان کے تمام دوسرے اعمال کو بادفنا میں اڑا دیا ہے حق یہ ہے کہ:۔

بنائے فعل ایشاں جز نفسانیت و تعصب نیست حتی اگر فقیہے را ببیند بر رغم وے بیشتر کنند و تند تر شوند گویا کہ با این جماعہ دشمنی دارند و دینے دیگر دارند

حضرت شیخ نے ان نفس پرست جماعتوں کے بخیے ادھیڑنے کے بعد دو اور جماعتوں کا ذکر کیا ہے ایک تو وہ ہے جو اپنے مشایخ کی پیروی صرف سماع غنا میں نہیں کرتی بلکہ ان کے دیگر اعمال وطاعات میں بھی کرتی ہے اور ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہونے کے لئے مجلس سماع بھی منعقد کرتی ہے اس جماعت کے متعلق شیخ یہ خیال ظاہر فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ان تمام آداب وشروط کے ساتھ، ان تمام احتیاطوں کے ساتھ اور ان تمام پرہیزگاریوں کے ساتھ یہ کام کریں جو ان کے خدا ترس مشایخ سے منقول ہیں تو یہ لوگ درویشی کی اہلیت سے بے نشان نہ ہوں گے۔ دوسری جماعت ان مشایخ کرام کی ہے جو مقام صحو وتمکین میں مقیم ہیں اور بغیر کسی قسم کے امتزاج نفس ونفسانیت کے سماع سے بھی آتش عشق الٰہی کو مشتعل کرتے ہیں ان کے

متعلق شیخ نے تحریر فرمایا ہے کہ ان کے ہدایت یافتہ ہونے میں شک وشبہ نہیں اس تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ:-

(۱) نفس سماع، تصفیق ومزامیر کے بغیر احتیاط اور شرائط و آداب کے ساتھ حرام قطعی نہیں اس لئے کہ شریعت میں اس کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی نہیں۔

(۲) سماع میں مزامیر نوازی متفقہ طور پر حرام ہے۔

(۳) سماع کے لئے اجتماع خاص بہ کیفیت مخصوص اتباع سنت کے خلاف ہے۔

(۴) احکام شریعت کی پروا نہ کرنے والے اور سماع نہ سننے والوں پر اعتراض کرنے یا ان کو بہ نظر حقارت دیکھنے والے باطل پرست اور لائق تعزیر ہیں۔

حضرت شیخ نے سماع کی بحث مدارج النبوۃ میں بھی لکھی ہے اور وہاں اباحت کے اقوال بہ تفصیل لکھے ہیں لیکن مزامیر کی بحث انہوں نے کتاب الامتاع باحکام السماع سے نقل کی ہے اور ذمہ داری صاحب الامتاع پر چھوڑ دی ہے لکھتے ہیں۔

ایں چند کلمہ از کتاب مذکور نقل کردہ شد و العہدۃ علیہ

بہرحال مسئلہ مزامیر کی وہ تفصیل جو شیخ نے مدارج النبوۃ میں نقل کی ہے اسکی غرض کیا ہے؟ خود انہیں کی زبان قلم سے سنئے حضرت شیخ نے یہ عبارت صاحب الامتاع کی بحث مزامیر نقل کرنے کے بعد لکھی ہے۔

وغرض از نقل جز آن نیست کہ اگر احیاناً ازیں طائفہ چیزے ازاں نقل کردہ شود مبالغہ در تشدید وتجہیل وتشنیع وتفسیق و تضلیل نہ نمایند وستر عیوب وزلات قوم شدہ خود سازند وعامہ را انگزارند کہ تقلید ایشاں کنند فالحق احق ان یتبع وایں ضعیف دریں مسئلہ تکلم در مواضع متعددہ کردہ است ودر ہمہ طریق تفصیل وتردید وتوسط نگاہ داشتہ یا دنی میل بجانب حرمت یا کراہت ودریں کتاب نقل اقاویل جانب اباحت غالب افتاد زیرا کہ آں جانب دیگر مشہور ومقرر شدہ است ودر اذہان جاحب بنقل ندارد ونیت ہماں است کہ گفتہ شد۔

عیب مے جملہ چو گفتی ہنرش نیز بگو ÷ نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند

اس عبارت سے بھی اس مسئلے میں شیخ کا مسلک اوران کی رائے بالکل ظاہر ہے یہاں بھی وہ سماع مزامیر کو عیوب وزلات قوم میں شمار کرتے ہیں۔ عام لوگوں کے لئے ایسے مشائخ کی تقلید جائز نہیں رکھتے۔ مدارج النبوۃ میں حرمت وکراہت کے اقوال اس لئے نقل نہیں کرتے کہ آن جانب دیگر مشہور ومقرر شدہ است در اذہان اقوال اباحت کے مفصل نقل کی غرض وہ ہے جو عبارت کی ابتدا میں بیان ہوا اور دیکھنے کی چیز یہ بھی ہے کہ بعض آلات مزامیر کی اباحت کے جو اقوال انھوں نے لکھے ہیں وہ تمام کے تمام صرف کتاب الامتاع سے لئے گئے ہیں اور ان کی صحت وعدم صحت کی ذمہ داری

(حاشیہ: مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۲)

نیشخ خود نہیں پینے بلکہ صاف صاف والعہدۃ علیہ لکھ کر الگ ہو جاتے ہیں

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے راقم الحروف محدث دہلوی کی ایک اور عبارت درج کرتا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب نکات الحق میں سماع کے متعلق لکھی ہے۔

جاہل کیست! آنکہ مطلق سماع را بہر حال در ہر وقت از ہر کس اندک و بیش حرام داند و فاسق آں کہ مطلق آں را حلال داند و ہر کہ در بدعت بودن سماع کہ دریں زماں متعارف و معمول است تردد آرد جاہل زو بدعقیدہ تر بمشائخ از وے کسے نیست (نکات الحق صـ ۵۹)

راقم الحروف کے نزدیک اس سے بہتر اور منصفانہ محاکمہ مسئلہ سماع کے متعلق کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

وحدۃ الوجود تصوف کا وہ نظریہ، جس میں سیکڑوں کے قدم ڈگمگا گئے اور ہزاروں کے پھسلے، جس نے مسلمانوں میں ایک نئے گمراہ فرقہ "وجودیہ" کا اضافہ کیا، باطنیہ اور وجودیہ نے مل کر اس نظر کے پردے میں دین کے اندر نت نئے فتنے پیدا کئے اور ہتک شریعت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، جن صوفیا کرام نے اس مسئلہ پر گفتگو کی ان کے کلام کا صحیح مفہوم نہ سمجھ کر بہتیرے سیدھی راہ سے بھٹکے اور بہتوں نے اس کو اپنی فتنہ انگیزی کے لئے بطور آلہ استعمال کیا یہ فلسفیانہ نظریہ چاہے اپنے اصل مفہوم کے لحاظ سے صحیح ہی کیوں نہ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دین

اسلام کے اصول و فروع میں اس نظریے کا کوئی ذکر نہیں۔ اور اس سے تذبذب، شک اور گمراہی حاصل کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ حضرت دہلوی کے عہد میں بھی اس نظریئے کا بڑا زور و شور تھا اور فرقہ وجودیہ فتنہ انگیزی میں مشغول، اکبر کو احمق بنانے والوں میں ان لوگوں کا بھی ہاتھ تھا۔ حضرت شیخ نے اس فرقہ پر سخت تنقید اور صحیح تصوف کی نشر و اشاعت کرکے اس فتنے کے سدباب کی سعی بلیغ کی۔ شرح فتوح الغیب میں "وجودیوں" کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں (۱)

وگویند شریعت نیز از شیونات و اعتبارات وجود است این عبارت باصطلاح اہل وحدت درست است اما بزبان شریعت و عرف دین نا آشنا است و نیز کہ بے شک از شارع آمدہ خود ہمیں شریعت است و او امر و نواہی و در ثبوت و حقانیت آں چہ تردد است کہ او را باین توجیہات و عبارت اثبات نماید او خود ہست و اصل است

وجودی کہتے ہیں کہ شریعت بھی وجود کے شیونات و اعتبارات میں سے ہے (یعنی وجود اصل ہے اور شریعت اس کی فرع) یہ بات وجودیوں کی اصطلاح میں درست ہے لیکن شریعت کی زبان اور دین کی اصطلاح اس سے نا آشنا ہے جو طریقہ کہ یقینی طور پر شارع سے ثابت ہے وہ یہی شریعت اور اوامر و نواہی ہیں ان کے ثبوت و حقانیت میں کیا تردد ہے کہ ان توجیہوں سے ان کا اثبات کرتے ہیں شریعت ہی اصل ہے بالغرض

فرضاً اگر توحید نباشد کمال فوت خواہد اگر توحید نہ ہو (توحید نظریہ وحدۃ الوجود میں

---

(۱) شرح فتوح الغیب ص ۲۳۵ مطبوعہ نول کشور

شد و شریعت اگر باشد ایمان زوال (اس حالت کا نام ہے جب دنیا میں ہر طرف ایک
می پزیرد اللہ کا جلوہ نظر آتا ہے دوسری کوئی چیز نظر نہیں آتی)
پس توحید محتاج توجیہہ است نہ توکمال فوت ہوگا اور اگر شریعت نہ تو ایمان ہی غائب
شریعت۔ ہو جائیگا پس توحید، توجیہہ و تاویل کی محتاج ہے نہ کہ شریعت

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (م ۱۰۳۴ھ) نے وحدت وجود یعنی ہمہ اوست کی تردید کر کے وحدت شہود یعنی ہمہ از دست کی تائید کی ہمہ اوست اور ہمہ از دست کے دونوں نظریے پہلو بہ پہلو حضرت مجدد کے عہد سے بہت پہلے سے چلے آرہے تھے یہی وجہ ہے کہ وحدت شہود کو پھیلا کر بیان کرنے اور اس کو مقامات سلوک کا اعلیٰ مقام ثابت کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ خود حضرت مجدد ہی کے سلسلے کے عالی شان محدث حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (م ۱۱۷۶ھ) نے وحدت وجود اور وحدت شہود کو ایک اور متحد ثابت کرنے کے لئے مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور مسئلہ جوں کا توں رہا اور حد یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کو ماننے والوں کی ایک نئی جماعت اب ان کے فلسفے کی بنیاد ہی اس نظریے کو قرار دے رہی ہے اور اس طرح اس مسئلے نے ہندستان میں پھر سر اٹھانا شروع کیا ہے حالانکہ جہاں تک راقم الحروف جانتا ہے حضرت شاہ صاحب کے فلسفے کی یہ تعبیر قطعاً غلط ہے کیونکہ ان کے فلسفے کی بنیاد اسلامی ہے اور اسلام کو اس نظریئے سے کیا تعلق؟ کہا جاتا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ان دونوں نظریوں کو متحد کر کے تحقیق کی ایک نئی راہ کھولی ہے حالانکہ ان سے بہت پہلے محدث دہلوی کے والد شیخ سیف الدین

ان دونوں نظریوں کو متحد ہی سمجھتے تھے اور انہوں نے حضرت شیخ سے اس کا اظہار بھی کیا تھا۔ می فرمودند اگر نیک ملاحظہ کنند معنی ہمہ از وست را عین معنی ہمہ اوست یابند۔

چاہے یہ دونوں نظریئے ایک ہوں یا دو کاتب الحروف کو اس نظریہ وحدۃ الوجود پر گفتگو ہی نامناسب معلوم ہوتی ہے یہی کیوں نہیں کہا جاتا کہ اس نظریئے کو دینی احکام سے تعلق نہیں اس لئے یہ خارج از بحث ہے۔ حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ کی روش تقریباً یہی تھی وہ اس پر گفتگو، اس کے درس اور اس کی نشر و اشاعت کو منع فرماتے تھے سیف الدین رحمہ اللہ باوجود اس کے کہ وہ اس نظریئے کے ماہر تھے۔ اس پر گفتگوئے عام کو ناپسند فرماتے تھے اور اس کو ہتک شریعت کا سبب سمجھتے تھے حضرت شیخ نے حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کی اس روش کو اپنے مکتوبات و تصانیف میں بکثرت بیان فرمایا ہے انہیں خود بھی یہی روش پسند تھی اور اپنے استاذ شیخ عبدالوہاب متقی کی وصیت پر حتی الوسع عامل تھے

فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے درس و اشتغال کے متعلق شیخ عبدالوہاب متقی کا طریقہ یہ تھا۔

وطریقۂ ایشاں در باب کتب حقائق و توحید مثل فصوص و امثال آن توقف و تسلیم است اینہا را درس نگویند و بدان اشتغال نکنند۔

(اخبار الاخیار)

فصوص و فتوحات تو خیر خطرناک کتابیں ہیں ہی حضرت شیخ کو اس کی

بھی وصیت تھی کہ حقایق و اسرار پر گفتگو نہ کریں اور بجز معاملات و احکام شرع کچھ نہ بولیں۔ مکاتیب شیخ کے سنتانویں مکتوب میں ہے۔

ہذا العبد ممنوع من التکلم بالحقایق والاسرار و مامور بالوقوف علی بیان آداب الشریعۃ فی خلال الآثار وقد وصانا شیخنا و مولانا سیدی الشیخ عبد الوہاب المتقی القادری الشاذلی المحب الحنفی ان لا نتکلم الا فی ابواب الدین والملۃ و فیما فیہ ترویج الدین و تجدید الشریعۃ و حفظ العقاید الدین و احکام السنۃ و لا یخرج عن دائرۃ الاعتدال و حیط الاحتیاط والاستقامۃ ولا نقع فی اشارات الوجودیۃ و تاویلات الباطنیۃ مما یوجب الحسرۃ و الندامۃ۔

یہ بندہ حقایق و اسرار پر گفتگو کرنے سے روک دیا گیا ہے اور اس بات پر مامور ہے کہ حدیثوں کے درمیان آداب شریعت کے سوا کچھ نہ بیان کرے ہمارے شیخ مولانا سیدنا عبد الوہاب متقی قادری شاذلی، حنفی نے وصیت کی ہے کہ گفتگو نہ کی جائے مگر ابواب دین و ملت میں اور ان چیزوں میں جن سے دین کی ترویج، شریعت کی تجدید اور عقاید دین کی محافظت ہو احکام سنت واضح ہوں اور یہ کہ اعتدال کے دائرے اور احتیاط و استقامت کے احاطے سے باہر نہ نکلا جائے اور نہ وجودیوں کے اشارات اور باطنیہ کی تاویلات میں پڑا جائے جس سے حسرت و ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

حضرت شیخ کی تمام تصانیف اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے اس وصیت پر حتی الوسع پورا عمل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نظریہ وحدۃ الوجود پر ہم ان کی تصانیف میں کوئی مستقل چیز نہیں پاتے وہ یا تو وجودیوں کی تردید کے لئے اس کا ذکر کرتے ہیں یا ضمناً کہیں اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

صوفیوں کے گمراہ فرقے۔ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ تصوف بھی مختلف

وجوہ و اسباب سے عقاید و اعمال باطلہ کی آمیزش ہوگئی اسی طرح صوفیت اور تصوف کے جھوٹے دعوے کرنے والے بہتیرے گم راہ فرقے پیدا ہوگئے، باطنیہ وجودیہ، حشویہ، معطلہ، اباحیہ، ملامتیہ اور اس طرح کے نہ جانے کتنے فرقے پیدا ہوگئے حضرت شیخ نے تمام ان فرقوں کا رد و انکار کیا ہے اور امت مسلمہ کو ان کی گمراہیوں سے بچانے کی سعی کی ہے چونکہ اختصار مد نظر ہے اس لئے طویل اقتباسات سے احتراز کیا جا رہا ہے چند مختصر عبارتیں درج کی جاتی ہیں۔ شیخ عبداللہ نیازی رحمۃ اللہ[۱] نے حضرت شیخ کو ایک مکتوب بھیجا تھا جس میں مشایخ صوفیہ کا انکار کیا گیا تھا اور اس سلسلے میں غلو و افراط سے کام لیا گیا تھا۔ حضرت شیخ کے جوابی مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیخ عبداللہ نیازی کی عزت اور ان کا احترام کرتے تھے۔

مع ذلک در ہر جانب کہ طریقۂ ورع و احتیاط مرعی باشد اختیار آں از واجبات وقت است . . . . . نہ چنانکہ طریقۂ نا مرضیۂ اباحیہ زمانست ادعا و انتحام تصوف کنند و در اعتقاد و عمل اصلاً	اور اس کے باوجود جس طرف پرہیزگاری اور احتیاط کا طریقہ ملحوظ ہو اس کا اختیار کرنا واجب ہے نہ ایسا کہ اس زمانے کے ناپسندیدہ فرقہ اباحیہ کا طریقہ ہے جو تصوف کا ادعا کرتے ہیں اور اعتقاد و عمل میں تقوی اور

---

(۱) شیخ عبداللہ نیازی تاریخ ہند کی ایک اہم شخصیت ہیں آخر میں انہوں نے طریقہ مہدویہ اختیار کر لیا تھا۔ بدایونی نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر بھی کیا ہے۔ مولانا ابوالکلام نے تذکرہ میں شیخ عبداللہ کے جو حالات لکھے ہیں وہ پڑھنے کے لائق ہیں کہ عبرت انگیز اور ایمان پرور ہیں۔

براہ تقوی و احتیاط نروند تمسک
بکتاب و سنت نکنند و در دیانات
احکام اسلام ملاحظه نمایند و شاید
که بصوفیه فصوصیه که در مکتوب
شریف واقع شده بود امثال ایں
جماعه را اراده نموده باشند والا
اصل عنوان صوفیه مرتبۂ عظیم و مقامے
رفیع و مسلک طریق مستقیم است
ذکر آں در مقام تشنیع و تقبیح بغایت
گراں می آید و در حقیقت ایں جماعه
را داخل صوفیه نباید داشت محققان
قوم ایشاں را حشویه و باطنیه می نامند
(مکتوب نمبر ۸)

احتیاط کی راہ نہیں چلتے اور نہ کتاب و سنت
سے تمسک کرتے ہیں اور دینی امور میں اسلام
کے احکام کو نہیں دیکھتے۔ اور آپ نے
اپنے مکتوب شریف میں صوفیہ فصوصیہ
(یعنی ابن عربی کی فصوص الحکم پر چلنے والے)
کا جو ذکر کیا ہے اس سے آپ کی مراد شاید
یہی جماعت ہو گی ورنہ سچے صوفیہ کا اصل
عنوان ایک بڑا مرتبہ، بلند مقام اور
سیدھا مسلک ہے تشنیع و قباحت
کے مقام میں ان کا ذکر طبیعت پر گراں گزرتا
ہے۔ درحقیقت اس جماعت کو صوفیہ میں داخل
نہیں کرنا چاہئے اور آپ کا جو مفہوم ہے اس کا
نزد اس جماعت کو نہیں سمجھنا چاہئے محققین اس جماعت
کو حشویہ اور باطنیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

فرقۂ ملامتیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

دریں روزگار که مائیم نزد فقرائے ایں وقت سخن احکام اسلام
و شریعت گفتن حکم حقائق و اسرار توجه گرفته است بلکه
مشکل تر از آنست فرقۂ ملامتیه در زمان ما اہل شریعت اند
نعوذ باللہ من الجہل والطغیان (مکتوب نمبر ۲۱)

ان چند فقروں میں اس عہد کی تصویر اور حضرت شیخ کی دل گرفتگی اور حسرت کا نقشہ کھینچ گیا ہے۔ احکام شرع اور شریع اسلام کی ترتیبات کو اصل و مدار ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وہرکہ نہ ایں چنیں فہمد و نہ بایں روش رود از فرقۂ حشویہ و معطلہ بود خروج ازیں اصل موجب بیروں افتادن از جادۂ شریعت و وقوع درمہاوی ضلالت و غوایت گردد (مکتوب نمبر ۲۸)

بہت سے آرام طلب، نفس پرست اور اہل بطالت یہ جاہلانہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اصل شئے باطن کو سنوارنا ہے، ظاہر درست ہو یا نہ ہو فرقۂ ملامتیہ اسی گمراہی میں مبتلا ہے، حضرت شیخ لکھتے ہیں۔

شیخ (عبد الوہاب) نے فرمایا باطن کے حال کو ظاہر کے عمل پر مقدم نہ رکھے تاکہ ادب و اعتدال کے دائرے سے باہر نہ نکلے اور ظاہر پر بھی اکتفا نہ کرے تاکہ بلندی و کمال کے مرتبے تک پہنچنے سے محروم نہ رہے، ظاہر میں عمل اور خدمت چاہیے اور باطن میں محبت اور پیاس تاکہ مقصد حاصل ہو اور سلامت رہے

(مکتوب نمبر ۲۳)

اسی گروہ کے عقیدۂ فاسد کا ذکر اس پر انکار شدید کرتے ہوئے کرتے ہیں۔

بلکہ کہتے ہیں کہ یہ سب (یعنی طاعات و عبادات) عام لوگوں کی ہدایت کے لئے ہے اور کہتے ہیں کہ نماز روزہ بیوہ عورتوں

کا کام ہے مردوں کا کام دوسرا ہے اس طرح وہ زندقہ و انکار
کے راستے پر جا پڑے اور ابدی حرمان و خسران کے بھنور میں
پھنس کر رہ گئے
(مکتوب نمبر ۳۴)

جاہل صوفیوں میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو شریعت کو الگ اور طریقت
و حقیقت کو الگ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ :۔
حقیقت روح شریعت و شریعت صورت او، شریعت
اعتقاد کردن بدانچہ خبر دادہ اند و کار کردن بدانچہ فرمودہ
و حقیقت مشاہدہ کردن و بچشم عیاں آن را دریافتن
بود حقیقت۔ حقیقت شریعت و کنہ اوست
(مکتوب نمبر ۳۴)

سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ایک عبارت کی شرح کرتے ہیں
فرمودہ کل حقیقۃ ردہا شریعۃ فہی زندقۃ یعنی اگر یکے
را کشف شود انچہ نہ موافق دین و شریعت است اگر
آں را اعتقاد کند کافر بود و زندیق گردد (مکتوب نمبر ۳۴)

علماء سو دنیا پرست اور جاہ طالب علماء کا گروہ جاہل اور گمراہ صوفیوں
سے زیادہ خطرناک اور مہلک ہے اس لئے کہ یہ گروہ
علم دین کا لبادہ اوڑھے ہوتا ہے اور اس کے اقوال و افعال کو جہلاء عین
دین سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نبی عربی فداہ امی وابی نے اس گروہ کے
شر سے اپنی امت کو آگاہ کر دیا تھا اور ہر دور میں علمائے حق ان کے شر

سے لوگوں کو آگاہ کرنے آئے ہیں چونکہ یہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے عوام کی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں اس لئے جہلا اور عوام کی بھیڑ ان کے تابع ہوتی ہے اور بہ بے باکی کے ساتھ فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں حضرت شیخ نے علمائے حق اور علمائے سوء کے درمیان خط امتیاز کھینچا ہے اور لوگوں کو بدکار علما کے شر سے بچانے کی سعی کی ہے لکھتے ہیں۔

علما کی تعظیم اور ان کی تصدیق ان چیزوں میں واجب ہے جو وہ دین کے موافق بتاتے ہیں اور کتاب و سنت سے تمسک کرتے ہیں، ان چیزوں میں ان کی تصدیق ضروری نہیں ہے جو دین کے مخالف کہتے ہیں اور ہوائے نفس و محبت دنیا میں حیلہ آموزی اور فتنہ اندوزی کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے علما انبیا کے وارث ہیں جب تک دنیا کی طرف مائل نہ ہوں اور بادشاہوں کے یہاں آمد و رفت نہ کریں اور جب وہ دنیا کی طرف مائل ہو جائیں اور بادشاہوں سے میل جول بڑھائیں تو ان سے ڈرو اسلئے کہ وہ دین کے چور ہیں۔ میل دنیا اور اختلاط سلاطین سے مراد یہ ہے کہ دین کو دنیا کے عوض بیچ دیں اگر زری اور سستی دکھائیں، ناحق اور غلط فتوے دیں (مکتوب نمبر ۹)

مشایخ و اولیائے امت کے اقوال و افعال کو رد کرنے کا ضابطہ و قانون اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

اس باب کا قانون یہ ہے کہ جو چیز علم و حکم شریعت کے مقتضا کے

مخالف اس کا انکار واجب ہے اور جس چیز میں شبہ ہو اس میں اس وقت توقف لازم ہے جبکہ اس کا قائل یا فاعل ایسا شخص ہو جو علم و عمل میں امام اور تقویٰ و احتیاط میں صاحب استقامت ہو ایسے شخص کے قول و فعل کی تاویل توجیہ کرنی چاہیئے ہاں اگر مصلحت شرعی ایسے شخص کے قول و فعل کو رد کرنے میں بھی ہو تاکہ کم فہم لوگ گمراہ نہ ہوں تو اسے بھی رد کرنا چاہیئے اور یہ بات جان لینی چاہیئے کہ ولی، ہفوات و زلات اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے معصوم نہیں ہوتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۹)

منہیات سے اجتناب

بہت سے کم فہم و غلط اندیشی لوگ نوافل و ذکر اوراد و وظائف میں نو جیست لیکن ادائے فرائض میں سست ہوتے ہیں، اس کے علاوہ منہیات و محرمات سے پرہیز و اجتناب کا اہتمام نہیں کرتے وہ اس دھوکے میں ہیں۔ کہ ممنوعات و محرمات میں مبتلا رہنے کے باوجود محض نوافل اور اوراد و وظائف کی پابندی سے وہ سب کچھ پالیں گے وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ بیمار کے لئے پرہیز، استعمال دوا سے زیادہ ضروری ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ ہزار دانوں کی تسبیح پھیرنے والے بہت سے "حضرات" معاملات میں اتنے خراب ہوتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں بہتیرے آزاد لوگ بھی اچھے ہوتے ہیں۔ جھوٹ سے انہیں پرہیز نہیں مکر و فریب سے انہیں باک نہیں اور اکل حلال کی قدر

نکے نہیں اس کے باوجود اپنے کو بزعم خویش صوفی صافی سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کی اصلاح کے لیے بھی حضرت شیخ نے کوشش کی ہے اور بتایا ہے کہ فرائض کا اہتمام اور ممنوعات سے اجتناب۔ کلی نوافل و اوراد کی کثرت و پابندی سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ ابدی نجات فرائض کی ادا اور محرمات سے اجتناب کے ساتھ وابستہ ہے لکھتے ہیں:۔

مشایخ کرام نے کہا ہے کہ مبالغہ اور استقصا تقوی میں اور محرمات، مکروہات اور شبہات سے بچنے میں زیادہ اہم ہے اور مقام قرب تک پہنچنے میں زیادہ کارگر ہے اگر فرائض، واجبات اور سنن پر اکتفا کریں نوافل اور عبادات نافلہ کی تکثیر میں کوشش نہ کریں تو حصول مقصود کے لیے کافی ہے لیکن نوافل و مستحبات کی کثرت محرمات و منہیات کے ارتکاب کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے فرائض کے ترک اور اس میں سستی و سہولت پسندی کے ساتھ نوافل میں مبالغہ اور اس کا اہتمام فریب نفس اور فریب شیطان ہے۔ (مکتوب نمبر ۳۳)

غیر معروف ریاضتیں

ہندستان میں آکر جس طرح ہندوانہ تصورات تصوف میں داخل ہوئے اسی طرح جوگیانہ ریاضتیں بھی صوفیوں نے اختیار کیں جوگیوں کی ریاضتوں کی روح یہ ہے کہ روح کو پاک اور قوی کرنے کے لئے جسم کو سزا دی جائے اور اس کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا جائے ہمارے مسلمان صوفیوں نے بھی

طرح کی بعض ریاضتیں اختیار کر لیں حضرت شیخ نے اس طرح کی ریاضتوں
خلاف بھی لکھا ہے۔

وعمل صحیح آں بود کہ مرضی حق و موافق طریقہ دین و شریعت
وفرمودہ شارع باشد ریاضتہا و مجاہدہ ہا باید کرد کہ موافق
طریق و مرضیات الہی باشد تا اثرے آرد و اعتبار را شاید
(مکتوب ۳۳)

س کے بعد واضح کیا ہے کہ اثر سے مراد اثر ہے جو نور ایمان کی زیادتی اور
رضائے حق کا باعث ہو اور یقینی طور پر یہ اثر انہیں ریاضتوں کا ہوگا جو
رضئ حق کے تابع ہوں ورنہ کشف و خوارق اور تسخیر جن و روح تو بے
یمانوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

الا باشد کہ بعضے ریاضتہا و مشغولی ہائے کہ جوگیہ و اہل
کہانت را می باشد و از بعضے بے ریاضت بکرد اسند راج
الہی ظاہری گردد اثرے در کشف بعض عوالم و ظہور چیزے
از جنس خوارق عادات و تسخیر بعضے ارواح خبیثہ از جن و
انس کہ ایمان و عمل صالح دراں شرط نباشد پیدا
کنند۔

ردّ شیعیت

ہمایوں نے شیعوں کی مدد سے ہندستان کی حکومت دوبارہ حاصل کی اور اس طرح یہاں شیعیت کے لئے دروازہ کھل گیا۔ حضرت شیخ کے وقت میں یہ فتنہ بھی اپنی پوری طاقت سے سر اٹھائے ہوئے تھا، ان کا علم زبان اور قلم گویا وہ خود ہمہ تن فتنوں کے سدباب کے لئے وقف تھے، شیعیت کے رد میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایک منصف مزاج انسان کے لئے بالکل کافی ہے، ما ثبت بالسنۃ میں ان بدعات و خرافات کا رد کیا ہے جو رافضیوں نے محرم میں ایجاد کی ہیں اور ان کے اثر سے عام مسلمان بھی ان میں مبتلا ہیں۔ تکمیل الایمان میں حضرت شیخ نے مسئلہ خلافت پر قلم اٹھایا ہے اور حق یہ ہے کہ اختصار کے باوجود انہوں نے شیعوں کے اعتراضات و اعتقادات کا بہتر و معقول رد لکھا ہے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقیقت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کون عقل مند الا اس بات کو جائز رکھے گا کہ علی مرتضیٰ جو شیر خدا، امام اولیا اور مرکز دائرہ حق تھے قرآن ان کے ساتھ تھا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ القرآن مع علی و العلی مع القرآن، مدت العمر نماز اور دیگر تمام بدنی و مالی طاعتوں میں ظالم کے تابع ہوں، اس علم کے باوجود کہ حق ان کے جانب ہے اور انہوں نے اپنے متعلق رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم سے کوئی نفس سنی ہو حق طلبی کے لئے کھڑے نہ ہوں
خاموشی اختیار کریں اور مدت العمر ذلیل و خوار اور اہل
باطل کے اسیر رہیں، شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سب تقیہ کی وجہ
سے تھا، درحقیقت یہ تقیہ جس کا شیعہ اعتقاد کرتے ہیں
اگر وہ بہ نظر انصاف دیکھیں تو عین عیب اور صریح ...
منقصت ہے"

تقیہ دو وجہ سے کیا جا سکتا ہے یا تو ضعف ایمان اس کا سبب ہو یا خوف
جان و مال اور بے کسی و بے بسی اس کی وجہ ہو، یہاں دونوں وجہیں معدوم
ہیں، حضرت شیخ دوسری وجہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

ونیز تقیہ وخوف درجائے بود کہ صاحب حق ضعیف
ومغلوب وزبوں باشد این جانہ چنیں است کہ علی مرتضیٰ
باآں شجاعت وصلابت در دین وتوکل بر خدا اے کہ
داشت وفاطمہ بنت رسول اللہ باآں عظمت وعلو منصب
زوجۂ وے وحسن وحسین سبطا رسول اللہ ومحبوب ترین خلق
فرزندان شریف وے وعباس بن مطلب عم رسول اللہ باآں
رفعت محل تابع وے وزبیر ابن عم رسول اللہ باکمال شجاعت
وشہامت کہ داشت باوے وبنو ہاشم باآں شوکت وعزت
وشجاعت برادران وے، دیگر ضعف وزبونی چہ معنی دارد۔

شیعہ تقیہ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی جائز رکھتے ہیں، شیخ ان

کے اس باطل عقیدے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"این شیعہ تقیہ را بر پیغامبران جائز بلکہ واجب می پندارند می گویند کہ آن حضرت علی مرتضیٰ را بہ امامت نماز در نفس خود تعیین کردہ بود لیکن مانع اظہار خوف و تقیہ شد ہرگاہ کہ مثال این احتمالات شیعہ را در جناب سید المرسلین راہ دہند کسے با ایشان چہ گوید قبحہم اللہ ما اجہلہم۔ اگر اعتقاد ہم اگر انبیاء اخفا حق کنند دیگر حق کجا ظہور یابد۔"

آخر میں شیخ نے اپنے استدلال کا خلاصہ ان لفظوں میں لکھا ہے۔

"و بالجملہ ہیچ دلیلے بہ تحقیق تر از اجماع صحابہ کہ حل و عقد دین و ملت بدست ایشان بود و احکام شریعت و سنت بایشان سپردہ شدہ است، نباشد، ہیچ الزامے بر شیعہ قوی تر از اطاعت و انقیاد علی مرتضیٰ مر ابوبکر را در احکام دنیا و دین نخواہد بود و بتحقیق ہر دلیلے کہ بر فضل و کمال مرتضیٰ است کرم اللہ وجہہ برہان صحت خلافت ابوبکر صدیق است رضی اللہ عنہ یعنی حضرت علی با آن فضل و کمال و ہدایت خلافت تائید دین و متابعت او کردہ باوے بیعت نمود بالا تر ازین دلیل و برہان چہ خواہد بود . . . بتحقیق فطرت سلیمہ مجبول است بر قول آنکہ اجماع و اتفاق اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جز بر صواب نبود۔"

حضرت شیخ لعن و طعن کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وبالجملہ سب وطعن در ایشاں (یعنی صحابہ) اگر مخالف دلیل قطعی بود کفر است۔ چنانچہ قذف عائشہ بزنا معاذ اللہ من ذلک کہ طہارت ذیل وے ازاں بنصوص قرانی ثابت شدہ، والا فسق وبدعت بود..... ولعنت بر خصوص شخصے اگرچہ کافر بود جائز ندارند چہ دانی کہ عاقبت کار وے بایمان وسعادت بود مگر آں کہ بہ یقین معلوم شود کہ موت وے بر کفر است وتفاوت تا آنکہ بعضے در یزید شقی نیز توقف کنند۔

حضرت شیخ نے تکمیل الایمان ہی میں لکھا ہے کہ کسی دوسرے وقت وہ اس موضوع پر الگ کتاب لکھیں گے لیکن شیخ کو اس کا موقع نہ ملا پھر بھی انہوں نے جو چند صفحات لکھ دیئے ہیں ان سے ایک بسیط مقالہ تیار کیا جا سکتا ہے۔

"امرائے سلطنت کی اصلاح"

اکبر کی بے دینی والحاد اور اس کے جبر اور دباؤ کی وجہ سے اس کی حکومت کے امرا بھی اسی کے رنگ میں رنگ گئے تھے لیکن سب کا حال ایک نہ تھا اس کے بہتیرے امرا دین اسلام پر قائم تھے اور بادشاہ کی بے دینی

کو پسند نہ کرتے تھے ضرورت تھی کہ ایسے امرا کی طرف توجہ کی جاتی اور ان سے کام لیا جاتا شکر ہے کہ ہم محدث دہلوی کو اس فریضہ سے بھی غافل نہیں پاتے انہوں نے امرا کی اصلاح، ان کے عقائد کی درستی اور انہیں ان کے فرائض منصبی کی طرف توجہ دلائی اور حکومت کی بے دینی کے خلاف سرگرم کار ہونے کی ترغیب دی، شیخ فرید اور نواب خان خاناں کے نام کے چند خطوط مطبوعہ مجموعۂ مکاتیب میں پائے جاتے ہیں، شیخ فرید(۱) وہ امیر با توقیر ہے جس نے اکبر کی آخر زندگی میں اس کے خیالات پر اثر ڈالا اور اکبر کی موت کے بعد جہانگیر کو بادشاہ بنا کر حکومت اکبری کی بے دینی

---

(۱) سادات بخارا کا یہ یکتائے روزگار فرد سلطنت مغلیہ کے ان امرا میں سے ہے جنہوں نے امیری کے لباس میں فقیری کی ہے ہمارے لئے اس کی سب سے زیادہ قابل قدر خدمت یہ ہے کہ اس نے اکبر کی بے دینی کا خاتمہ کیا ہے۔ جب ہم تاریخ اور تذکرے میں اس کا حال پڑھتے ہیں تو بے اختیار اس کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ شیخ عبدالحق ترک بخاری تھے اور یہ سید بخاری ان دو بخاریوں کا اتصال نیک فال تھا اور دونوں ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں۔ مآثر الامرا میں آٹھ صفحے اس کے ذکر میں ملتے ہیں، شیخ نور الحق نے ان کی تمام خدمات کو مفصل لکھا ہے مگر افسوس کہ ان کی زبدۃ التواریخ کے مطالعہ کا اب تک سامان نہ ہو سکا اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔ راقم کا ارادہ ہے کہ نواب فرید مرتضیٰ پر ایک الگ مقالہ مرتب کرے۔ شیخ فرید کی تاریخ پیدائش کا پتہ نہ چلا وفات ۱۰۲۵ھ میں بمقام پٹھان کوٹ پنجاب ہوئی جہانگیر خبر وفات سن کر لکھتا ہے "ازیں خبر ناخوش، خاطر آرزو کی تمام بہم رسانید"۔ ان کے مقبرے کا مفصل حال واقعات حکومت دہلی حصہ سوم میں ہے۔ ان کے مزار کے سرہانے جو لوح کھڑی ہے اس پر یہ قطعہ تاریخ بھی درج ہے مرتضیٰ خان چو گشت واصل حق، شد بہ اقلیم بقا مفتوح حق، بہر تاریخ ملائک گفتند، باد پر نور الٰہی روح حق
۱۰۲۵ھ

کا خاتمہ کیا۔ نواب عبدالرحیم خان خاناں بھی ان امرا میں ہیں اپنے عقائد پر سختی کے ساتھ قائم اور اکبر کے الحاد سے دامن کش تھے۔ عہد جہانگیری کے امرا میں سب سے زیادہ شیخ فرید کے ساتھ حضرت شیخ کے مخلصانہ تعلقات تھے اور ان کی دینی حمیت کو برانگیختہ کرنے میں محدث دہلوی کا کارنامہ لائق صد تحسین ہے۔ مجموعہ مکاتیب میں شیخ فرید کے نام چھ سات مکتوب ہیں اور ہر مکتوب اس لائق ہے کہ اس کو بار بار پڑھا جائے۔ اکبر کی موت پر جو مکتوب شیخ فرید کے نام لکھا گیا ہے اس میں ادعائے الوہیت اور ادعائے نبوت نیز نبوت کی تعریف اور نبی کے فرائض، خصائص اور اس کے فضائل پر اشارات کئے گئے ہیں۔ اس مکتوب کے آخر میں لکھتے ہیں۔

سر سعادتہا التزام شریعت و اعتقاد مسلمانی است و یقین داشتن بر آنکہ ہر عمل را جزے ست و ہر کردہ را جزائے و عاقبت عمل نیک، نیک و عمل بد، بد فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (مکتوب نمبر ۱۷)

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

اما مقام التعظیم لامر اللہ تعالیٰ تر و شان و مرتبہ وے در اعلائے کلمہ اسلام و تشیید و تائید امر دین و ملت بالاتر از آنست و بحقیقت ہیچ صفتے و ہیچ کارے کہ باعث قبول و سفیدروئی مرد در بارگاہ عزت و درگاہ نبوت ... بالاتر از آن

گو لیند
بہت کہ در تقویت دین و ملت و ترویج و تائید سنت کوشاد
درا ں بذل مجہود نماید و در سواد آں لشکر اگرچہ تن تنہا باشد
بیفزاید (مکتوب ۳۳)

شیخ فرید کی حمیت دینی کو برانگیختہ اور ان کو آمادہ کار کرنے کیلئے حضرت شیخ نے کس زور سے لکھا ہے " و در سواد آں لشکر اگرچہ تن تنہا باشد بیفزاید کا جملہ کس قدر جوش اور ولولہ پیدا کرتا ہے۔

شیخ فرید کی دینداری اور ان کی کارکردگی کی وجہ سے حضرت شیخ ان کی ذات کو غنیمت سمجھتے اور ان کی عزت کرتے تھے شیخ فرید کی صحت یابی پر انہیں خط لکھنے میں اس کے آخری جملے یہ ہیں۔

الحمدللہ کہ بطالع فقرا و دعا در دولتیاں و توجہ محبان کدورت
غبار وحشت از چہرہ مقصود زود بصفا مبدل شد وجود شریف
ایشاں غنیمت است و نفار ذات بابرکات محض حکمت
و عین مصلحت (مکتوب ۲۴)

محض حکمت و عین مصلحت" کا جملہ اپنے اندر جو معانی چھپائے ہوئے ہے اہل نظر سے مخفی نہیں۔ نواب عبدالرحیم خان خاناں (۱) کے نام جو پہلا مکتوب ہے،

---

(۱) بیرام خاں ترکمان کا یہ نامور بیٹا ۱۴ رصفر ۹۶۳ھ کو لاہور میں پیدا ہوا اور ابھی چار سالہ ہی تھا کہ داغ یتیمی اٹھانا پڑا لیکن اکبر کی شفقت، نگرانی اور تربیت نے اسے سنبھال لیا اور پھر اپنے ذاتی جوہر کے نتیجے میں سپہ سالار اعظم کے درجے تک ترقی کی، تلوار کا دھنی (صفحہ ۱۳۵ پر)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شیخ سے حصول یقین اور حصول نورانیت کی تدبیر پوچھی تھی اور اپنی بے عملی کا گلہ کیا تھا حضرت شیخ حصول یقین کی تدبیر لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ ذکر اللہ بالخیر می فرمود در اول حال اختیار عمل را مشروط بحصول یقین نباید داشت و ہمان قدر تصدیق کہ حاصل ست اگرچہ اعتقاداً و تقلیداً باشد شروع در عمل باید کرد تا از صفاء معاملت و نورانیت عمل رفتہ رفتہ حجاب ریب از جمال شاہد غیب بر افتد و نور یقین جلوہ گر آید راضی شدن بنقصان و تسویف و تاخیر سعی در ازالہ و علاج آن مقصد را دور تر اندازد و علت بعد و

شیخ نے فرمایا اول حال میں عمل کو حصول یقین کے ساتھ مشروط نہیں کرنا چاہیے اسی تصدیق پر جو حاصل ہے اگرچہ وہ اعتقاداً و تقلیداً ہی کیوں نہ ہو عمل شروع کر دینا چاہیے تاکہ معاملہ کی صفائی اور عمل کی نورانیت کی وجہ سے رفتہ رفتہ شک و ریب کا حجاب شاہد غیب کے جمال سے اٹھ جائے اور یقین کا نور جلوہ گر ہو، شک کے ازالہ و علاج میں تاخیر کی اور ٹال مٹول کرنا اس مقصد کو دور تر کر دیتا ہے حجاب اور دوری کی علت کو مضبوط اور اٹل کر کے اس پر مہر لگا دیتا ہے

اور علم کا بادشاہ تھا، عربی، فارسی، ترکی اور ہندی کا ماہر، رحیم تخلص کرتا تھا۔ علم و فن جود و سخا اور ہمت و جرأت میں ہندوستان کا ضرب المثل انسان ہے اس کا باپ مذہباً امامیہ کا پیرو تھا لیکن یہ خود اپنے کو اہل سنت ظاہر کرتا تھا اور اس کے بیٹے متعصب سنی تھے اس کا دربار علماء، مشائخ اور شعراء کا عظیم الشان مجمع گاہ تھا شاہنواز نے ۱۹ صفحوں میں اس کا ایک نامکمل تذکرہ لکھا ہے، ۷۲ سال کی عمر میں ۱۰۳۶ھ میں وفات پائی اور مقبرہ ہمایوں کے قریب دفن ہوا (مآثر الامرا)

حجاب را منفرد و تمکن سازد و تخم و طبع ---------------------------
و رین کند نعوذ باللہ منہا (مکتوب نمبر ۱۲) ---------------------------

اسی مکتوب کے آخر میں لکھتے ہیں۔

یکے از محققان گفتہ است کہ فطرت سلیمہ مجبول است بر اختیار دین اسلام۔

مکتوب کو اس دعا اور درود پر ختم کیا گیا ہے راقم الحروف جب عہد اکبری کے فتنوں پر نظر ڈالتا ہے اور پھر اس دعا کو پڑھتا ہے تو اس میں ایک عجیب لذت پاتا ہے۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه وصلی اللہ علی الہادی المہدی الی طریق الحق المبین شیخ الکل وامام الائمہ وانتا زالوجود سید المرسلین محمد وعلی الہ واصحابہ واحزابہ واتباعہ اجمعین ہداۃ طریق الحق رحمی علوم الدین۔

خان خاناں کو جو دوسرا خط (نمبر ۱۴) لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شیخ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا تھا اس کے جواب میں شیخ نے جس دل نشین طرز سے عذر کیا ہے وہ دیکھنے کے لائق ہے پورا مکتوب ادب عالی اور معنی بلند کا نمونہ ہے

تیسرے خط میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ سالک کو مقصود تک پہنچانے والا سب سے قریب راستہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ اور آپ کی پیروی ہے آخر میں لکھتے ہیں۔

بحضور عرض کردہ شدہ بود کہ شرعا و عقلا و عرفا اختیار این کار و سلوک این طریق فرض عین و عین مصلحت است و توقف و تردد دران دور از کار ثبتنا اللہ و ایاکم علی ہذہ الطریقۃ المستقیمۃ والملۃ القویمۃ انشاء اللہ رب العالمین

(مکتوب نمبر ۱۸)

جاننے والے جانتے ہیں کہ نواب خان خانان کو حضرت شیخ کس چیز پر برانگیختہ کر رہے ہیں اور کس طرف دعوت دے رہے ہیں وہ ان چند امرائے عالی شان میں تھے جو ملحد و بے دین نہ ہوئے تھے اور دین اسلام کا قلادہ جنہوں نے اپنی گردن سے نہ نکالا تھا حضرت شیخ علیہ اس عہد فتنہ میں چاہتے تھے کہ خان خانان جیسے لوگ کھل کر اس الحاد و بے دینی کو روکنے کی سعی کریں۔

چوتھا مکتوب اس سلسلے میں لکھا گیا ہے کہ خان خانان نے حضرت شیخ کے پاس حکمت و فلسفہ کے چند رسالے بھیجے تھے انہوں نے ان رسالوں کا مطالعہ کیا اور پھر یہ خط لکھا پورا مکتوب ہدایات نافعہ اور نصائح عالیہ سے پر ہے جو لوگ حکمت و فلسفہ کے اصول کو صحیح و درست سمجھ کر عقائد و احکام شریعت کو اس پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور طرح طرح کی تاویلات میں پڑتے ہیں ان پر شیخ نے چوٹیں لگائی ہیں۔ اور ایک جگہ بڑے جوش و خروش سے فرمایا ہے۔

گدایان این کوے را احتیاج نیست کہ بر در دیگران بدریوزہ روند فرو انیند کہ صدا ارسطو دہو ططی بدریوزہ ریس در بیایند و بار بیایند

(مکتوب نمبر ۱۹)

پانچواں مکتوب سب سے زیادہ واضح خط ہے جو خان خاناں کو بھیجا
گیا اور اس میں صاف طور پر ان کو تجدید و ترویج احکام سنت کی ترغیب
دی گئی ہے بلکہ اشاروں میں ان کی خاموشی و بے عملی پر زجر و توبیخ بھی
ہے۔

ناامید نباید بود کہ حقیقت محمدی را
دورات است مثل دورات فلکی و
نہایت ہر دورہ مانا کہ بر سر صد سال آنست
کہ ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس
کل مائۃ سنۃ من یجدد امر دینہا ہر کرا کار
از دست بر آید کہ سبب تقویت و تجدید
و ترویج این امر گردد از سر دادی کہ
باشد داخل این بشارت است و علما
و مشایخ و امرا و حکام و غیرہم ہمہ مصداق
این عنوان اند و اعظم امور درین باب
ارشاد و ہدایت است و تجدید و
ترویج احکام سنت بالاتر ازین کاری
کہ ثمر سعادت ابدی و دولت سرمدی
گردد نیست قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ
علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی و سبحان اللہ

مایوس نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ حقیقت محمدی
کے لئے دورے ہوتے ہیں جیسے فلک کے دورے
ہوتے ہیں ہر دور کی نہایت سو سال کی ابتدا
ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالٰی اس امت
کے لئے ہر سو سال کی ابتدا میں ایک ایسے شخص
کو مبعوث کرتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے
جس شخص کے ہاتھ کوئی ایسا کام انجام پائے
جو دین کی ترویج، تجدید اور تقویت کا سبب
ہو وہ اس بشارت میں داخل ہے علما، مشایخ
امرا، حکام سبھی اس بشارت کو حاصل کر سکتے
ہیں اور اس باب میں سب سے بڑا کام ارشاد
و ہدایت اور احکام سنت کی ترویج و تجدید
ہے اس سے بلند تر کوئی ایسا کام نہیں ہے
جو سعادت ابدی اور دولت سرمدی کے حصول
کا سبب بنے قرآن میں ہے کہہ دو اے محمد یہی

وما انا من المشرکین (مکتوب ۲۲)	میری راہ ہے کہ میں اور میرے پیرو پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں ۔

حضرت شیخ کا جو چھپا ہوا مجموعہ مکاتیب و رسائل اس وقت موجود ہے اس میں شیخ کے تمام مکاتیب نہیں ہیں معلوم نہیں اور کن امراسے ان کی خط و کتابت تھی اور ان ہی دونوں کے نام اور خطوط بھی ہیں یا صرف یہی ہیں بہرحال ان ہی مکاتیب سے اتنا بالیقین معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ امرا کی اصلاح سے غافل نہ تھے اور اکبر کی بے دینی کے خلاف ان کو اکسانے میں اپنے خاص طریقے سے لگی ہیں کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ عہد اکبری میں بھی ویسے ہی سرگرم کار رہے ۔ جیسے عہد جہانگیری و شاہ جہانی میں جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء ۔

تفسیر

تفاسیر قرآن اور علوم قرآن پر بھی حضرت شیخ کی نگاہ وسیع تھی لیکن علوم حدیث کے نشر و اشاعت، درس و تدریس۔ تصنیف و تالیف اور تصوف کی چھان پھٹک نے انہیں علوم قرآن پر مستقل تصنیف و تالیف کا موقع نہ دیا حضرت شیخ نے آج سے تین سو سال پہلے اس چیز پر ناگواری کا اظہار کیا تھا کہ تفسیروں کو منطق و فلسفہ کے دلایل سے مخلوط کر دیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کتاب و سنت کے اصل دلایل ان کے نیچے دب گئے ہیں نکات الحق میں ایک جگہ فلسفہ کی مذمت اور متکلمین کی کج روی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ در تفسیر قرآن و شرح احادیث ازیں باب تنہا سخنہا بسیار کردہ تجاوز اللہ عنہ و اگر آں مواضع را بنمایم سخن دراز گردد۔

جب بیضاوی کے متعلق ان کا یہ خیال تھا تو تفسیر کبیر کا اس سے اندازہ کرنا چاہئے، حضرت شیخ نے بیضاوی کے ربع اول کا حاشیہ دس ہزار سطور میں لکھا ہے۔ آیۃ النور اور سورۃ والعادیات کی تفسیریں بھی لکھی ہیں۔ سورۃ والعادیات کی تفسیر چند صفحوں میں کتاب المکاتیب والرسایل کے ساتھ چھپ گئی ہے بیضاوی کے حاشیہ اور آیت النور کی تفسیر کی کہیں موجودگی کا علم بھی اب تک حاصل نہیں ہوا

"حدیث"

"اکبر کے آخری عہد میں وہ بزرگ ہستی نمایاں ہوئی جس نے عہد جہانگیری میں اپنی جہانگیری کا سکہ بٹھا دیا اور جس نے دہلی کے شاہی دار السلطنت کو ہمیشہ کے لئے علوم دین کا دار السلطنت بنا دیا اور جس کی نسبت اہل علم کا اعتراف ہے "اول کسے کہ تخم حدیث در ہند کشت او بود"

گو نئی تاریخ کی روشنی میں بزرگوں کا یہ پرانا مقولہ صحیح نہیں تاہم معنوی حیثیت سے اس کی سچائی میں کوئی شک نہیں ....

مولانا عبد الحق محدث دہلوی۔ کی ذات وہ ذات ہے جنہوں نے ہندستان میں رہ کر حدیث کے سربمہر خزانہ کو وقف عام کیا اور دل پسند مختصر تصنیفات کے ذریعہ سے علمائے ظاہر و باطن دونوں کی محفلوں سے تحسین و آفریں کی داد وصول کی (۱)

استاذ العلام سید سلیمان ندوی مدظلہٗ کی یہ تحریر دل پذیر اردو میں غالباً سب سے پہلی تحریر ہے جو حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے شایان شان شائع ہوئی اللہ تعالیٰ علامہ کو جزائے خیر دے کہ ان کے علم و فضل نے اردو کے دامن کو موتیوں سے بھر دیا ہے۔" امام ولی اللہ دہلوی سے

---

(۱) ہندستان میں علم حدیث ۱۲

پہلے اسلامی ہند کی دینی حالت اور تدریجی ارتقا" یہ ایک مقالہ ہے جو رفیق محترم مولانا مسعود عالم صاحب ندوی کے قلم سے الفرقان بریلی کے شاہ ولی اللہ نمبر میں شائع ہوا ہے مولانا اس میں رقم طراز ہیں۔

"مجدد صاحب کے کارناموں کے ساتھ ان کے معاصر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی خدمات کا ذکر بھی ضروری ہے ان کی ذات سے شمالی ہند میں علم حدیث کو زندگی ملی اور سنت نبوی کا خزانہ ہر خاص و عام کے لئے عام ہو گیا ہمارے نزدیک حدیث کی خدمت اور کتب حدیث کی مزاولت خود بخود دین کی سچی روح سے قریب کرتی ہے اگلے علماء سواد ر صوفی بس متاخرین کی فقہ اور معقولیت میں الجھ کر رہ گئے اور کم ازکم شمالی ہند میں حدیث کا عام چرچا نہ ہو سکا بد دینی اور بد عقیدگی کا بڑا سبب یہی ہے، شیخ عبدالحق نے اس جہل کے دور کرنے کی کوشش کی اور اس لئے ہم آج ان کے شکر گزار ہیں اور ان کی علمی خدمات کا دل سے اعتراف کرتے ہیں۔"

یہ دوسری منصفانہ تحریر ہے جو راقم کی نظر سے گزری۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ شیخ عبدالحق سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے باضابطہ علوم حدیث کی نشر و اشاعت کا کام کیا سب سے پہلے صحاح ستہ سے شمالی ہند کو آشنا کیا اور" حدثنا واخبرنا" کی صدائے دل کش ان کے گوشۂ عزلت کے در و بام سے ٹکرا ٹکرا کر ہندستان میں ہر طرف گونجنے لگی جو لوگ مشارق الانوار اور مصابیح کو حدیث کی آخری سند سمجھتے تھے

وہ بخاری شریف، موطا امام مالک اور مسلم شریف کے درس سے فیض یاب ہوئے۔ مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

نویں صدی کے زمانہ تک ہندستان میں اہل ترکستان کے اثر سے صرف فقہ، اصول فقہ اور علم کلام کا رواج تھا اور اسی کا نام علم دانائی تھا جدال و مناظرہ انہی فنون میں ہوتا تھا انہی کو پڑھ کر علما رقاضی اور مفتی اور محتسب کے شاہی عہدے پاتے تھے دینیات میں تفسیر بیضاوی اور مدارک کے کچھ اجزا اور حدیث میں مشکوۃ المصابیح یا مشارق الانوار کا درس ہوتا تھا سب سے پہلے شیخ عبد الحق محدث دہلوی حرمین شریفین سے کتب احادیث کا تحفہ ہندستان لائے (۱)

مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں۔

اشاعۃ الحدیث فی الملۃ الھندیۃ انما کانت بعد الالف الثانی لما جار الشیخ عبد الحق الدہلوی فی ابتدار المائۃ الحادی عشر واقام فی دہلی وعلم ودرس نحو خمسین سنۃ (۲)

مولانا ابو سعید محمد کاذی لکھتے ہیں۔

لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملک ہند کی آب پاشی اور علم النبی

---

(۱) خطبہ صدارت مولانا سید سلیمان ندوی معارف جون ۱۹۳۶ء (۲) کتاب التمہید فی الجنۃ التجدید ماخوذ از الفرقان بریلی ولی اللہ نمبر۔

کے بحر زخّار سے ہند کو سیراب کرنے کی نہایت مبارک رسم خدائے برتر نے حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کے ہاتھوں ازل میں سپرد کی تھی چنانچہ وہ ایک نہر ان کوہستان کی کٹھن راہوں کو چیر کر ہندستان میں نکال لائے (۱)

سنت نبوی اور علوم حدیث کی اشاعت محدث دہلوی کے کارناموں کی اصل اور ان کے گل ہائے تدریس و تصنیف کا گل سر سبد ہے اللہ تعالےٰ کی بخشش و عطا نسل و نسب کے ساتھ مخصوص نہیں اس نے اپنے فضل و کرم سے ایک زکی النسل کو یہ شرف بخشا کہ اس کا خاندان سات پشتوں تک مسلسل حدیث رسول کی خدمت کرتا رہا اور یہ ایک ایسا شرف ہے جو ہندستان میں شاید ہی کسی دوسرے خاندان کو نصیب ہوا ہو۔ سنہ ۱۰۰۰ھ سے لے کر اس وقت تک جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حرمین محترمین سے واپس آکر مسند حدیث پر نہ بیٹھے تھے ڈیڑھ سو برس تک شیخ عبدالحق ہی کا سلسلۂ حدیث مشہور ترین سلسلہ تھا اور ملک کے اکثر خانوادے اسی سے فیض یاب تھے اور ان ہی تک سند حدیث منتہی ہوتی تھی جب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا آوازۂ کمال بلند ہوا تو وہ سلسلہ اس سلسلے میں مل گیا اور ان دونوں نہروں نے مل کر ملک کے چپے چپے کو سیراب کر دیا مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ نے اپنے مشہور مقالے میں جہاں حضرت شاہ

---

(۱) النظر فی الحدیث ص ۲۱۶ ۱۲

ولی اللہ کے کارناموں کا ذکر کیا ہے وہاں بجا طور پر ان کا ایک کارنامہ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کی کوششوں کی تکمیل" قرار دیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے نہ صرف یہ کہ صحاح ستہ کو درس میں داخل کیا بلکہ انہیں نے سب سے پہلے اسمار الرجال اور اصول حدیث سے آشنا کیا اور اس پر دو کتابیں تالیف کیں اصول حدیث کا وہ رسالہ آج بھی مشکوٰۃ المصابیح کے ساتھ درس میں داخل ہے انھوں نے مشکوٰۃ کی دو بہترین شرحیں فارسی اور عربی میں لکھیں اشعۃ اللمعات اور لمعات التنقیح مجد الدین فیروز آبادی کی فارسی سفر السعادۃ کی بسیط و ضخیم فارسی شرح لکھی ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ عربی میں لکھی اور اس طرح اپنے درس اور وسیع المعلومات تصنیفات سے ترکستان سے آئی ہوئی تقلید جامد کو ایک ترکی النسل ہی محدث نے ختم کیا۔ اب لوگوں کی نگاہیں متون و شروح فقہ اور فتاوے کی سطح سے بلند ہو کر حدیث رسول کے بحر زخار سے مستفید ہونے لگیں، تحقیق و تنقید کی فضا پیدا ہوئی اور کم سے کم علمار کے حلقوں سے تقلید جامد اور شدید مذہبی تعصب کی اندھیاری کم کرنے کا سامان مہیا ہوا، محدث دہلوی کا اگر صرف یہی کارنامہ ہوتا تو ان کی عظمت و جلالت کے لئے بس تھا کیونکہ یہی کارنامہ ہندستان میں تمام کارنامہائے تبلیغ و تجدید کی اصل ہے اگر حدیث رسول کا نشر مہر خزانہ و نفع عام نہ ہوتا تو تبلیغ دین کی کوئی سعی کامیاب نہ ہوتی (۱)

---

(۱) ابھی باب حدیث کے اور مباحث باقی ہیں جو آگے درج ہوں گے کارنامۂ حدیث کے بعد ہی فقہ کا اندراج اس اتصال کی وجہ سے کیا گیا جو دونوں میں ہے۔

"فقہ"

کچھ ساحلی علاقوں کو چھوڑ کر ہندستان پر بحیثیت مجموعی جو سنی مسلمان حکمران ہوئے وہ سب کے سب مذہب حنفی کے پیرو تھے اسی طرح باہر سے جو علماء و مشائخ تشریف لائے وہ بھی اکثر حنفی تھے اس لئے ہندستان میں اسلام کے ساتھ فقہ کے لحاظ سے فقہ حنفی ہی رواج پاتی رہی، درۂ خیبر کی راہ سے جو مسلمان بادشاہ آئے وہ اپنے ساتھ دفاتر فقہ لائے کہ انہیں اپنی حکومت کا نظام قائم کرنے کے لئے اسی کی ضرورت تھی وہ خود فقہ حنفی کے جامد مقلد تھے زمانۂ انحطاط میں غزنین وبخارا وسمرقند میں اندھی تقلید کی جو تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں وہ امرا وسلاطین اور علماء ومشائخ کے ساتھ ہندستان میں بھی داخل ہوئیں، انہیں کتاب وسنت کے دلایل کی نہ خبر تھی نہ اس سے کوئی بحث انہیں صرف کتب فتاوی اور علماء احناف کے اقوال سے کام تھا کہ ان کے لئے یہی اقوال اور فتاوے آخری سند تھے، علماء فقہ حنفی کو اس لئے نہیں مانتے تھے کہ وہ کتاب وسنت سے زیادہ موافقت و مطابقت رکھتی ہے بلکہ اس لئے مانتے تھے کہ انہیں اسی کی تعلیم ملتی تھی اور ان کے اگلے بزرگ اسی کو مانتے آئے تھے اور عوام کو تو خبر ہی نہ تھی کہ فقہ حنفی کے علاوہ دنیا میں کوئی اور فقہ بھی ہے۔ ہندستان میں مذہب حنفی پر محدث دہلوی کا یہ احسان عظیم کہ انھوں نے کتاب وسنت کی "رحیق مختوم" کی مہر توڑی اور علمائے ہند کو اس کی لذت سے آشنا کیا

ہندستان میں سے پہلے حضرت شیخ ہی کی زبان وقلم نے پوری وضاحت اور کامل تشریح کے ساتھ یہ حقیقت سامنے رکھی کہ فقہ حنفی مجرد رائے اور ظن وقیاس کا نام نہیں ہے بلکہ وہ اس لئے قابل قبول ہے کہ کتاب وسنت سے زیادہ مطابق ہے ہم مذہب حنفی کی اس لئے پیروی نہیں کرتے کہ یہ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے بلکہ اس لئے کہ یہ قول، قول رسول کی روح اور اسپرٹ سے مالا مال ہے، محدث دہلوی نے مذہب حنفی کی تائید کی لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسرے ائمہ مجتہدین کے مذاہب اور ان کے دلایل بیان کرنے میں کمی نہیں کی اپنی متعدد تصانیف میں ان کے مستقل تذکرے لکھے اور علی الاعلان یہ بتایا کہ مذہب حنفی کے علاوہ دوسرے مذاہب فقہ بھی کتاب وسنت ہی سے ماخوذ و مستنبط ہیں اور ان کے حق ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں بلکہ چند ایک مسایل میں انہوں نے دلایل کے لحاظ سے مذہب حنفی اور دوسرے مذاہب کو ہم وزن اور ہم پایہ قرار دیا انھوں نے مذاہب فقہ کے دلایل وبراہین کے مقابلہ وموازنہ میں تعصب سے کام نہیں لیا اور نہ کسی کے خلاف شان کوئی بات لکھی ہاں جس چیز کو وہ صحیح سمجھتے تھے اسے نہایت اعتدال اور انصاف کے ساتھ پیش کیا لیکن اس کے باوجود محدث دہلوی پر تعصب مذہبی کا الزام لگایا گیا اور حیرت ہوتی ہے کہ نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ جیسے وسیع النظر عالم دین نے لگایا نواب صاحب نے اتحاف النبلا میں تعصب مذہبی کا اور ابجد العلوم میں اس کے ساتھ شدت تقلید کا الزام لگایا ہے اور یہی نہیں

بلکہ ان کی محدثیت کا بھی انکار کیا ہے۔ محدث دہلوی کی تصانیف لمعات، اشعۃ اللمعات اور شرح سفر السعادۃ نایاب وکم یاب نہیں ہیں انہیں پڑھ کر ہر صاحب علم یہ سمجھ سکتا ہے کہ ان کے الزامات کی کیا وقعت ہے۔ جس شخص نے سب سے پہلے اصول حدیث پر عربی وفارسی میں رسالے لکھے، جس شخص نے سب سے پہلے اسماء الرجال پر کتابیں لکھیں جس شخص نے سب سے پہلے احادیث کی بیسیوں کتابوں کو کھنگال کر احادیث کی وسیع المعلومات شرحیں لکھیں اگر اس کے پاس علم حدیث میں اجازہ واستجازہ کے سوا کچھ نہیں تو پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ خود نواب صاحب کے پاس کیا ہے۔؟

تعصب مذہبی کا اگر یہ مطلب ہے کہ جس چیز کو انسان صحیح سمجھے اور کتاب وسنت کے دلائل سامنے رکھ کر سمجھے اور پھر اس پر جما رہے۔ اس کی تائید وتبلیغ کرے تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت شیخ میں یہ تعصب تھا اور نواب صاحب اس تعصب میں ان سے دو چار قدم آگے ہی ہیں اور اگر تعصب مذہبی کا یہ مطلب ہے کہ محض کسی جماعتی گروہ بندی میں داخل ہونے کی وجہ سے کسی مسئلے کو حق سمجھا جائے اور اس کی زبردستی تائید کی جائے تو حضرت شیخ پر اس کا الزام خود تعصب ہے جا ہے راقم الحروف یہاں صرف دو ایسے مسئلے پیش کرتا ہے جس میں آج بھی وصول دعصبہ کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔

آمین بالجہر اور رفع یدین۔ شرح سفر السعادۃ میں محدث دہلوی

نے جہری نمازوں میں زور سے یا آہستہ آمین کہنے کی تمام روایتوں کو نیز ائمہ کے اختلافات کو وضاحت سے لکھا ہے اس کے بعد ہر دو نقطوں کے درمیان تطبیق بیان کی ہے اور آخر میں اپنی یہ رائے پیش کی ہے کہ :- وظاہر حمل بر فعل ہر دو صورت سنت تارۃ فتارۃ (۱)

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ آمین بالجہر جیسے مسئلے میں کسی متعصب حنفی کی یہی رائے ہوگی ؟

رفع یدین کے مسئلے کو بھی محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے تمام دلائل کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اوقات مختلفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں فعل ثابت ہیں اس لئے صحابہ کا عمل بھی مختلف ہے حنفیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کیا ہے اس کے بعد شیخ نے لکھا ہے علماء حنفیہ اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ رفع یدین کی حدیث کو منسوخ ثابت کرتے ہیں لیکن خود شیخ کا دل اس پر مطمئن نہیں کیونکہ تمام بحثوں کا خاتمہ اس طرح کرتے ہیں۔

پس چارہ نیست از قول بہ سنیت ہر دو فعل (۲)

اب سوال یہ ہے کہ محض تعصب مذہبی کی بنا پر کسی مسئلے کی تائید و توثیق کرنے والے کا فیصلہ ایسا ہی ہوتا ہے؟ نواب صاحب نے حضرت

---

(۱) شرح سفر السعادۃ صہ ۴۸ نول کشور (۲) ایضاً صہ ۶۷

شیخ پر شدت تقلید کا جو الزام لگایا ہے وہ اس الزام سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔ جس شخص نے مسائل کی چھان بین میں کتاب و سنت کے دلائل کا انبار لگا دیا ہو اور جس شخص نے خود مسئلہ تقلید پر منصفانہ قلم فرسائی کی ہو اس پر یہ الزام سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح لگایا گیا جب ہم جمود تقلیدی کے اس دور کو دیکھتے ہیں جس میں حضرت شیخ تھے جبکہ ہندستان کے کان غیر مقلدین کی آوازے آشنا نہ تھے اور جبکہ عام طور پر ہندی مسلمانوں کے خیال میں بھی یہ نہ تھا کہ تقلید کے خلاف بھی دنیا میں کوئی رائے ہے اور پھر ہم محدث دہلوی کی اس تحریر کو پڑھتے ہیں جو انہوں نے تقلید کی ابتدائی تاریخ اور اس کی حیثیت کے متعلق لکھی ہے تو ہمیں اس کا صاف احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے دانائی و حکمت کے ساتھ تقلید جامد کو کم کرنے کی سعی کی ہے۔ انہوں نے شرح سفر السعادۃ کے مقدمے میں اس مسئلے کو تفصیل سے لکھا ہے۔ انہوں نے صاف لکھا ہے۔ کہ عہد صحابہ سے لے کر عہد تابعین تک تقلید شخصی کا وجود نہ تھا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید علمار متاخرین نے ضروری قرار دی ہے ورنہ متقدمین کا طریقہ یہ نہ تھا جو لوگ تقلید شخصی کو ضروری نہیں کہتے ان کے دلایل بھی شیخ نے نقل کئے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ اس کی تردید نہیں کی ہے بلکہ لکھا ہے " واینہا مذہب بظاہر بالنصاف نزدیک تر نمایاں و بفہم زود تر درآید" اگرچہ شیخ نے مسئلہ تقلید میں علمار متاخرین کی رائے اختیار کی ہے۔ اور اعمال و احوال میں جمعیت خاطر کے لئے تقلید شخصی کو بہتر اور قرین

مصلحت لکھا ہے لیکن ان کے تمام بیانات سے صاف نمایاں ہو جاتا ہے
کہ تقلید شخصی کے لئے کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے اور اگر کوئی انصاف
و اعتدال کے ساتھ تقلید شخصی کو ضروری نہ تسلیم کرے تو اسے گمراہ کہنے
کی کوئی وجہ نہیں۔ نواب صاحب اگر اس دور کا خیال فرماتے جس میں حضرت
شیخ نے مسئلہ تقلید پر خامہ فرسائی فرمائی ہے تو ان پر شدت تقلید کا
الزام نہ لگاتے بلکہ اس دور کے دوسرے علماء کے مقابلہ میں ان کی مدح
کرتے لیکن تعجب ہے کہ ہم معاملہ برعکس پاتے ہیں انہوں نے حضرت
مجدد الف ثانی اور شیخ کے درمیان اختلاف کا سبب شیخ کے تعصب
مذہبی کو قرار دیا ہے حالانکہ تقلید کو ضروری سمجھنے اور مذہب حنفی کی
ترجیح دینا بیان میں حضرت مجدد کا درجہ حضرت محدث سے کم نہیں بلکہ
زیادہ ہے۔ مکتوب ۲۷۳ دفتر اول حصہ پنجم میں حضرت مجدد لکھتے ہیں۔

قیاس و اجتہاد اصلے است از اصول شرعیہ کہ ما بتقلید آں
مامور یم بخلاف کشف و الہام کہ مارا بتقلید آں امر نہ
فرمودند الہام بر غیر حجت نیست و اجتہاد بر مقلد حجت
است پس تقلید علمائے مجتہدین باید کرد۔

یہاں حضرت مجدد نہ صرف یہ کہ علمائے مجتہدین کی تقلید کو ضروری قرار
دے رہے ہیں بلکہ قیاس و اجتہاد کی تقلید پر اپنے کو مامور بتا رہے ہیں۔
دفتر اول حصہ چہارم کے مکتوب ۲۶۷ میں فرماتے ہیں

عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست ہمیں بس است کہ ما ایشاں

را معذور داریم و ملامت نکنیم و امر ایشاں را بحق سبحانہ و تعالیٰ
مفوض داریم ایں جا عمل امام ابی حنیفہ و امام ابو یوسف و امام
محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی و ابی حسن نوری

یہاں حضرت مجدد صاف طور پر ایمہ ثلاثہ حنفیہ کے اقوال کو حلت و حرمت میں سند مان رہے ہیں کیا تقلید کی تائید و ترویج اس سے زیادہ واضح الفاظ میں چاہیے؟ لیکن یہاں نواب صاحب کو شدت تقلید کی جھلک بھی نظر نہیں آئی مکتوب ۵۵ دفتر دوم حصہ ہفتم میں ہے۔

مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است رحمۃ اللہ علیہ
کہ بہ برکت ورع و تقوی و بدولت متابعت سنت درجۂ علیا
در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہم آں عاجز
و قاصر اند۔

کیا اس عبارت میں تعصب مذہبی کا کوئی شائبہ نہیں؟ اسی مکتوب میں ہے
بے شائبۂ تکلف و تعصب گفتہ می شود کہ نورانیت ایں مذہب
حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم می نماید و سائر مذاہب
در رنگ حیاض و جداول بنظر می آیند۔

امام ربانی کو جو چیز بنظر کشفی معلوم ہوتی تھی محدث دہلوی نے اپنی لطائف میں ہمیں بچشم سر دکھا دی اور شاید یہی ان کا جرم تھا۔ اسی مکتوب میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول الفقہاء عیال ابی حنیفہ نقل فرماتے ہیں پھر امام شافعی کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اور

اما چہ کنم کہ دیگراں را با وجود و فور علم و کمال تقوی در
جنب امام ابی حنیفہ در رنگ طفلان می یابم (۱)

اگر کہیں یہ عبارت حضرت شیخ کے قلم سے نکل جاتی تو معلوم نہیں نواب صاحب تعصب مذہبی کے ساتھ ان پر اور کیا الزام لگاتے حضرت شیخ نے اپنی تصانیف کے دفاتر میں کسی امام کے متعلق کوئی ایسا جملہ نہیں لکھا جس میں خلاف شان ہونے کا شائبہ بھی پایا جائے لیکن یہ بھی عجیب تماشا ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود نہ صرف نواب صاحب بلکہ دیگر[۲] اہل حدیث حضرات کے نزدیک حضرت شیخ تعصب مذہبی اور شدت تقلید کے مورد الزام ہیں[۳]۔ اس کا اصلی راز یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین اور خصوصاً امام اعظم کی تائید میں محدث دہلوی نے کتاب و سنت کے دلائل کا ایک انبار لگا دیا ہے جس کا جواب دینے میں انہیں زحمت ہوتی ہے اگر حضرت شیخ بھی صرف زبانی تعریف پر اکتفا کرتے تو ان پر یہ الزامات نہ لگائے

---

(۱) حضرت مجدد کے مکاتیب کے یہ سب حوالے مجدد نمبر الفرقان بریلی سے ماخوذ ہیں

(۲) تراجم علمائے حدیث ہند میں جناب مولف نے حضرت شیخ کا جس انداز میں ذکر کیا ہے وہ راقم کی طبیعت پر بہت گراں گزرا لیکن جب نواب صاحب کا یہ حال ہے تو دوسرے کس درجہ میں ہیں۔ (۳) یہ بھی پر لطف بات ہے کہ نواب صاحب حضرت شیخ پر شدت تقلید کا الزام لگاتے ہیں اور مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی شیخ کی بعض عبارتوں سے اپنی کتاب معیار الحق میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایک امام کی تقلید واجب نہیں ہے۔

جاتے نواب صاحب نے بھی شرح سفر السعادۃ کے دلایل کا جواب شرح بلوغ المرام میں دیا ہے۔ اتحاف النبلا میں سفر السعادۃ کے شروح کے ذکر میں انہوں نے بڑے جوش کے ساتھ لکھا ہے کہ میں نے شرح بلوغ المرام میں شیخ کی شرح سفر السعادۃ کے دلایل کا استیصال کر دیا ہے۔ نواب صاحب کی بحث سے الگ ہو کر آیئے اس سلسلے میں محدث دہلوی کی تعلیم و ہدایت کا مطالعہ کریں جو انہوں نے اپنے ایک ذی علم شاگرد اور مسترشد کو دی ہے۔

اگر ترا قوت استنباط و فہم اشارات از کتاب و سنت دادہ اند مانع نیست بلکہ واجب است کہ سعی دران نمائی کہ این نسبت حاصل تو گردد و این مخصوص بجماعۂ خاص نداری در مقلد بودن و بجانب روے مردم دیدن کہ چہ گویند و میان اختلافات ایشان سرگردان شدن و در فیض الٰہی بر روئے دل مسدود ساختن و از انچہ حق تعالیٰ از علم نصیب خاص تو نہادہ اند محروم ماندن و حصر علم در قوم مخصوص، و دم خلاف نہ زدن با وجود آں کہ حق صریح روے نماید و موافق دین باشد، نیز ضایع است و از وصول بحق مانع (۴)

اگر اس عبارت سے شیخ عبد الحق محدث کا نام ہٹا دیا جائے تو کیا کوئی سمجھ

---

(۴) مکاتیب الحق مطبوعہ احمدی مرادآباد۔

سکتا ہے کہ یہ ان کی عبارت ہے یا حضرت شاہ ولی اللہ محدث کی۔
حقیقت یہ ہے کہ اس چیز میں بھی حضرت شیخ عبد الحق محدث ہی کو اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے علمائے ہند کو کتاب وسنت پر غور و فکر اور براہ راست ان دونوں سے استنباط و اقتباس نور کی دعوت دی لیکن اس تماشہ گاہ عالم میں یہ ہوتا آیا ہے کہ کسی شخص کی حقیقت پر ایسا پردہ پڑ جاتا ہے یا ڈال دیا جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کے عین برعکس باتیں اس کی طرف منسوب ہو جاتی ہیں۔ راقم کی اس تحریر کا یہ مقصد نہیں کہ حضرت شیخ تقلید کو ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ صرف یہ مقصد ہے کہ وہ لوگوں کو تقلید جامد سے ہٹا کر تحقیق و تنقید اور براہ راست کتاب و سنت سے استفادے کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے۔

اساتذۂ حدیث محدث دہلوی نے اپنے اساتذۂ حدیث کے متعلق مستقل ایک رسالہ زاد المتقین لکھا ہے اس کے علاوہ اجازات الحدیث فی القدیم والحدیث ایک دوسرا رسالہ لکھا ہے۔ نیز اسماء الاستاذین ایک تیسری کتاب لکھی ہے لیکن افسوس کہ ان میں سے کوئی راقم کے علم میں بھی نہیں تا بہ استفادہ چہ رسد؟ اس وقت حضرت شیخ کے تین استاذ حدیث کے نام سے واقف ہے شیخ عبد الوہاب متقی، شیخ حمید الدین سندی۔ شیخ عبد الوہاب بن شیخ اللہ انسردی، شیخ عبد الوہاب متقی کا تذکرہ اخبار الاخیار میں ہے۔ شیخ حمید الدین سندی سے حضرت شیخ کو مشکوٰۃ کی اجازت حاصل تھی

لمعات التنقیح کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

وما حصل لی الروایۃ بخصوصہ بالاسناد الامین قبل الشیخ العالم
الفاضل الکامل تذکرۃ السلف بقیۃ المحدثین مولانا الشیخ
حمید الدین السندی، مولدا والمدنی موطنا والمکی مدفنا
وھو من الشیخ الھمام الامام خطیب المسجد النبوی نور الدین
علی بن عراق رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ قال اخبرنا بہ
شیخنا اقضی القضاۃ شرف الدین عبدالکریم الرافعی اذنا
شفاھا عن الامام ابی الفتح المراغی المدنی اذنا ان لم یکن
سماعا لبعضہ قال اخبرنی بہ والدی قاضی طیبہ ابوبکر بن
الحسین المراغی قال اخبرنا بہ العلامۃ امام الدین علی بن
مبارک شاہ الصدیقی قال اخبرنا بہ مولفہ الخطیب ابو
عبداللہ محمد بن عبداللہ العمری التبریزی قراءۃ لجمیعہ۔

شیخ حمید الدین سندھی کا حال راقم کو نہیں معلوم تذکرہ علمائے ہند کے
ضمیمہ میں شیخ حمید سندی برادر شیخ رحمت اللہ کا دو تین سطروں میں تعارف
ہے پتہ نہیں کہ وہی ہیں یا کوئی دوسرے۔ قرینہ تو یہ ہے کہ شیخ حمید الدین
سندی استاذ شیخ عبدالحق کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔ شیخ عبدالوہاب
بن فتح اللہ السروجی کا نام اس سند سے معلوم ہوا ہے جو پھلواری شریف
میں ہے اس سند کا ذکر شیخ نورالحق کے تذکرہ میں آرہا ہے۔ جب تک
ان بہت شیخ کی مذکورہ بالا تالیفات نہ مل جائیں یہ فصل بالکل ناتمام

اور لکھتے ہے

حضرت شیخ کے پیروتے شیخ الاسلام نے اپنی شرح بخاری کے دیباچے میں اپنی سندحدیث کا جو اجمالی تذکرہ کیا ہے اس سے اس سلسلے میں کچھ مزید معلومات حاصل ہوتی ہیں لکھتے ہیں۔

ومدار آں بر شیخ الوری علم الہدی سند المحدثین وسید المفسرین بکلام سید المرسلین نقاد السلف وقدوۃ الخلف خیر آخری امۃ خیر البشر مجدد المائۃ الحادی عشر المنسلی فیضہ فی الآفاق انفاسہ بالقسط والانفاق جدنا العالی واما منا ذوالمعالی المؤید بالید المطلق ابوالمجد الشیخ عبدالحق حفظہ اللہ باعالی الجنان ومیزہ بانواع الاحسان، است وسند ایں شیخ بزرگ دریں دیار ہندستان معروف ومشہور است و خود در رسالہ اجازات بطرق مختلفہ متواردہ بعضہم اعلی من بعض بہ تفصیل بیان فرمودہ، شیخ جلال الدین سیوطی و شیخ قسطلانی باد و واسطہ از رجال اسناد ایشانند وحافظ شیخ احمد بن حجر عسقلانی بسہ واسطہ وبہ بعض وجوہ اجازہ صحیحین ایشان را از جناب رسالت بسہ واسطہ حاصل شدہ۔

محدث دہلوی کے تلامذۂ حدیث

نصف صدی تک جس شخص کی مسند حدیث گرم رہی ہو اس کے تلامذہ کی تعداد کا پتہ لگانا ممکن نہیں خصوصًا ایسی حالت میں کہ اس عہد میں تاریخ نگاروں کا ذوق اور معیار آج کی طرح ترقی یافتہ نہ تھا۔ ہندستان کے مشہور علمی خطوں کی تاریخ اور تذکرے اگر پیش نظر ہوں تو یہ کام کسی حد تک انجام پا سکتا ہے لیکن راقم کو ایسے ذرائع میسر نہیں۔

محدث دہلوی کی تصنیفات اور ان کی روایت ہندستان سے نکل کر حجاز تک پہنچ چکی تھی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اپنے رسالہ انسان العین فی مشایخ الحرمین میں بہ سبیل تذکرہ شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی تحریر فرماتے ہیں۔

دکتب شیخ عبد الحق دہلوی ہمیں واسطہ (ای بواسطہ شیخ عبد اللہ لاہوری) از مولانا عبد الحکیم روایت کند و دے از شیخ عبد الحق اجازۃ روایتہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کے شہرہ آفاق شیخ الحدیث ابو طاہر مدنی محدث دہلوی کی کتابوں سے مستفید تھے اور ان کی روایت بھی فرماتے تھے نیز اس سے حضرت شیخ کے ایک تلمیذ حدیث مولانا عبد الحکیم کا نام بھی معلوم ہوا یہ غالبًا وہی مولانا عبد اللہ بن ملا سعد اللہ لاہوری ہیں جن کا ذکر مسلسلات شاہ ولی اللہ دہلوی میں ہے۔ اور ممکن ہے

کہ ہو لانا عبد الحکیم، ملا عبد الحکیم سیالکوٹی ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے واسطے سے ایک حدیث اپنے رسالہ "النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر" میں درج کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

وجدت بخط الشیخ عبد الحق الدھلوی قدس سرہ انہ سمع الاستاذ مولانا محمد مقیم عن الاستاذ الامیر محمد مرتضی الشریفی بسندہ بواسطۃ او بواسطتین عن الاستاذ المحقق العلامۃ جلال الدین محمد الدوانی مشافہۃ ذکر لی بعض اہل السنۃ ان رجلا انہم توجہ الی لاہور فخرج علیہ فی بعض الطریق ثعبان فقتلہ الرجل فبدا اخ المقتول وجرہ الی عسکرہ الجن وانہ رای ہناک رجلا کان یعرفہ من بنی آدم فامرہ ذلک الادمی ان یقول بحضرۃ الملک والقاضی انا بالشریعۃ المحمدیۃ فذہب القاتل وولی المقتول الی مجالس العدالۃ ووجد ہناک السلطان والقاضی فقال المقر عندنا فی الشریعۃ ان من تصور بصورۃ الحیۃ او غیرہا فلیس فی قتلہ قصاص فخلی السلطان سبیلہ ثم انہ اجتمع بصاحبہ الادمی فامرہ ان یرجع الی السلطان ویسالہ ان یجعل معہ من یحفظہ من ظلم اولیاء المقتول ففعل وجاء الحافظ حتی ادخلہ فی بلاد بنی آدم ولیس فی ہذہ القصۃ رفع الحدیث ولا ان القاضی صحابی

علامہ سید سلیمان ندوی نے شیخ نور الحق کے علاوہ دو شاگردوں کا تذکرہ کیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں :-

"شیخ دہلوی کے ایک نامور شاگرد نقشبندیہ کے ایک بزرگ زادہ خواجہ خاوند معین الدین ہیں جو خواجہ خاوند المعروف بحضرت ایشان المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ کے فرزند تھے علوم حدیث و تفسیر و فقہ و اصول میں شیخ سے کسب کمال کیا اور اپنے والد بزرگوار سے خرقہ خلافت پایا۔ کتاب رضوانی ان کی تصنیف ہے، شیخ دہلوی کے ایک اور نامور شاگرد ملا حیدر کشمیری ہیں پہلے اپنے وطن کے علما جوہر ناتھ اور بابا قطب الدین سے علوم کی تحصیل کی پھر دلی آکر شیخ کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے اور حدیث و تفسیر و فقہ کی تکمیل کی اور واپس جاکر درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد میں مصروف ہوئے والی کشمیر نے ہر چند چاہا کہ وہ قضا کا عہدہ قبول کریں مگر وہ راضی نہ ہوئے سنہ ۱۰۵۶ھ میں وفات پائی ملا حیدر کے شاگرد بابا داؤد مشکوتی کشمیری ہیں علوم عقلیہ کے ساتھ فقہ و حدیث و تفسیر کی تعلیم ان سے حاصل کی، حدیث میں یہ کمال پیدا کیا کہ مشکوۃ زبانی یاد تھی اور اسی مناسبت سے مشکاتی کے لقب سے مشہور ہوئے اسرار الاسرار کشمیر کے مشایخ اور علما کے حالات اور ملفوظات میں ان کی ایک تصنیف ہے اس کا ایک قلمی نسخہ دار المصنفین کے کتب خانہ میں ہے اس میں کہیں کہیں صحیح بخاری

اور احادیث کے حواشی نظر آتے ہیں ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی
ملا حیدر کے صاحبزادوں میں سے ایک خواجہ محمد فاضل تھے
جو ابو داؤد مشکوٰۃ کے ہم سبق تھے ملا عنایت اللہ شامی محدث
کشمیری ملا حیدر کے صاحبزادوں کے شاگرد ہوئے اور اس
درجہ اس فن میں انہماک اور ذوق و شوق پیدا کیا کہ تمام عمر اسی
کی خدمت میں صرف کر دی، بخاری شریف کا شروع سے
آخر تک ۳۶ دفعہ درس دیا تھا۔ ۶ برس کے سن میں ۱۱۲۵ھ
وفات پائی (۱)

خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ مولانا عنایت اللہ کو صحاح ستہ زبانی یاد تھی۔
ملا حیدر کے ایک اور شاگرد شیخ محمد حسنی کشمیری تھے ان کے متعلق مفتی غلام
سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

در صغر سنی توفیق خدا طلبی یافت و در چار سالگی بتقریب فاتحہ
مکتب نشینی منظور نظر مولانا حیدر چرخی شد و علوم حدیث و تفسیر
و فقہ و اصول را بکمال رسانید بعد ازاں بخدمت شیخ محمد علی
چشتی صابری مرید گردید و خرقۂ خلافت گرفت (۲)

محدث دہلوی کے ایک اور شاگرد شاہ طیب ظفر آبادی تھے۔ یہ بزرگ
نسل سادات سبزواری سے تھے علوم کی تکمیل مولانا شاہ عبد الحق دہلوی

---

(۱) ہندوستان میں علم حدیث (۲) خزینۃ الاصفیا ج ۲ ص ۳۶۴

سے کی اور حضرت شیخ تاج الدین جھونسوی سے بیعت کی اور خلافت پائی ان کا زمانہ تھا ساتویں گیارہویں صدی کا پہلا نصف حصہ ہے (۱) محدث دہلوی کے سلسلۂ حدیث کی ایک اہم کڑی دیوان محمد رشید بن مصطفےٰ جونپوری صاحب مناظر رشیدیہ ہیں جو صف علماء کے ممتاز عالم اور صف مشایخ کے صاحب سلسلہ شیخ تھے، حدیث میں شیخ نور الحق دہلوی کے شاگرد تھے اور سند حدیث ان ہی سے حاصل کی تھی جب یہ حدیث کی تعلیم کے لئے دہلی پہنچے تو اس وقت شیخ عبد الحق اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے مسند درس پر اپنے صاحبزادے شیخ نور الحق کو بٹھا چکے تھے شیخ نے دیوان محمد رشید کی خاطر سے یہ منظور فرمایا کہ میری موجودگی میں تم نور الحق سے حدیث کا درس لو چنانچہ شیخ عبد الحق کی موجودگی میں وہ شیخ نور الحق سے درس حدیث لیتے رہے یہاں تک کہ فراغت حاصل کی (۲) چونکہ دیوان محمد رشید نے شیخ کی موجودگی میں حدیث پڑھی تھی اس لئے راقم الحروف نے ان کا ذکر یہاں مناسب سمجھا۔ دیوان محمد رشید نے مخدوم طیب بنارسی کے خلیفہ شیخ یسین جھوسی کو جو سند حدیث عطا کی تھی وہ یہاں درج کی جاتی ہے۔ دیوان محمد ارشد بن دیوان محمد رشید اپنے والد کی اجازت حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واجازت حدیث از صحیح بخاری و مصابیح و مشکوٰۃ از حضرت شیخ نور الحق ولد قدوۃ المحدثین اسوۃ العارفین حضرت شیخ عبد الحق

---

(۱) محدثین جون پور" معارف مئی ۳۰ء (۲) "تسمات الاخبار" مولفہ حکیم مولوی عبد المجید کاتب مصطفےٰ آبادی۔

الدہلوی البخاری یافتہ چنانچہ دستخط خاص کہ قطب الاقطاب
(دیوان محمد رشید) براجازت درس حدیث حضرت شاہ آسین با
ارقام ساختہ، مرقوم می شود ان الشیخ الاجل الاوحد الافضل
جامع الکمالات الالوہیۃ المتوجہ الی اللہ ابو الاعظم الشیخ لیسین
خلیفۃ قدوۃ المتورعین الشیخ طیب بن معین الدین طلب منی
الاجازۃ لسنن [illegible] الحدیث حفظا لہذہ السلسلۃ الشریفۃ
مع انی لست باہل [illegible] الاعتذار فی اخری داینی من الاجازۃ
لکن لما کان امتثال امرہ [illegible] ایما علی وکان اجرا ہذا الطریق مما
اوصی بہ الشیوخ اجبت مسئولہ فاجزت رفع اللہ شانہ ان یروی
ہذہ الکتب المسطورۃ کما اجازنی الشیخ الاتقی والاعلم الشیخ
نور الحق بن الشیخ عبد الحق بن سیف الدین الدہلوی البخاری
شفاہا وکتابۃ وانا العبد الاحقر المفتقر الی اللہ ابو حمید المدعو بین
الناس بمحمد رشید بن الشیخ المصطفی الجونپوری مولدا والعثمانی
سلسلۃ
نسبا والقادری والقلندری والچشتی [illegible] مشربا وکان ذلک
فی ذی قعدہ سنۃ [illegible] والف من الہجرۃ النبویۃ۔ (۱)

اس سلسلہ کی دوسری اہم کڑی سلیمان کردی ہیں۔ مولانا سلیمان اپنے وطن
کرد سے نکلے اور سیر و سیاحت کرتے ہوئے، خراسان اور پھر لاہور کچھ دنوں

---

(۱) گنج ارشدی قلمی نسخہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف۔

قیام کرتے ہوئے دلی آئے اور یہاں آکر حضرت شیخ کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے نہ صرف یہ کہ حدیث کی سند حاصل کی بلکہ محدث دہلوی کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ ان کے روحانی جانشین بن کر نکلے اور احمد آباد گجرات جاکر بس گئے گجرات میں حضرت شیخ کا علمی اور روحانی سلسلہ انہیں کے واسطے سے پہنچا۔

مولانا سلیمان کروی نے سیدنا عبدالقادر جیلانی کے حالات میں ایک مثنوی منبع الجزات لکھی ہے اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے اس کا کیٹلاگ ہرمن ایتھے (Hermann Ethe) لکھتا ہے۔

> مولانا سلیمان کروی، قادری، خراسانی، لاہوری، احمد آبادی۔ یہ شیخ عبدالحق کے خلیفہ تھے ان کی مثنوی منبع الجزات میں سید عبدالقادر جیلانی کے حالات اور کرامات ہیں۔ انڈیا آفس کے نسخہ کے کاتب، محمد رضا بن مولانا غلام بن مولانا احمد بن مولانا سلیمان ہیں (۲)

مولانا سلیمان کے صاحبزادے مولانا احمد ہیں جو اپنے وقت کے یگانۂ روزگار عالم تھے اور حدیث کی اجازت اپنے والد سے پائی تھی ۱۱۰۷ھ میں وفات پائی گجرات کی تاریخ مرآۃ احمدی میں ہے۔

> اصل زاد بوم ایشاں کرد است والد شریف ایشاں مولانا سلیمان وارد احمد آباد گردیدہ واز حضرت شیخ عبدالحق دہلوی

---

(۲) انڈیا آفس کیٹلاگ نمبر ۱۵۶۲

کسب فیوضات نمودہ، فاضل متبحر صاحب تصانیف بودہ
ذات قدسی صفات مولانا احمد یگانۂ آفاق بودہ در ہمہ
علوم دست رسا داشتہ حاوی فروع و اصول و جامع
معقول و منقول بودند در اکثر علوم تصانیف دارند اجازۂ
حدیث و بعضے از علوم از والد ماجد خود مولانا سلیمان گرفتہ
نور الدین کہ شاگرد رشید ایشاں بود تاریخ وصال ایشاں
یافتہ شیخ کہ بود ز لجنۂ علم کل شدہ (۱)

محدث دہلوی کا سلسلۂ طریقت

ذاتی حالات میں یہ گزر چکا ہے (۲) کہ ۶ شوال ۹۸۵ھ کو حضرت شیخ نے حضرت شیخ موسیٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی۔ شیخ کو سلسلۂ قادریہ کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا موقع اپنے پیر سے بہت کم ملا اس سلسلے کی اصل تعلیم و تربیت آپ کو شیخ عبدالوہاب متقی سے ملی اور انہیں سے سلاسل قادریہ شاذلیہ، مدنیہ اور چشتیہ کی خلافت پائی، سلسلۂ نقشبندیہ کی خلافت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ سے ملی ان تمام سلسلوں میں آپ پر سلسلۂ قادریہ کا غلبہ تھا اور یہی نسبت آپ پر مستولی رہی، سلسلۂ قادریہ کا طریقہ کیا ہے اس کے متعلق حضرت شیخ شرح

---

(۱) مرآۃ احمدی نسخہ قلمی ص ۱۲۵ (۲) اس فصل کو ذاتی حالات میں لکھنا چاہئے لیکن حضرت شیخ کا سلسلۂ حدیث اور سلسلۂ طریقت چونکہ ایک ساتھ چلا ہے اس لئے اسے یہاں درج کرنا مناسب معلوم ہوا۔

فتوح الغیب میں لکھتے ہیں۔

طریقہ سلسلہ علیہ قادریہ اتباع کتاب و سنت و اجتناب از وقوع درمہاوی بدعت است پیرما فرمود رحمۃ اللہ علیہ کہ سلاسل دیگر از چیز ہائے دیگر پرسند اما درین سلسلہ از شریعت زنہار کہ نا شریعت مطہرہ شکایت نہ کند از تو، رزقنا اللہ و ثبتنا علی ہذہ الطریقۃ المستقیمۃ (۳)

اخبار الاخیار میں سیدنا عبدالقادر کا طریقہ تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وتحکیم کتاب و سنت در ہر خطرہ و لحظہ دوارد و حال و ثبوت مع اللہ فی کل الاحوال و تجرید توحید و توحید تفرید با حضور در موقف عبودیت کہ مستقر است، از لحظہ کمال ربوبیت و حفظ احکام شریعت با مشاہدہ اسرار حقیقت (۴)

سیدنا عبدالقادر جیلانی کے ساتھ آپ کی عقیدت، شیفتگی اور وارفتگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی شیخ کی شاید کوئی کتاب ان کے والہانہ ذکر سے خالی نہیں حجاز سے واپس آنے کے بعد آپ کا قلبی تعلق سب سے زیادہ حضرت شاہ ابو المعالی رحمہ اللہ کے ساتھ رہا اور جب تک وہ زندہ رہے حضرت شیخ انہیں کی ہدایات پر کاربند رہے آپ کی تصنیفات میں ان کا ذکر بھی بکثرت اور بڑی عقیدت کے ساتھ موجود ہے۔ سلسلہ حدیث کے ساتھ

---

(۳) شرح فتوح الغیب ص ۲۲۱ نول کشور (۴) اخبار الاخیار ص ۱۱ مجتبائی ۱۲)

حضرت شیخ کا سلسلۂ تصوف وارشاد بھی دور دور تک پھیلا ہے لیکن جس طرح ہمیں آپ کے تلامذۂ حدیث کا بہت کم علم ہے اسی طرح آپ کے مریدان باصفا اور تلامذۂ طریقت کا علم بھی محض معمولی ہے۔ یہاں چند نام لکھے جاتے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے شیخ نور الحق جو آپ کے ہر طرح جانشین تھے ان کا حال" اولاد واحفاد" میں لکھا گیا ہے۔ آپ کے ایک دوسرے مرید خلیفہ مولانا سلیمان کردی ہیں جن کا ذکر گزر چکا ایک اور خلیفہ مخدوم طیب بنارسی ہیں (۱) انہوں نے سلسلۂ قادریہ کی اجازت وخلافت شیخ عبدالحق سے پائی تھی مخدوم طیب بنارسی نے حضرت شیخ کے سلسلے کی جو سند خلافت

---

(۱) مخدوم طیب بن معین الدین بن شاہ حسن، فاروقی بزرگ ہیں ان کے اجداد میں سے شیخ خلیل عرب سے آکر نواح غازی پور میں بسے، ان کے دو پوتے شیخ داؤد اور شیخ فرید بنارس میں بس گئے۔ مخدوم شیخ طیب نے بنارس سے جونپور آکر شیخ نور اللہ انصاری ہروی سے کتابیں پڑھیں اور اپنے دادا شاہ حسن کے مرید مولانا خواجہ کلاں سے مرید ہوئے اور خرقۂ خلافت پایا اور بہر کے چچازاد بھائی اور خلیفہ شیخ تاج الدین سے تکملہ کیا۔ پابند شریعت اور بڑے متبع سنت تھے برابر درس دیا کرتے تھے شوال کی آٹھویں شب کو ۱۰۴۲ھ میں انتقال کیا منڈواڈیہ شہر بنارس میں آپ کا مزار مشہور ہے۔

(سمات الاخیار)

دیوان محمد رشید مصطفیٰ جونپوری صاحب مناظرہ رشیدیہ کو دی تھی وہ یہاں درج ہے۔ راقم کو شیخ عبدالوہاب متقی کے سلسلۂ قادریہ شاذلیہ کے متصل اسناد اسی سند سے معلوم ہوئے۔

مثال سلسلۂ حضرت قادریہ کہ مخدوم طیب بنارسی بحضرت دیوان محمد رشید دادہ

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ لما التمس المحب الصادق العاقل الکامل زبدۃ الصالحین قدوۃ المتقین الشیخ محمد رشید الاستخلافہ واستخلفتہ واذنت لہ ان یتوب من تاب علی یدہ من المریدین فی السلسلۃ الچشتیہ وفی السلسلۃ القادریۃ الجیلیۃ ویلقن من طلب منہ ایضا لتلقین ..... وانا احقر الانام الراجی الی رحمۃ رب العالمین طیب بن معین الدین لبست الخرقۃ القادریۃ من ہذا الشیخ المقتدی المتبع علم الہدی اہل الزہد والتقوی العارف باللہ الباری حضرت الشیخ عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی البخاری افاض اللہ فیضان علومہ علی راسی علی راس جمیع الطالبین وہو لبس عن شیخہ العالم العامل العارف امام المتقین صاحب الاستقامۃ الجامع بین آداب الطریقۃ واسرار الحقیقۃ الشیخ عبدالوہاب وہو لبس عن شیخہ قبلۃ المنور علی زبدۃ العارفین الشیخ علی بن حسام الدین المتقی وہو لبسہا عن الشیخ العارف الفرد الشیخ محمد بن محمد السخاوی وہو عن الشیخ طاہر بن زیان الزوادی وہو عن الشیخ احمد بن موسی النشیتی وہو عن الشیخ شہاب الدین احمد بن رزوق

وہو عن الشیخ ابی الحسن الششتی وہو عن الشیخ شہاب الدین بواسطہ احمد بن موسی المذکور ولبس ابو الحسن عن والدہ ابی حفص عمرو بن علی وہو عن السید محی الدین ابی محمد صالح الزواوی وہو عن الشیخ محمد بن محمد بن مخلص السطبی و احمد بن وہما عن الشیخ شرف الدین المعالی وہو عن الشیخ عبد اللہ بن شجاع الدین الفاروقی وہو عن الشیخ جمال الدین ابی محمد یوسف بن محمد بن نصر المعدنی وہو عن الشیخ ابی عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن عبد الواحد بن سرور المقدسی وہو عن الشیخ القطب الربانی والغوث الصمدانی غوث الثقلین محی الدین ابی محمد عبد القادر الجیلی دیگر یہ سند ابو سعید مخزومی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک گئی ہے جو مشہور ہے)

دیوان محمد رشید کو یہ سند خلافت ۱۰۸۱ھ میں دی گئی ہے (۱)

ایک اور بزرگ جنہوں نے حضرت شیخ عبد الحق کا روحانی فیض حاصل کیا خواجہ ابو الفتح کشمیری (۲) متوفی ۱۰۱۰ھ ہیں جو خواجہ حیدر کشمیری کے شاگرد ہیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری شیخ عبد اللطیف قادری سہروردی کشمیری کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

عالم عامل و عارف کامل بود و با خواجہ ابو الفتح قلی کہ از اکابر منسوبان مولانا حیدر علامہ بود محبت تمام داشت و فوائد

---

(۱) گنج ارشاد قلمی (۲) ان کا حال تذکرہ علمائے ہند میں ہے۔

سلسلۂ کبرویہ و سہروردیہ و چشتیہ کہ خواجہ ابو الفتح راز شیخ عبد الحق دہلوی حاصل شدہ بود ازوے حاصل ساخت وفات وے در سال ۱۱۳۴ھ (۲)

سیرت نبوی

راقم الحروف کے خیال میں محدث دہلوی کا یہ بھی ایک بڑا کارنامہ ہے کہ ہندستان میں غالباً سب سے پہلے انہیں نے اس عہد کی عام زبان فارسی میں سیرت نبوی پر ایک جامع کتاب پیش کی مدارج النبوہ سے پہلے سیرت نبوی میں کسی مکمل اور جامع کتاب کا راقم کو علم نہیں کہ ہندستان میں مکمل کی گئی ہو ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ کا خزانہ عربی میں تھا اور عام طور پر ہندیوں کی دسترس سے باہر تھا وہ نہیں رسول کی امت میں تھے اس کی عظمت وجلالت، اخلاق وعادات، صورت وسیرت، نبوت کی حقیقت اور فرائض منصب رسالت سے عام طور پر ناواقف تھے اور یہی وجہ ہے کہ بعض حلقوں سے رسالت اور خود ذات رسالت پناہ کے متعلق نادانیوں کا ظہور ہورہا تھا وہی شخص جس نے احادیث رسول کا خزانہ وقف عام کیا تھا آگے بڑھا اور سیرت نبویہ کے جواہرات انہیں کے سامنے بکھیر دیئے کہ اس کے بغیر نہ تو حدیث کی تکمیل ممکن تھی

---

(۲) حدیقۃ الاصفیا ج ۲ ص ۳۶۷ - ۱۲

اور نہ اتباع سنت آسان۔

جس شخص نے ہندستان کے علما و مشایخ کے سوانح و حالات مرتب کیے تھے اسی کا حق تھا کہ تمام علما، تمام مشایخ، تمام بزرگان دین اور تمام اولیائے امت کے ملجا و ماویٰ، مخزن فیض، مرکز و مرجع صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے لوگوں کو آگاہ کرتا اور آج بھی جبکہ اردو زبان میں سیرت نبویہ کا قابل فخر سرمایہ جمع ہو گیا ہے ہم مدارج النبوۃ کے بہت سے مباحث سے اپنے معلومات میں اضافہ اور اپنے ایمان میں تازگی حاصل کرنے میں [illegible] مدارج النبوۃ [illegible] جذبات کے ماتحت لکھی گئی۔ اس کی کیفیت اس کے دیباچے سے معلوم ہوتی ہے۔

چون از افتادن زمان اکثر [illegible] این بعضے در دلستان غرور
این روزگار راه باف [illegible] همه استنی ز دونگی حوصله
ادراک پایہ ارفع و مقام [illegible] محمدی را کہ ہیچ کس را یارک و
دریافت آن راه [illegible] و تقصیرے در ادائے حق
اعتقاد نمودہ از جادہ دین قویم و صراط مستقیم برافتادہ بودند
لازم حق نصیحت و دین مسلمانی کند کہ احوال و صفات قدسیہ
آن سرور انبیا و امام اولیا و مقتدای رسل و مقتدای کل و معدن
علوم اولین و آخرین و منبع فیض انبیا و مرسلین و واسطہ
ہر فضل و کمال و مظہر ہر حسن و جمال ہم شاہد و ہم شہود و ہم
وسیلہ و ہم مقصود نگاشتہ شود و اینہا بے خبران را از حقیقت

جان آگاہ گرداند و غافلان را از خواب غفلت بیدار سازد و طالبان را براہ آرد و عاشقان را در ذوق و شوق در آرد پس کتابے آمد شامل احوال سید آدم آل و حسن و جمال و فضل و کمال آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و چون ناشی از نشأ ذوق و محبت بود در اندک مدت کہ از مجرائے عادت بیرون نمود بوجود آمد کاتب حروف تحقیق خبر ندارد کہ کے آغاز یافت و کے با نجام رسید واللہ ولی الرشاد والیہ المبدأ و المعاد۔

کاش اس ذوق و شوق، محویت و استغراق اور اتباع سنت نبوی کا ایک ذرہ بھی اس زیاں کار کو نصیب ہوتا۔

احب الصالحین ولست منہم
لعل اللہ یرزقنی الصلاحا

تیسرا باب

تصانیف

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجاز مقدس سے اس بات پر مامور ہو کر آئے تھے کہ ہندستان میں علوم دینیہ کی نشر و اشاعت کریں اور حق یہ ہے کہ انہوں نے اس مشن کو اپنی پوری صلاحیت وطاقت سے انجام دیا انہوں نے اس کام کو ایسی مبارک ساعت میں شروع کیا تھا کہ اس وقت سے لے کر آج تک اس میں روز بروز اور عہد بہ عہد ترقی ہی ہوتی رہی، اس عہد سے لے کر آج تک ہم اس کام میں کوئی وقفہ نہیں پاتے۔ جو نہر دلی کے ایک آبشار سے نکلی تھی وہ آج بحر زخار ہے، اپنی وفات سے ایک مدت پہلے انہوں نے خود اپنی تصانیف کی ایک فہرست "تالیف القلب الالیف بکتابۃ فہرس التوالیف" کے نام سے لکھی تھی یہ رسالہ مطبع عزیزی رامپور نے ۱۹۰۲ء میں اور مطبع مجتبائی دہلی نے ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوا تھا لیکن آج سے بیس پچیس سال پہلے ہی نایاب ہو چکا تھا اس نایابی کی وجہ سے جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کے قلمی نسخے کو ایڈٹ کرکے محمد ہدایت حسین صاحب نے ۱۹۲۶ء میں جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کی بائیسویں جلد میں پھر شایع کیا راقم کے سامنے یہی نسخہ ہے۔ حضرت شیخ نے اپنے اس رسالہ کی تمہید میں ایک اور رسالہ

ہوا تھا جو خود دہلی کی ایک مختصر علمی و ادبی تاریخ بن گیا۔ مطبع مجتبائی دہلی نے اس کو تالیف انقلاب الطالبین کے ساتھ ملا کر چھاپ دیا ہے۔ شیخ کے ان دونوں رسالوں نواب ضیاء الدین خاں آف لوہارو کے پاس بہ شکل بیاض موجود تھا اس بیاض کا میجر اے آر فلر نے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ ایلیٹ نے اپنی تاریخ ہند میں اس ترجمہ کا ذکر کیا ہے اور اس کے خلاصے دیئے ہیں۔ ایلیٹ نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ کی یہ فہرست تالیفات جہانگیر کے عہد تک کی ہے۔ حضرت شیخ نے فہرس التوالیف میں خود لکھا ہے۔

وہنوز سلسلۂ سخن دراز است و در فیض الٰہی باز۔ تا کجا رساد دیگجا رساند۔

حضرت شیخ نے تمہیدی رسالے میں دلی کی مختصر علمی ادبی تاریخ لکھنے کے بعد اپنے قلم کا ایک مکالمہ لکھا ہے۔ افسانوی رنگ کا یہ مکالمہ ان کی ادبیت اور ادیبانہ نثر نگاری کا ایک شاہکار ہے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے اپنی تصانیف پر جو اجمالی تبصرہ زبان قلم سے کیا ہے وہ "تصنیف را مصنف نکو کند بیان" کا دلکش نمونہ ہے راقم اس کا یہ حصہ یہاں درج کرتا ہے۔

گفت تواضع نیکو است و شیمۂ کرام است من تواضع اللہ رفعہ اللہ و لیکن در راستی و صدق، مقام تکلف نیست انچہ راستی است بے تکلف باید گفت و گوہر صدق در رشتۂ انصاف سفت سہ برائے تکلف مرد سوار یا۔ اگر صدق داری بیار و بیا دیگر عذر چیست من خود ہم زبان و ہم راز و ہم دم و ہم ساز توام

و هرچه از دل تو آمده بر زبان من رفته و در ضمیر من نشسته
است، حالت سخن از مرتبه ای می دانم و عیار دانش ترا بهتر
می شناسم و آنکه حاسهٔ فطرت وے سلیم است و ذائقهٔ ادراک
وے صحیح، نیز لذت آن خواهد یافت و داد انصاف وا دارد رحم الله
من الضعف سه بهر سرنامه که آصف نوشتن، تا در رحم الله من الضعف نوشت
خود طالبان بسیار اند و ذوقها مختلف و مقاصد و مطالب متعدد یکی
طلب و ذوق چیزے دارد و مقصود و مطلوب او طریقی است
و دیگرے را حال برعکس افتاده اگر یکی معلول منکوس الحال صفراوی
مزاج را حلاوت چیزے در کام وقت شیرین تیقید از زبان ندارد
همه چیز برائے همه کس نیست ولله الحمد که در سخن از جاده دین نیفتاده
و عنان بدست نفس و هوا نداده و اگر احیانا بجهت غلبهٔ حال و
انبساط وقت از من طغیان و جوششی پیدا آمده و مستی سر بر زده
باشد تو بدستیاری توفیق و نصرت و تائید حق بدرستی و نرمی مرا
از آن ورطه بیرون کشیده براه راست آورده و در جادهٔ وسط
طریق مستقیم جاری گردانیده و اینجا وصیت که مشایخ برائے تو
نوشته و لا یتکلم بالحقایق و الدقایق بل بین للناس علم المعاملات
و ما ینتهون به من العیوب بجا آورده، سخن از ابهام و شطح و طامات
نگاه داشته، در بحوش در کشف حقایق وجود و حقیقت ذات حق و صفات
وے عز و علا جرأت و گستاخی نه نموده و از دایرهٔ عبودیت

ببردن نرفته وچون دیگران بمقام عزت جناب نبوت وادعار
کمال متابعت وتخلق باحوال شریعت واتصاف به صفات
وے صلی الله علیه وسلم از طریق ادب بدر نیفتاده وغرور و
اعتماد به نفس در احوال ومقامات مقربان درگاه وبزرگان راه
نه پیچیده وزبان از طعن وتنقیص عزیزان وبزرگان نگاه داشته
از راه دیانت واحتیاط باز کشیده ، در ورطهٔ گستاخی وخلاف
فرو نرفته واگر فضلا وشعرا فائز شده وادیبا در فنون شعر و
مدح ملوک وامرا در اطوار عشق بازی مجازی افسانه خوانی وقصه
پردازی کرده در دام هزل ولهو ولعب افتاده اند توبا کرده کتبها
وتصانیف در علوم شرعیه وتفسیر کتاب الله وشرح احادیث رسول
الله ولغت ومنقبت انبیا واولیا وحالات ومقامات وحکایات
ایشان جمع کرده وبصراط مستقیم وطریقهٔ قویم دلالت وهدایت
نموده وبهوای ضلالت فرو نرفته فردا روز دین انشاء الله
کتاب را اصحاب الیمین بدست راست نوشته وبخوانند کتاب
کتاب الابرار که در علیین است امر کنند آن زمان که هیچ خوانده
وهیچ نوشته وشکر دیگر آن که سخنان نزا گوارائی است وکلمات
نزا حلاوتے بخشیده اند که در درون اهل قبول جائے می کنند وبکام
ارباب ذوق شیرین می آید وبرهان باطن انشارتی است که
از زبان بعضے ناظران عالم غیب که خوانندگان صحیفهٔ لاریب

اندریافته و نشان ظاہر آن کہ خواطر خواص ازان راضی والبتہ عوام بنوشتن آن متقاضی ست بر ہر تقدیر آنچہ از غیب است بے عیب است وہر چہ تازہ است لذیذ است بیار آنچہ می دانی و توکل علی اللہ الذی نزل الکتاب وہو یتولی الصالحین ۔

اب یہاں راقم الحروف حضرت شیخ کی تصانیف کا فن وار ذکر کرتا ہے جو کتابیں ان کی فہرس التوالیف میں نہیں ہیں ان کے نام خود ان کی مختلف تالیفات اور دیگر ذرائع سے اکٹھا کئے گئے ہیں ۔

تفسیر

اس فن میں حضرت شیخ نے اپنی تین تالیفات کا ذکر کیا ہے ۔

(۱) التعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی ۔ علی ربع الجزء الاول نحوا من عشرۃ آلاف بیت و نسال اللہ التوفیق بان یضاف الیہ ما شاء اللہ من غیر تکلف و اعتساف ۔

(۲) شرح الصدور تفسیر آیۃ النور ۔ ہزار بیت (سطر) و کسرے

(۳) تحصیل الغنائم والبرکات تفسیر سورۃ والعادیات ۔

ان میں دو پہلی تالیفوں کے متعلق راقم کو اب تک کچھ علم نہ ہو سکا ۔ العادیات کی تفسیر کتاب المکاتیب والرسایل کا رسالہ نمبر ۵ ہے کتاب المکاتیب والرسایل مطبوعہ مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۳۲ھ راقم کے پیش نظر ہے اس میں والعادیات کی تفسیر نمبر ۵ پر مطبوع ہے نمونۃً اس کا ایک ٹکڑا درج ذیل ہے

والعادیات ضبحا ۔ سوگند خورد پروردگار عالم جل جلالہ باسپان

غازیان کہ نفس می زنند در ہنگام دویدن وآواز اسپ را سمہ نام است، صہیل کہ بلند کند آواز را چنانکہ عادت است و تحمحمہ چنانکہ برائے علف کند و ضبح آواز نفس او در دویدن واحادیث در فضیلت فرس بسیار واقع شدہ، فرمودہ اند الخیر معقود فی نواصی الخیل یعنی بستہ شدہ است در ناصیہ ہائے اسپان یعنی در موے پیشانی اینان وکدام خیر بالاتر ازان کہ بدان اعلائے دین ونگونساری کفار حاصل گردد۔

تجوید | اس فن کی ایک کتاب کا ذکر شیخ نے اپنی فہرست میں کیا ہے دوسری کتاب کا ذکر بروکلمن نے کیا ہے۔

(۱) الفرید فی بیان قواعد التجوید۔ رسالہ مختصر مضبوطہ مع شرحہا ہذا النمط ممزوجا بالمتن نحو امن الف وخمس مائتہ بیت۔

(۲) شرح مقدمہ جزریہ۔ ان دونوں کتابوں کے متعلق راقم کو مزید علم حاصل نہیں

حدیث | حدیث اور متعلقات حدیث پر سترہ تصنیفات وتالیفات ہیں جن میں سے گیارہ کا ذکر شیخ نے اپنی فہرست میں کیا ہے رسالۂ اصول حدیث، لمعات کا مقدمہ ہے جو الگ سے طبع کیا گیا ہے۔ شرح اسماء الرجال بخاری کا ذکر تذکرہ علمائے ہند میں ہے۔

(۱) لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح - وہو اجل واعظم واطول واکبر ہذہ التصانیف وقد جاء بتوفیق اللہ وتائیدہ کتابا حافلا شاملا مفیدا نافعا فی شرح الاحادیث النبویۃ علی مصدرہا

الصلوٰۃ والتحیۃ ۔ مشتملہ علی تحقیقات مفیدۃ و تدقیقات بدیعۃ وفوائد شریفۃ و نکات لطیفۃ واحوالہ وکیفیاتہٖ فی دیباجۃ قریب من ثمانین الف بیت ۔

(۲) اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ ۔ فارسی مشکوٰۃ است کہ در قدر و مرتبہ تلو شرح عربی است و در تنقیح و تہذیب و ضبط و ربط راجح و تالیف و حجم و ضخامت زیادہ ازاں ، آں نیز بتائید و نصرت الٰہی سبحانہ شرح نفیس لطیف ، مہذب مرغوب و مقبول آمدہ ۔ کتابت آں مقدار صد و سی ہزار بیت باشد

(۳) جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ ۔ مجموعۂ آمدہ است شامل فوائد کثیرہ و عوائد عزیزہ در ہر باب یک دو متن حدیث ذکر کردہ و در باقی احادیث بر مضامین آں اقتصار کردہ و اختصار نمودہ شدہ است کتابت آں سی و دو ہزار بیت باشد

(۴) الطریق القویم فی شرح الصراط المستقیم ۔ نام اصل کتاب متن سفر السعادۃ است و مشہور میان مردم بصراط مستقیم شدہ و در وقت کتابت شرح چوں باسم اول مذکور و منظور ہمیں نام مسطور گشت و اگر اسم ثانی در نظر آرند ۔ سلوک طریق الافادہ فی شرح سفر السعادۃ نام نہند و کتاب مذکور تصنیف شیخ مجد الدین شیرازی صاحب قاموس است و مقصود وے دریں کتاب آنست کہ اعمال شریفہ حضرت نبویہ را از عبادات و عادات

با حدیث اثبات کرده و تصحیح نموده و بر دو انکار برآنچه مخالف
آن از مذاهب اربعه واقع شده تصریح کرده است پس در شرح
تائید مذاهب اربعه خصوصاً مذہب حنفی و معارضۂ کلام مصنف
ادعائے صحت احادیث موافق مدعائے خود نموده و رقم رد و
بطلان برخلاف آن کشیده است، کرده شد در دیباچۂ کتاب
بہبا نزازی گفته شده است کتابے آمد حافل، شامل،
فائق جامع طریقۂ فقہ و حدیث. مقدار کتاب وے قریب
سی ہزار بیت ۔

(۵) تحقیق ما ثبت بالسنة من الاعمال فی ایام السنة ۔ اورد
فیہ الاحادیث الواردة فیما جاء فیہ من الاعمال فی الایام والا
شہر ولیالیہا مثل الصلوة والصیام فی یوم عاشوره ولیلة
النصف من شعبان وغیر ذلک من الزمان صحاحا وحسانا و
ضعافا و موضوعات. نحو ان الفی بیت او اکثر قریب من ثلثة
آلاف بیت ۔

(۶) تحقیق الاشارة الی تعمیم البشارة ۔ فی اثبات البشارة
بالجنة لغیر الاصحاب المشتہرین بالعشرة المبشرة و عدم اختصاصہم
بہا و بیان سبب اشتہارہم بذلک و عدة مباحث متعلقة
بہذا الباب مع ذکر شیٔ من قواعد اصول الحدیث فی مقدمة
الکتاب و ایراد نبذة من فضائل اہل بیت الرسالة سلام اللہ علیہم

فی خاتمۃ الکتاب واللہ الملہم للصواب والیہ المرجع والمآب
زہاء ثلثۃ آلاف بیت

(۷) جمع الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین
جمعت فیہ مقاصد مختلفۃ فی ابواب العلم وارجو من اللہ
ان یوفقنی لشرحہا انہ خیر موفق ومعین۔ مقدار خمس مائۃ بیت

(۸) ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین

(۹) الاجوبۃ الاثنا عشر فی توجیہ الصلوۃ علی سید البشر۔ رسالۃ
حررت توجیہات التشبیہ الواقع فی الصلوۃ علی النبی الکریم
اللہم صل علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراہیم وآل ابراہیم
جمعتہا فی مجلس واحد من وقت السحر الی طلوع ذکاء ربع ما
وقع فی البین من الصلوۃ والورود والاذکار۔ مقدار اربع مائۃ
بیت وکسر

(۱۰) اقتباس انوار القبس فی شرح دعاء الحزب

(۱۱) تجلیۃ القلوب لقدس الملکوت بشرح دعاء القنوت

(۱۲) تحصیل البرکات والطیبات ببیان معنی التحیات

(۱۳) ترجمۃ مکتوب المتنبی القادیانی تعزیۃ دار معارف حیدرآباد

(۱۴) اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوۃ مقدار اثنا
عشر الف بیت۔

(۱۵) شرح اسماء الرجال بخاری

(۱۶) رسالہ اصول حدیث

(۱۷) ذکر اجازات الحدیث فی القدیم و الحدیث۔

لمعات التنقیح مشکوٰۃ کی عربی شرح اور اب تک غیر مطبوعہ ہے اس کے قلمی نسخے ہند و بیرون ہند کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اس کا ایک مکمل قلمی نسخہ کتب خانہ خدا بخش پٹنہ میں موجود ہے اس کتاب کی تسوید ۱۰۱۹ھ کے آخر میں شروع ہوئی اور ۱۰۲۵ھ میں اتمام کو پہنچی اسی درمیان میں نصف مشکوٰۃ تک فارسی شرح، شرح فتوح الغیب اور دوسرے رسالے بھی تصنیف ہوئے جیسا کہ خود شیخ نے خاتمۂ لمعات میں لکھا ہے۔

اشعۃ اللمعات چھپ چکی ہے اور ہندستان کے تمام مدارس میں مستعمل ہے پٹنہ لائبریری میں اس کا خوشخط اور مطلا و مذہب قلمی نسخہ چار جلدوں میں موجود ہے اس کتاب کے مقدمے میں شیخ نے اصول حدیث اور اکابر محدثین کے حالات فارسی میں لکھے ہیں کہ ہر ایک ان میں کا ایک مستقل رسالہ ہے۔

اصول حدیث کا رسالہ الگ کر لیا گیا ہے اور اس کا ایک قیمتی قلمی نسخہ لائبریری میں موجود ہے۔

جامع البرکات غالباً اب تک نہیں چھپی ہے اور نہ راقم کو اس کی کہیں موجودگی کا علم ہے۔

شرح سفر السعادۃ[۱] فارسی میں ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے نول کشور

---

(۱) بروکلمن نے الطریق القویم فی شرح الصراط المستقیم اور شرح سفر السعادۃ کو دو الگ کتابیں سمجھ کر دونوں کو الگ الگ لکھا ہے، یہ صحیح نہیں دونوں ایک ہیں جیسا کہ شیخ کی عبارت میں گزر چکا

کا طبع سوم راقم کے سامنے ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ پٹنہ لائبریری میں ہے۔ اس کے خاتمہ پر جو عبارت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود شیخ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کاتب نے اصل سے لفظ بہ لفظ نقل کیا ہو۔ اس عبارت کے سوا اس پر نہ تو کسی دوسرے کاتب کا نام ہے اور نہ الگ سے کوئی سن کتابت۔ عبارت یہ ہے۔

ہذا آخر ما اراد اللہ من ہذا العبد الضعیف المسکین عبد الحق
بن سیف الدین تعلیقہ علی شرح ہذا الکتاب المستطاب واللہ
اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ثم انہ کان تسوید
ہذا الکتاب بین الصلاتین من یوم الاثنین الرابع والعشرین
من شہر جمادی الاولی سنۃ ست وعشر والف والحمد للہ
ثم تم انتساخ ہذہ النسخۃ ومقابلتہا علی ید مولفہ الفقیر الی اللہ
عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ضحوۃ یوم الثلاثا السابع
والعشرین من جمادی الاخری سنۃ الف وثلث وثلاثین
من ہجرۃ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین تمت۔ تمام شد

شرح سفر السعادۃ کو محقق دہلوی نے تین قسموں پر تقسیم کیا ہے پہلی قسم میں علامہ فیروز آبادی کی ذکر کردہ احادیث و آثار کی تحقیق و توضیح کی ہے اور ان کے ماخذ کا پتہ لگایا ہے دوسری میں مذاہب اربعہ و دیگر مجتہدین علی الخصوص مذہب حنفی کی تقویت و تائید کی ہے۔ تیسری قسم میں

مسائل و احکام کو شرحاً و مفصلاً بیان کیا ہے نیز مبحث و مقام کے مناسبت
نوادر و نکات کے موتی بکھیرے ہیں۔ اس تفصیل و تشریح سے یہ شرح ایک
ضخیم کتاب بن گئی ہے اور حق یہ ہے کہ اگر حضرت الشیخ المحدث کی صرف
یہی ایک کتاب موجود ہوتی تو ان کے فضل و کمال، تحقیق و تدقیق، وسعت
مطالعہ اور علم و دانش پر شاہد عادل ہوتی جن کتابوں سے اس شرح میں
مدد لی گئی ہے ان میں سے ۴۶ کتابوں کے نام محقق دہلوی نے دیباچے میں ذکر
کئے ہیں اور ان کے علاوہ بہت سے شروح و حواشی کے نام انہوں نے
حذف کردئے ہیں۔

ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ عربی میں ہے اور ترجمے کے ساتھ چھپ
چکی ہے۔ پٹنہ لائبریری میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے جو بھاگل پور میں مولوی
محمد عبد الغفار نامی کسی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

شرح الاحادیث الاربعین۔ ترجمۃ الاحادیث الاربعین اور الاجوبۃ
الاثنا عشریۃ کے متعلق راقم کو کوئی واقفیت نہیں۔ شرح دعائے انس۔
شرح دعائے قنوت۔ شرح التحیات اور ترجمہ مکتوب [illegible] کتاب المکاتیب
والرسائل میں مطبوع ہیں۔

اسماء الرجال والرواۃ عربی میں ہے اور چھپی نہیں ہے۔ اس کا قلمی نسخہ پٹنہ
لائبریری میں ہے۔ یہ نسخہ خان بہادر خدا بخش نے ۱۲۹۷ھ میں نقل کرایا
ہے۔ یہ کتاب اوسط تقطیع کے چار سو اسی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔
رجال مذکورہ کے علاوہ اکابر محدثین اور ائمہ اربعہ کے حالات بھی ہیں امام اعظم

کے چند مشہور تلامذہ کا بھی مختصر تذکرہ ہے۔

شرح اسماء الرجال بخاری کا ذکر تذکرہ علمائے ہند میں حضرت شیخ کے مصنفات کی فہرست میں ہے راقم کو اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔

رسالہ اصول حدیث عربی کا یہ چھوٹا سا رسالہ شیخ کی مقبول ترین کتابوں میں ہے۔ مشکوۃ المصابیح کے ساتھ طلبہ کے درس میں داخل ہے مشکوۃ کے ساتھ ملحق کرکے غالباً سب سے پہلے اس کو مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رح نے شائع کیا اس رسالے کا اردو ترجمہ غالباً سب سے پہلے بہار کے ایک ذی علم مولوی شیخ الٰہی بخش بہاری نے اصول حدیث کے نام سے لکھا اور وہ منشی محمد ظہور الحق بہاری کے مطبع میں چھپا (بحوالہ ندیم پٹنہ مئی وجون ۴۷ء)
اس کا ایک سلیس ترجمہ مع تشریح مقدمہ مشکوۃ شریف کے نام سے ۱۳۶۵ھ میں مولانا خواجہ محمد علی فاضل سہارنپور و دیوبند نے لکھا ہے اور مکتبہ اسلامی لاہور نے شائع کیا ہے خواجہ صاحب نے اس رسالہ اصول حدیث کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

ذکر اجازات الحدیث کا اب تک راقم کو پتہ نہ چلا معلوم نہیں لکھا ہے کبھی یا دست برد زمانہ کی نذر ہوا۔

فقہ

شیخ نے فہرس التوالیف میں صرف ایک کتاب ہدیۃ المناسک کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) ہدیۃ المناسک الی طرائق المناسک۔ رسالہ ایست مبسوط منقسم کہ زبدۂ مناسک حج و آداب زیارت بجہت سالکان ایں راہ د

قاصدان این درگاہ ذکر کردہ شدہ نزدیک بہ دو ہزار بیت۔

راقم کو اس کی کہیں موجودگی کا علم نہیں۔

(۲) فتح المنان لمذہب النعمان۔ بروکلمن نے تصنیفات شیخ کی فہرست میں اس کا ذکر کیا ہے۔ مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمان صاحب صدر مدرس مفتاح العلوم مئو نے مولانا طاہر کے ذکر میں لکھا ہے۔

"ایک دوسرے کتب خانہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی فتح المنان فی تائید مذہب النعمان کا نسخہ میں نے دیکھا ہے جو مولانا طاہر کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس کا سال کتابت مولانا نے اپنے قلم سے سنہ ۱۲۶۱ھ لکھا ہے"

(معارف دسمبر ۳۷ء) اس وقت مواد سامنے نہیں لیکن یاد آتا ہے کہ شاید مولانا نے اس کتب خانے کا نام نہیں دیا ہے بہرحال اتنا معلوم ہوا کہ ہندستان میں کہیں موجود ہے۔

(۳) رسالہ اثبات توقیت، بروکلمن نے اس کا ذکر کیا ہے، راقم نے صرف نام سے قیاس کیا ہے کہ شاید فن فقہ میں ہوگا اس کے متعلق مزید کوئی علم نہیں۔

عقاید اس فن میں صرف ایک کتاب تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان لکھی ہے۔ اس کے متعلق شیخ لکھتے ہیں در بیان عقاید اہل سنت وجماعت با ایراد عبارت عربی عقاید و شرح آن بزبان فارسی با ذکر فواید شریفہ و نکات لطیفہ و بسط کلام در بعضے مسائل خصوصاً مسئلہ خلافت قریب سہ ہزار بیت۔

یہ کتاب نول کشور میں چھپ گئی ہے اور اس کا ترجمہ یعنی سبیل الجنان کے نام سے نول کشوری نے چھاپا ہے اس کے چار قلمی نسخے پٹنہ لائبریری میں ہیں ایک نسخہ خود حضرت شیخ کا تصحیح کردہ ہے جو چھ رسائل کے مجموعے میں ہے، ۱۲۷۶ پر جو نسخہ ہے اس کے ابتدائی صفحے پر کسی نے شیخ کے سن ارتحال پر ایک تاریخی جملہ محدث متین اور ایک قطعہ درج کیا ہے۔

فاضل ہند شیخ عبدالحق ۱۰۵۲   حامی شرع و دین بہ نیک نسق

سال نقلش خرد میاں ونہفت   بخلائق بہشت مرقد گفت

اس قطعے میں ایک عدد کی کمی ہے، حضرت شیخ نے تکمیل الایمان کے دیباچے میں لکھا ہے۔

و تعرض نکردم بذکر مذاہب زائغہ و ایراد اصول باطلہ و نرفتم براہ بحث وجدال و طرق تطویل قال و تجرید کردم از دلائل کلامیہ و تدقیقات فلسفیہ تا طالب را در ورطۂ حیرت و تذبذب نیفگند و از وصول مقصد و حصول مطلب باز ندارد

راقم الحروف کے خیال میں اگر یہ کتاب عقاید کی کتب مطولہ سے پہلے طلبہ کو پڑھا دی جائے تو بہت مفید ثابت ہو۔

تاریخ و سیر | اس فن میں حضرت شیخ نے دس کتابیں لکھی ہیں جن کا ذکر فہرست تالیف میں ہے۔

(۱) مدارج النبوۃ و مراتب الفتوۃ ۔ در سیر حضرت سید مختار و امام المتقین و الابرار صلی اللہ علیہ وسلم مقدار پچاس ہزار بیت

(۲) مطلع الانوار البہیہ فی الحلیۃ الحلیۃ النبویہ ۔ مقدار یک ہزار بیت

(۳) جذب القلوب الی دیار المحبوب ۔ تاریخ مدینہ مطہرہ در بیان اسمار و فضائل و مناقب ایں بلد کریم و احوال ساکنان وے از زمان قدیم و ذکر فضائل مسجد منیف و مقامات متبرکہ و احکام و آداب زیارت قبر شریف و اقامت دراں عالی مقام و رجوع بوطن بالخیر و السلام و بسط کلام در اثبات حیات انبیا علیہم السلام و ذکر فضائل و آداب صلوٰۃ بر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و ذکر بعضے از صیغ صلوات ماثورہ از صحابہ و سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و ایں کتاب در متانت و رضانت الفاظ موافق شرافت و کرامت معانی آں نزدیک ... بقبول اہل وصول شدہ است نزدیک بہ ہفت ہزار و یا نصد بیت ۔

(۴) احوال الائمۃ الاثنا عشر خلاصہ اولاد سید البشر ۔ منقول و منتخب از کتاب مستطاب فصل الخطاب ترجمہ عبارت عربی وے از ترکی سخنان فارسی علی حالہا کہ بامر واجب الامتثال بعضے از ارباب کمال نوشتہ شدہ ۔ مقدار دو ہزار و یا نصد بیت ۔

(۵) الانوار الجلیہ فی احوال المشائخ الشاذلیہ ۔ ذکر نبذہ ثمانیہ رجال من عظمائہم و علمائہم ۔ باعث بر تصنیف ایں رسالہ تحصیل ایں سعادت و قوع ذکر ایں اعزہ بود در رسائل ایں فقیر و نقل کلمات و حکایات ایشاں چنانکہ در خطبۂ رسالہ گفتہ شدہ است ۔ کلمات

وفوائد شریف وسخنان غریب از انفاس نفیسۂ دین قوام دارد
که بغایت نافع وسودمند است۔ قریب به چهار هزار بیت

(۶) زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین۔ در احوال شیخ عارف کامل
متبع علی متقی وخلیفه راستین وے شیخ ولی متقی عبد الوهاب
متقی قدس الله سرهما وبعضے دیگر از مشایخ دیار عرب وعجم و اہل
حرمین شریفین زادهما الله تشریفا وتعظیما رساله ایست بسے مفید
نافع مر قاصدان صراط مستقیم وسالکان طریق قویم را درین رساله
تقریب بعضے احوال این غریب وتشرف بخدمت حضرت شیخ
نیز مذکور شده است مقدار چهار هزار بیت۔

(۷) اخبار الاخیار فی احوال الابرار در ذکر مشایخ وعلما وصلحاے این دیار
نسخۂ اصل مقدار پانزده هزار بیت بود ومتوسط دوازده هزار
ومنتخب اخیر که قرار یافته نه هزار وکسرے ومثبت درین مجموعه نسخه
متوسط است واین اول تصنیفے است که رقم زدۂ کلک این مسکین
شده است اگرچه بحسب لفظ وعبارت نه دران مرتبه است و
لیکن بسبب اشتمال بر احوال وحکایات وکلمات بزرگان بغایت
شیوع واشتهار موسوم گشته است۔

(۸) اسماء الاسنادین رحمة الله علیهم اجمعین۔

(۹) تاریخ سلاطین هند اصل مسوده مقدار سه هزار بیت بود وبعد
از ضم احوال سلاطین اکناف واطراف میں ولایت که در جمع سابق

ناقص ماندہ بود بچہار ہزار بیت و چیزے رسید و مسمی بذکر ملوک کہ متضمن تاریخ اوست گشت۔

(۱۰) رسالہ آداب لباس رسول۔

مدراج النبوۃ۔ چھپ چکی ہے۔ اس کا ترجمہ خواجہ عبدالمجید نے کیا ہے اور وہ بھی مناہج النبوۃ کے نام سے نول کشور میں چھپ گیا ہے اس کا مطلا و منقش و خوشخط قلمی نسخہ دو جلدوں میں پٹنہ لائبریری میں موجود ہے۔

حلیہ جلیہ نبویہ غیر مطبوعہ ہے اس رسالہ کا ذکر اتحاف النبلا میں بھی ہے۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد کی فہرست میں شیخ کی ایک کتاب "رسالہ در شمایل آنحضرت" کے نام سے ہے قرینہ ہے کہ وہ یہی رسالہ ہوگا

جذب القلوب الی دیار المحبوب۔ چھپ چکی ہے اس کا ترجمہ بھی تاریخ مدینہ کے نام سے نول کشور میں چھپا ہے اس کے دو قلمی نسخے پٹنہ لائبریری میں ہیں۔ نمبر ۲۶۶ کا نسخہ قیمتی ہے یہ سن ۱۰۴۷ھ میں لکھا گیا ہے اور اصل سے مقابلہ کردہ ہے سنہرے جدولوں میں خوشخط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔

احوال الائمۃ الاثنا عشر۔ غیر مطبوعہ ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ پٹنہ لائبریری میں ہے فصل الخطاب جس سے یہ کتاب منقول ہے حضرت خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ہے اگر اس کو تصوف کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہیں۔

الانوار الجلیہ فی احوال المشایخ الشاذلیہ اور زاد المتقین۔ ان دو اہم کتابوں کا بھی افسوس کہ راقم کو کوئی علم نہیں۔

اخبار الاخیار کئی بار چھپ چکی ہے اور اس کا ترجمہ بھی مدت گزری چھپ چکا ہے یہ کتاب شیخ کی ان چند کتابوں میں سے ہے جن سے بے حد فائدہ اٹھایا گیا ہے اور اٹھایا جاتا ہے کم از کم شمالی ہند کے قدیم علما و مشایخ کی کوئی تاریخ اس کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی اس کا ایک قلمی نسخہ ۲ سنہ جلوس محمد شاہی کا لکھا ہوا اٹینہ لائبریری میں موجود ہے یہ نسخہ اس لئے قیمتی ہے کہ اس میں حضرت شیخ کا وہ خاتمہ بھی موجود ہے جو انہوں نے اخبار الاخیار پر نظر ثانی کے بعد لکھا ہے مطبع مجتبائی کی ۱۳۳۲ھ کی چھپی ہوئی اخبار الاخیار راقم کے پیش نظر ہے اس میں وہ خاتمہ نہیں ہے اس لئے اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

ایں سطرے چند است کہ در بیان باعثہ اختصار کتاب رقم زدہ کلک مولف گشتہ بمنہ وکرمہ۔

بحمد اللہ ماشاء و نیتیت عندہ ام الکتاب کاتب الحروف ختم اللہ لہ بالحسنی و جعل آخرہ خیرا من الاولی پیش ازیں تاریخ از سی سال بیشتر و از چہل سال کمتر روزے در خدمت درویشاں بذوق صحبت ایشاں نشستہ بود چناں رسم مریداں باشد از مناقب پیراں خود سخن می کردند بخاصیت ذوق و حلاوتے کہ سخناں ایں طائفہ دارد چناں آں حکایت در دل جائے کرد و در گرفت کہ چوں ازاں مجلس برخاست ہمہ آں شدہ بود اگر فکرمی کرد ہماں در خیال می آمد و اگر سخن می گفت ہماں بر زباں می رسید و اگر

خامه می زد همان می تراوید پس بذوق تمام آن را نوشت و طلب
مزید کرد تا رفته رفته فارسی مخصوص پیدا آمد و چون ثبت احوال
پسینیان بیش از ذکر متقدمان پیشینیان افتاد طلب آن نیز کرد و
از ازلی تا با علی رفت و بآن زواید کرد و کتاب را بآن مزین
و محلی ساخت تا مجموعه بهم رسید نیکو و پسندیده و جامع و مفید لیکن
چون اوان عشق بازی و شوق انتخاب آن تازه بود و حرص استماع
و اجتماع آن بی اندازه و اول کتابی بود که خامه کاتب الحروف
بنوشت آن جریان یافته صورت ترتیب سخن بی اضطرابی نیامد
و چنانکه باید تنقیح و انتخابی نیافت و هم بحکم اضطراب یا تتمیم
اقتراح بعضی از اصحاب دو سه نسخه هم از آن مسطور نوشته شد و
انتشار یافت و درین اثنا در سنه ست و تسعین و تسعمایه ۹۹۶ بسفر
حجاز رفته و چون ازین سفر باز آمد حال گردیده و همت بجانب
دیگر مصروف گشته بود فرصت نظر در آن کتاب نیافت تا گاه
مردم را دید براه اختلاف و افتراق رفته بعضی آن را بتطویل و
اطناب موسوم داشته و نظر ملامت و سامت بروی گماشته و بعضی
در جرح تعدیل رجال آن افتاده زبان طعن و تشنیع گشاده بعایت
آنکه بعضی از مهنا اهل زمان و ابنای روزگار و استادسرالکان
این دیار بودند و حقیقت آنکه چون پیشینیان از علم در گذشته
و علاقه حسد و غبطه ارباب غرض و هوا از ایشان گسسته و از

زبان مردم رفته در دائرهٔ اجتماع و اتفاق آسوده اند اما پیشینیان
و اهل زمان چون بواعث و دواعی اقرار و انکار در میان نیست
در کشاکش نزاع و خلاف افتاده دست آلودهٔ قدح و انکار
گشتند تم فضل و مزیت تقدم باقی است اما این قدر ندانند
که این متقدمان نیز در وقت خود متاخر بودند و بعضی از اهل زمان
از کمالات ایشان غافل و محجوب و این متاخران بعد از زمان
خود متقدم شوند نظر بر تقدم و تاخر نباید گذاشت انصاف
باقی است و حسن عمل منظور . و نیز نام این رساله اخبار الاخیار
است نه تذکرة الاولیا و سیر العارفین مثلا و ذکر آنها که آشنا
اند و محل تردد و انکار گشته بطفیل است نه بقصد و به تبعیت است
نه بالاستقلال این سخن در دیباچهٔ کتاب گفته شده است حاجت
بتکرار نیست و با وجود آن اصلاح دید و فرصت و خاطر یاران
امر از نظر ثانی بر آن لازم افتاد و برخی از اختصار و تنقیح عمود
تا اگر بخواهند آن نسخهای کهنه را با این نو نوشته باز آرند و اگر
هنوز دغدغه رسم خط نقاب باقی است چاره نیست این قدر کرده
شد زیاده بر این مقدور نبود معذور دارند بے عیب خدا است
و عیب پوش بندگان او ست و صلی الله علیه و سلم و تمت کلمة
ربک صدقا و عدلا لا مبدل لکلماته و هو السمیع العلیم .

اسمار الاسنادین ۔ اس رسالے کا کوئی علم راقم کو نہیں

تاریخ سلاطین ہند ۔ غیر مطبوعہ ہے ، یہ کتاب تاریخ حقی کے نام سے مشہور ہے حضرت شیخ کی تالیف ہونے کی وجہ سے تواریخ ہند میں اس کی ایک وقعت ہے ۔ الیٹ نے اپنی تاریخ ہند میں اس پر مفصل تبصرہ کئی صفحات میں کیا ہے ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ پٹنہ لائبریری میں ہے ۔

رسالہ آداب لباس رسول ۔ اس کا قلمی نسخہ پٹنہ لائبریری میں ہے ۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے متعلق تفصیلات ہیں نیز یہ بھی مذکور ہے کہ کون کون سے لباس پہننے مکروہ و ممنوع ہیں ۔

تصوف حضرت شیخ نے اپنی فہرس التوالیف میں اپنے مجموعہ ارسال المکاتیب والرسائل کا ذکر کیا ہے اور اس میں ۷۶ مکاتیب و رسائل کے نام گنائے ہیں ، مجتبائی دہلی کا مطبوعہ نسخہ راقم کے پیش نظر ہے اس میں تین ایسے رسائل ہیں جن کا ذکر فہرس التوالیف میں نہیں ہے ۔

(۱) تسبیب الخیر لدفع الضیر (۲) تذکیر اہل المجاہدہ بان المکاشفہ عین المشاہدہ (۳) ذکر الاحوال والاقوال منبہۃ علی رعایۃ طریقی الاستقامۃ والاعتدال اور فہرس التوالیف میں دو ایسے رسالے ہیں جو مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں ۔

(۱) التزام التمسک والالتجا بالوقوف بین الخوف والرجا (۲) الرد علی الدعاوی الباطلۃ التی صدرت لبعض النفوس العاطلۃ حضرت شیخ کے ان ان ستر رسائل میں سے چار رسائل فن حدیث میں مذکور ہوئے باقی چھیاسٹھ ۶۶ رسالے تصوف میں ہیں ان کے علاوہ تصوف میں ان کی نثرہ کتابیں

اور ہیں گیارہ کا ذکر انہوں نے فہرس التوالیف میں کیا ہے۔

(۱) تحصول الخطب لنیل اعالی الرتب

(۲) تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف ۔ فی باب اخلاق الصوفیۃ قدس اللہ اسرارہم الصفیۃ من الحکم علی ما صدر من اخبارہم وعن احوالہم تحدثنا بنعمۃ اللہ ربنا من باب السکر وغلبۃ الحال ۔

(۳) زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار ۔ فی مناقب الغوث الاعظم النور الاتم الشیخ محی الدین عبد القادر الحسنی الجیلانی رضی اللہ عنہ وکتاب بہجۃ الاسرار کتابیست معتبر، معتبر، مذکور مشہور من المشایخ والعلما صنفہا بعض عظماء المشایخ المقربین وبینہ وبین الشیخ واسطتان وقد کتبت ترجمتہ فی طبقات المقربین الذی اختصرہا الشیخ محمد الجزری وقال قرأت ہذا الکتاب علی الشیخ عبد القادر الدسطوطی وکان من کبار المشایخ بمصر ۔ اکثر من ثلثۃ آلاف بیت ۔

(۴) شرح فتوح الغیب مسمی بمفتاح الفتوح ۔ نعنح ابواب الفصوص وفتوح الغیب از تصانیف عظیمہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ است کہ در تحقیق مقالات دین وکمالات اہل یقین موافق لسان رسالت وزبان نبوت چنانکہ شان معارف صدیقان است فرمودہ اند ۔ دہ ہزار بیت

(۵) المطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ وصفاتہ العلیٰ ۔ ہزار و یا نصد بیت ۔

(٦) آداب الصالحین۔ منتخب از ربع العادات از کتاب احیاء علوم الدین در بیان آداب اکل و شرب و منام و معاشرت و مصاحبت باصناف انام از ازواج و اولاد و اصحاب و خدام۔ مقدار سه هزار بیت ویا نصف۔

(٧) مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین۔ در جمع میان شریعت و حقیقت و ذکر بعضے از اوضاع و اقوال مشائخ صوفیه قدس الله اسرارهم و مواخذه فقها بر ایشان و جواب و توجیه از آن رساله ایست مفید و نافع در تحصیل اعتقاد صحیح و حق صریح خالی از خوش عبارتی و حسن بیان نیست مقدار هزار و پانصد بیت

(٨) تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف۔ زهاء ثلثة آلاف بیت

(٩) ایصال المرید الی المراد ببیان احکام الاحزاب والاوراد۔ در بیان علوم و قواعد متعلقه باوراد و ادعیه و احزاب و توفیق میان مذهب محدثین و مشائخ که در تصحیح و تضعیف بعضے اعمال درین باب اختلاف دارند مشتمل بر سی فصل و این رساله توطیه و تمهید رساله دیگر است که در وے اوراد و احزاب که باجازت مشائخ رسیده و بعمل کاتب حروف در آمده بجمع کرده شده و مجموع رسالتین مسمی است باین رسم۔ مقدار سه هزار بیت۔

(١٠) تسلیة المصاب لنیل الاجر والثواب۔ در بیان صبر بر مصائب و بلایا و تنبیه بر وجود نعم خفایا و تحقیق معنی اجابت و منع در دعا

وسلوک طریق رضا و تسلیم در ورود احکام ارادیہ قہریہ
وہاب و تادب الہی بترک طلب و سوال با خلاف اوقات
احوال ۔ مقدار ہزار بیت وکسرے ۔

(۱۱) نکات الحق الحقیقۃ من معارف الطریقہ ۔ مقدار سہ ہزار بیت

(۱۲) ترجمہ منہج السالک الی اشرف المسالک

(۱۳) رسالہ فی بیان فارسی بادہ علی رقبۃ کل ولی اللہ
فصول الخطب از تنبیہ العارف کے متعلق مجھے کوئی واقفیت نہیں
زبدۃ الآثار عربی میں ہے اور چھپ گئی ہے ۱۳۰۰ھ کا مطبوعہ نسخہ کتب
خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہے ۔

شرح فتوح الغیب ۔ نول کشور میں چھپ گئی ہے اور کم یاب نہیں ہے اس
کے دو قلمی نسخے پٹنہ لائبریری میں ہیں اس کا ایک قیمتی قلمی نسخہ ۱۰۶۸ھ کا
لکھا ہوا راقم کے محترم بزرگ مولوی عبد الرشید قادری مرحوم و مغفور
رئیس مونگیر کا راقم کے کتب خانہ میں ہے ۔

فتوح الغیب سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے گراں بہا ملفوظات
کا مجموعہ ہے جسے حضرت کے صاحبزادے امام عارف شرف الدین ابو عبد
الرحمن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرمایا ہے شیخ عبد الحق کی یہ شرح بہت
مشہور مقبول اور مستعمل ہے ۔ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ ۔ اصلی کتاب کا
مجھے پتہ نہیں اس کا ترجمہ زاد العقبی کے نام سے مولوی قطب الدین صاحب
کیا ہے ۔ یہ ترجمہ مطبع صادق الانوار نے ہرم ۱۲۶۹ھ میں چھاپا تھا

اور اب یہ بھی کم یاب ہے۔

آداب الصالحین چھپ گئی ہے اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہے۔

مرج البحرین غالباً نہیں چھپی ہے اس کا قیمتی قلمی نسخہ وہ ہے جو خود حضرت شیخ کا تصحیح کردہ ہے اور شیخ کے چھ رسائل کے مجموعے میں پٹنہ لائبریری کے "شوکیس" کی زینت ہے اس قیمتی مجموعے کے مالک نے جو عبارت لکھی ہے وہ درج ذیل ہے۔

کمترین بندگان معین الدین احمد ہنگامے کہ بنارہ بحضرت صاحبقرانی بخدمت بخشی گری و واقعہ نویسی احمد سرفراز فرمودہ بودند عبور بدارالملک دہلی واقع شد و از صحاف ایں رسائل ابتیاع نمود وچوں شوق تمام بمطالعہ مصنفات حقائق آگاہ شیخ عبدالحق داشت در ورود ایں نعمت غیر مترقبہ را مغتنم دانستہ ہماں روز بخدمت شیخ مذکور سلمہ اللہ تعالیٰ رفتہ رسائل بایشاں نمود ظاہر شد کہ ہمگی ایں رسائل تصحیح بخط شریف ایشاں یافتہ اند وانچہ بر پشت کتاب تفصیل رسالہا مرقوم گشتہ نیز خط ایشاں است فسررت داتبھجت تملکھا سنہ ۱۰۵۰ھ پشت پر حضرت شیخ کے دست مبارک کی تحریر یہ ہے۔

ہذہ سبع رسائل تالیف الفقیر الحقیر اضعف عباد اللہ القوی عبدالحق بن سیف الدین الدھلوی عفی عنہما اس دفینہ جو مجموعہ پٹنہ لائبریری میں موجود

ہے اس میں چھ رسائل ہیں۔ مرج البحرین اسلامی تصوف کو سمجھنے کے لئے بڑی کارآمد کتاب ہے اس کتاب کا ایک بڑا حصہ خود حضرت شیخ کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے اور دوسرا حصہ حضرت الشیخ احمد المغربی معروف بہ شیخ زروق کی کتاب قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ کا ترجمہ ہے حضرت شیخ کے لکھے ہوئے حصے کی کچھ عبارتوں کا ترجمہ راقم نے فلسفۂ یونان کے ذیلی عنوان میں پیش کیا ہے۔

تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف کے متعلق کچھ معلوم نہیں (۱)

ایصال المرید الی المراد اور تسلیۃ المصاب پٹنہ لائبریری میں موجود ہیں۔

نکات الحق ۵ رجولائی ۱۸۹۱ء کو مطبع احتشامیہ مراد آباد میں بہ تصحیح مولانا سید محمد یوسف صاحب مراد آبادی چھپ چکی ہے اس کا مطبوعہ نسخہ شیخ عبدالحق کے خاندان کے ایک بزرگ مولوی محمد انوار الحق حقی دہلوی ثانی دریائی نے خان بہادر خدابخش خاں کو ۱۳۱۹ھ میں دہلی سے پٹنہ بھیجا تھا یہ نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے اور اس پر انوار الحق صاحب کے ہدیہ کی عبارت بھی درج ہے جو انہوں نے خود لکھی ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کے قلمی اور مطبوعہ دونوں نسخے موجود ہیں اس کا ترجمہ کسی صاحب علم نے ربانیۃ الحق کے نام سے کیا ہے یہ ترجمہ بھی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔

---

(۱) اس کتاب کی کہیں موجودگی کا علم نہیں اتنا معلوم ہوا کہ مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی نے اپنی کتاب معیار الحق میں اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔

اس کتاب کو حضرت شیخ نے کئی ٹکڑوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر نکتہ قیمتی خیالات سے بھرا ہوا ہے یہ چھوٹی سی کتاب لائق مطالعہ ہے اور راقم کو بہت پسند آئی ہے

ترجمہ منہج السالک کا ذکر شیخ نے اپنے ایک مکتوب میں کیا ہے "سفر حج" میں اس کا ذکر گزر چکا راقم کو اس کی کہیں موجودگی کا علم نہیں اصل کتاب منہج السالک کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہے۔

رسالہ فی بیان قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ بارہ صفحات کا ایک مختصر سا رسالہ ہے اب تک غیر مطبوعہ ہے کتب خانہ رامپور میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے شیخ نے اس رسالہ کا ذکر رد کلمن نے بھی کیا ہے۔

اوراد

اس فن کی کتاب ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوات علی سید الکائنات کا ذکر شیخ نے اپنی فہرس التوالیف میں کیا ہے اس کا ایک نہایت خوشخط قلمی نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے اس رسالے کے ساتھ دوسرے مشایخ کرام نے اسی موضوع کے چند رسائل ملا کر حضرت شیخ نے درود شریف کے صیغوں اس کے فوائد اور احکام کی ایک جامع کتاب تیار کی ہے اس کتاب کے آخر میں کاتب نے لکھا ہے۔

تمت الصلوات التی جمعہا الشیخ المحقق الشیخ عبد الحق الدہلوی قدس اللہ اسرارہ۔

ترغیب السعادات میں درود کے ایک خاص صیغہ اس کی اجازت و کیفیت کے متعلق شیخ لکھتے ہیں۔

اللھم صل علی سیدنا محمد عبدک و رسولک النبی الامی و علی الہ و

صحبہ وبارک وسلم

این صیغہ مشہور است در مسبعات عشرہ از اوراد مشہورہ متبرکہ کہ ماثورہ است و از زمان تابعین و تبع تابعین معمول مشائخ آمدہ و حضرت شیخ اجل اکرم علی متقی در بعضے رسائل خود باین صیغہ صلوٰۃ و صحبت فرمودہ و صیغہ کہ این فقیر را حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ در وقت وداع بمدینہ مطہرہ اجازت فرمودہ اند ہمین ست و بخط صحبت اجازت و نقش مبارک مشائخ انچہ این بندہ را درین لفظ نور و حضور و خشوع دست دہد در صیغہائے دیگر با قطع نظر مبالغات در کیفیت و کمیت کمتر دہد و تا بازہ باین صیغہ بنگرم دل آرام نگیرد و این معنی از خواص و اسرار اجازت این مشائخ است واللہ تعالیٰ علم

شیخ کی ایک دوسری کتاب، کتاب الفوائد والصلات والفوائد فارسی زبان میں ہے اس کتاب کو پٹنہ لائبریری کے فہرست نگار نے نادر الوجود لکھا ہے۔ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے۔ اس کتاب میں شیخ نے ان تمام دعاؤں کو جمع کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابۂ کرام، علما اور اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول اور مجرب ہیں اس میں تعویذات کے نقوش بھی ہیں۔ متوسط تقطیع کے تین سو ستائیس صفحوں میں ہے۔ شیخ کی ایک تیسری کتاب کتب خانۂ رام پور کے فہرست نگار نے فن اوراد میں دفائز کے نام سے درج کی ہے یہ قلمی ہے اور اس میں ایک سو چھبیس صفحات ہیں۔

سیاست اس موضوع پر حضرت شیخ کا صرف ایک رسالہ نوریہ سلطانیہ ہے۔ حضرت شیخ کی الاربعین بھی دراصل اسی موضوع پر ہے رسالہ نوریہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

در بیان قواعد سلطنت و احکام و ارکان و اسباب و آلات تحصیل آن و اوضاع و آداب ایں امر عظیم الشان مزین باسم سامیٔ سلطان الوقت و ملک الزمان خلد اللہ فی مراضیہ ملکہ و سلطانہ و اعلی امرہ و شانہ۔ نزدیک بہ ہزار بیت۔

سخت افسوس ہے کہ راقم کو اب تک اس رسالے اور اربعین کے متعلق علم نہ ہو سکا کہ یہ دونوں کتابیں کہیں موجود بھی ہیں یا نہیں۔ یہ رسالہ نوریہ جہانگیر کے لئے لکھا گیا تھا اگر یہ مل جاتا تو حضرت شیخ کی زندگی کے اس پہلو پر مزید روشنی پڑتی جو اب تک نگاہوں سے پوشیدہ تھا حضرت شیخ نے اکبر کی حکومت کو بدلنے میں جو قلمی و سخنے حصہ لیا تھا وہ صرف تخریب تک محدود نہ تھا بلکہ جب حکومت بدل گئی تو اس کی تعمیر صحیح کے لئے بھی حضرت نے سعی کی رسالہ نوریہ اور الاربعین اسی سعی کے نتائج ہیں جزاہ اللہ عنی و عن مسلمی الہند خیرا۔

نحو اس فن میں دو کتابوں کا شیخ نے ذکر کیا ہے۔

(۱) حاشیہ الفوائد الضیائیہ لاتباع الہوی الصبائیہ۔ من الاول الی وجہ حصر الکلمۃ فی الاقسام و من بحث الفعل الی آخر الکتاب بعون الملک العلام التزمت فیہ الذب عن المخدوم المکین الامین فی اعتراضات

مولانا واستاذنا مولانا عصام الدین وان کان وقع فیہا شئ
من التکلف فی الکلام علما علی ما یقتضیہ الالتزام نحو امن ثمانیۃ
آلاف بیت ۔

(۲) الافکار الصافیہ فی ترجمۃ کتاب الکافیہ در سن صغر در ابتدائے حال
طالب علمی بتقریب کسے کہ نسبت معنوی در رابطہ قوی داشت تا
آخر منصوبات تسوید نمودہ شد و تا بحث مرفوعات بہ بیاض رسید
و عمر کاتب حروف دراں وقت پانزدہ یا شانزدہ سال بود
مشتمل بر سخنان بسیار مقدار ہشت ہزار بیت وکسرے

ان دونوں کتابوں کے متعلق راقم کو علم نہیں ۔

منطق | اس فن کی تین کتابوں کا ذکر شیخ نے کیا ہے ۔

(۱) البناء المرفوع فی تلخیص مباحث الموضوع ۔ فیہ مباحث شریفیہ
منقولۃ من شرح الشمسیۃ وشرح المطالع وحواشیہما مع ایراد بعض
النکات سنح بہ الفکر الفاتر فی بیان کوامنہا وغوامض اشتباہہا نحو امن
الف بیت وکسر ۔

(۲) الدرۃ البہیۃ فی اختصار الرسالۃ الشمسیہ وقع فی مجلس واحد
یسیر شاملۃ لجمیع ما فیہا من مسائل المنطق اختصارا لطیفا عجیبا فی
صفحۃ واحدۃ واسطرۃ معدودۃ

(۳) شرح الشمسیۃ قد وقع علی طریق البسط والتحقیق الی قولہ یجب

مباحث الموصل الی التصور علیٰ مباحث الموصل الی التصدیق یعنی

نحو امن النعی ببت وکسر۔

ان کتابوں کے متعلق راقم کو کوئی علم نہیں۔ کتب خانہ رام پور میں اس فن پر حضرت شیخ کا ایک مطبوعہ رسالہ الجواہر المضیہ فی شرح الدرۃ البہیہ۔ آٹھ صفحات کا موجود ہے۔ یہ رسالہ اس فن میں حضرت شیخ کی چھٹی کتاب ہے

ادبیات فہرس التوالیف میں حضرت شیخ نے اپنی دو مثنویوں۔ نظم آداب المطالعہ اور تحیفۃ الموذنۃ اور ایک مجموعہ حسن الاشعار فی جمع الاشعار کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ مثنوی معنوی کے انتخاب کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

ان چاروں کتابوں کا ذکر ان کی شاعری کے بیان میں گزر چکا یفوف میں ان کا ایک منظوم رسالہ اور ہے جو کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہے۔ ان نظمیات کے علاوہ شیخ نے نثر کی ایک ادبی کتاب کا ذکر بھی کیا ہے اس کا نام نکات العشق و المحبۃ فی تطییب قلوب الاحبہ ہے۔

حضرت شیخ کی کتابوں اور چھوٹے بڑے رسالوں کی تعداد جو اب تک راقم کو معلوم ہو سکی ایک سو اکتیس ۱۳۱ ہے جن میں سے چونتیس ۳۴ کے متعلق اب تک معلوم نہ ہو سکا کہ کہیں موجود ہیں یا کل من علیہا فان کی مصداق بن چکیں

حضرت شیخ کا نادر کتب خانہ حضرت شیخ نے اپنی تصنیفات میں کتابوں کے جو حوالے دیئے ہیں اور جن کتابوں سے مدد لی ہے ان کی فہرست دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان

کا کتب خانہ اس عہد کا نادر روزگار عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ حجاز مقدس سے وہ بہت سی نادر اور کمیاب کتابیں ساتھ لائے تھے۔ شیخ عبدالوہاب متقی کی صحبت پا کر انہوں نے کتابوں کی نقل اور ان کی تصحیح و تحشیہ کا فن بھی سیکھا تھا اس میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ کتابت کا انہیں بچپن سے شوق تھا جیسا کہ ان کے ابتدائی حالات میں گزرا ان کا یہ شوق مکہ معظمہ میں پختہ ہوا کہ شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ اس فن کے بھی ماہر خصوصی تھے۔ جب ہم شیخ کے اس نادر کتب خانہ کے متعلق پڑھتے ہیں کہ اسے لوٹ کر برباد کر دیا گیا تو سخت افسوس ہوتا ہے حضرت شیخ نے اپنی تمام تصانیف کے جو نسخے مجموعے تیار کئے تھے (فہرست التوالیف) غالب قرینہ ہے وہ بھی اسی لوٹ میں ضائع ہوئے۔ ان سطور کے لکھنے سے مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے دلی میں جو تازہ لوٹ ہوئی ہے اس میں جامعہ ملیہ اور انجمن ترقی اردو کے قیمتی کتب خانوں کی بربادی کی خبر آئی ہے اور اس وقت بے اختیار ان کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے۔ آہ یہ انسان جب درندگی پر آتا ہے تو جنگل کے وحشی بھیڑئے اور چیتے بھی پیچھے رہ جاتے ہیں۔ حضرت شیخ کے پوتے شیخ الاسلام کی زبان قلم سے یہ دردناک کہانی سنئے اپنی شرح بخاری کی دوسری جلد کے خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

تمام شد بحول اللہ و قوتہ ترجمہ مسودہ صحیح در ہنگام تشتت بال و پریشانی حال از نہب و غارت خانہ در حملہ دیار کہنہ دہلی کہ باستیلائے رافضہ و غلاۃ بالقصد طغاۃ دمناۃ واقع شدہ دو بار

کتب خانہ قدیمہ و جدید کہ بسیار از ان دریں دیار کم یاب
بود و بعضے ازان بہ تصحیح و تحشیہ و تدریس شیخ المحدثین شیخ
اجل محقق دہلوی بود رحمۃ اللہ علیہ فاضلانہ و اسوۃ و
گزشتہ انچہ گزشت نمونہ یوم تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت
انا للہ و انا الیہ راجعون نماند در خانہ مگر چند کتب در گوشہ
ہائے شکستہ افتادہ (شرح بخاری نسخہ قلمی ٹونک لائبریری)

چوتھا باب

اولاد و احفاد

محدثین ہند میں غالباً شیخ عبدالحق الترکی البخاری ہی کو اللہ تعالیٰ نے یہ
شرف بخشا ہے کہ ان کی سات پشتوں نے مسلسل حدیث نبوی کی خدمت
کی ہے اور اپنے سلسلہ درس و تصنیف سے اس کی اشاعت کرتے رہے ہیں
اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت کی عمر و علم میں برکت دی تھی اسی طرح ان کی
نسل میں بھی برکت عطا فرمائی ہے۔ عبدالحمید لاہوری
بادشاہ نامہ میں لکھتا ہے۔

در بالفعل سن عمرش از اخر سال دہم جلوس ہمایوں کہ سن ہزار و
چہل و ہفت ہجری است بنود رسیدہ مع ہذا در احوال ظاہر و

بالتش خللے و فتورے راہ بنا فتہ و التزام عبادات و اوراد و ذکر و تلاوت و تعلیم و تصنیف و تصحیح کتب بر نہج ایام جوانی است و اولادُ و انفادش از ذکور و اناث زیادہ از پنجاہ نفر از آں جملہ شش و ہفت تن از اولادش تحصیل علم نمودہ با فادہ اشتغال دارند (بادشاہ نامہ قلمی پٹنہ لائبریری -)

افسوس کہ ہمیں ان کی اولاد و احفاد کے متعلق بہت کم معلوم ہے ہم ان کی چھ سات اولاد میں سے جو ان کی زندگی ہی میں مشغول افادہ تھے کچھ ہی کو جانتے ہیں۔ پٹنہ میں علما و محدثین کے تذکروں کی کمی مزید معلومات کے لئے سدِ راہ ہے اس سے پہلے کہ ان کی اولاد و احفاد کا ذکر کیا جائے دو غلطیوں کی تصحیح ضروری ہے رسالہ معارف اعظم گڈھ کے مقالہ "ہندستان میں علم حدیث" میں حضرت حافظ فخر الدین کو شیخ نور الحق کا بیٹا لکھا گیا ہے جو قطعاً غلط ہے حافظ فخر الدین، شیخ نور الحق کے بیٹے نہیں بلکہ پر پوتے ہیں۔ شیخ عبد الحق کی اولادُ احفاد کا سلسلہ یوں ہے۔ شیخ عبد الحق۔ شیخ نور الحق، شیخ نور اللہ، شیخ محب اللہ، حافظ عبد الصمد فخر الدین، شیخ الاسلام۔ شیخ سلام اللہ شیخ نور الاسلام۔

شیخ الاسلام نے اپنی شرح بخاری میں خود اپنا سلسلہ نسب لکھا ہے و نیز اجازت داد مرا والد ماجد جامع الکمالات الانسیہ معدن الاخلاق السنیہ والمآثر المحمودۃ المرضیہ حافظ فخر الدین ابو المکارم عبد الصمد ادام اللہ ظلال رافتہ علینا الصحاح ستہ و جمیع کتب حدیث دیگر

احادیث و اوراد و احزاب شیوخ چنانکہ اجازت دادہ اورا
بآن والد بزرگوارش صاحب والامناقب تذکرہ علمائے
راہ شیخ محب اللہ بن شیخ نور اللہ عاملہما بلطفہ وکرمہ از
جد اکرم امجد عالم عامل فاضل کامل صاحب التصانیف الکثیرہ
المشہورہ والمقامات المرفوعۃ العلیہ شیخ نور الحق ابو المجاہد
رفع اللہ قدرہ فی العقبیٰ واعطاہ مع الزیادۃ الحسنیٰ از
والد شریفش شیخ المحدثین عبد الحق بن سیف الدین الدہلوی (۱)
شرح شیخ الاسلام کے خاتمۃ الطبع پر بھی شیخ الاسلام کے احوال میں درج ہے
ونسب مولانا محمد شیخ الاسلام بحضرت زبدۃ العارفین قدوۃ
المفسرین شیخ اجل عارف اکمل مولانا شاہ عبد الحق محدث
دہلوی بچہار واسطہ می رسد چنانچہ در مولفات تنزیل تفصیلش
درج فرمودہ اند فمن شاء الاطلاع علیہ فلینظر الیہ۔
لیکن اس تذکرہ نگار نے ایک غلطی یہ کی ہے کہ شیخ سلام اللہ "صاحب
المحلی" کو شیخ الاسلام کا بھائی اور حافظ فخر الدین کا فرزند لکھا ہے
حالانکہ خود شیخ سلام اللہ اپنے کو شیخ الاسلام کا فرزند لکھتے ہیں۔
محلی شرح موطا کے دیباچے میں رقم طراز ہیں
ویقول العبد المفتقر الی رحمۃ ربہ المنعام المسکین سلام

---

(۱) شرح بخاری مطبوعہ بر حاشیہ تیسیر القاری ۱۲

اللہ بن شیخ الاسلام بن فخر الدین (۱)

"مقالہ ہندوستان میں علم حدیث" کی دوسری غلطی یہ ہے کہ اس میں مسلم کی شرح منبع العلم کو شیخ نور الحق کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے حالانکہ منبع العلم شیخ محب اللہ بن نور اللہ بن نور الحق کی غیر مرتب تصنیف تھی جسے ان کے لڑکے حافظ فخر الدین نے از سر نو ترمیم و اضافہ کے بعد مرتب کیا ہے یہ غلطی غالباً پٹنہ لائبریری کے کیٹلاگ کی وجہ سے ہوئی ہے خان بہادر عبدالمقتدر نے حافظ فخر الدین کو شیخ نور الحق کا بیٹا قرار دیا اور آسانی سے منبع العلم کو شیخ نور الحق کی طرف منسوب کر دیا کیونکہ حافظ فخر الدین نے دیباچے میں لکھا ہے کہ میرے والد ماجد نے مسلم کی شرح کا مسودہ تیار کیا تھا لیکن وہ اس پر نظر ثانی نہ کر سکے تو میں نے اس کو از سر نو مرتب کیا۔ اس دیباچے میں انہوں نے شیخ عبدالحق کے لئے جدی کا لفظ استعمال کیا ہے شاید خان بہادر نے اس لفظ سے دھوکا کھایا حالانکہ یہ ایک عام اصطلاح ہے کہ جد کا لفظ باپ کے باپ سے لے کر انتہائے نسب تک کے لئے بولا اور لکھا جاتا ہے شیخ الاسلام کی شرح پٹنہ لائبریری میں موجود ہے اور لطف یہ ہے کہ خود انہیں نے اس کا کیٹلاگ تیار کیا ہے اگر وہ اس کا دیباچہ پڑھ لئے ہوتے تو ان سے یہ لغزش نہ ہوتی۔ اس غلطی کا ایک سبب یہ ہے کہ کتب خانہ پٹنہ کے نسخے میں منبع العلم کے مصنف کو حافظ فخر الدین

---

(۱) المنہل ج ۱ نسخہ قلمی در پٹنہ لائبریری ۱۲۔

بن محب اللہ کے بجائے حافظ فخر الدین محب اللہ لکھ دیا ہے حافظ فخر الدین کا نام ان کے صاحبزادے شیخ الاسلام اور دوسرے تذکرہ نگار عبد الصمد بتاتے ہیں یہ محب اللہ، محب اللہ کی تصحیف ہے۔ کاتب کی اس ایک غلطی نے غلطیوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے اس ضروری تصحیح کے بعد اب راقم الحروف حضرت شیخ کی اولاد و احفاد کے متعلق جو کچھ جان سکا ہے پیش کرتا ہے۔

شیخ نور الحق ابو المجاہد شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ غالباً حضرت شیخ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں یہ اپنے والد ہی کے وقت میں کامل و مکمل اور ان کے علمی و روحانی جانشین بن چکے تھے۔ اور شیخ کی تمام امیدیں ان ہی کی ذات سے وابستہ تھیں۔ بحمد اللہ کہ یہ امیدیں پوری ہوئیں اور انہوں نے اپنے والد ماجد کا فیض حدیث ہندوستان کے دور دور حصوں تک پہنچایا اور تمام زندگی خدمت حدیث ہی میں بسر کی مورخین نے حضرت شیخ کے ساتھ ان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ محمد صالح کنبو لکھتے ہیں:

> و بعد از رحلت آنجناب (شیخ عبد الحق) نور الحق خلف الصدق شیخ کہ در فضل و علم شہرہ آفاق بود مدت مدید صدر آرائے مدرسہ استفادہ گشتہ۔ (۱)

شیخ نور الحق، حضرت شیخ کی زندگی ہی میں مسند درس و افادہ پر بیٹھ چکے تھے عبد الحمید لاہوری کا بیان گزر چکا دیوان محمد رشید صاحب مناظرہ رشیدیہ

(۱) عمل صالح ج ۳ ص ۳۲۰ نسخہ قلمی ۱۲

کے ذکر میں بھی یہ بات گزر چکی۔

بیعت شیخ نورالحق نے اپنے والد سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی تھی اور وہ صرف ان کے علمی جانشین ہی نہیں روحانی جانشین بھی تھے بعض تذکرہ نگاروں نے ان کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کا مرید لکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ شیخ نورالحق نے ان سے صرف نسبت نقشبندیہ حاصل کی ہوگی جیسا کہ شیخ عبدالحق نے نسبت نقشبندیہ حضرت خواجہ باقی باللہ سے حاصل کی تھی۔ شیخ نورالحق اور خود حضرت مجدد کے درمیان تعلقات قائم تھے حضرت مجدد کے مجموعۂ مکاتیب میں ایک طویل مکتوب شیخ نورالحق کے نام ہے۔ لیکن قرینہ ہے کہ ان کو نقشبندیہ خلافت حضرت مجدد سے حاصل کرنے کا موقع نہ ملا اور یہ نعمت انہیں حضرت خواجہ معصوم سے حاصل ہوئی کسی دوسرے سلسلے کے بزرگ سے اجازت وخلافت حاصل کرنے کی وجہ سے کوئی صاحب سلسلہ ان کا مرید نہیں ہو جاتا بیعت اور ارشاد دو مستقل اصطلاحیں ہیں۔ علامہ آزاد بلگرامی میر سید طیب بلگرامی کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ ان کے اور شیخ عبدالحق کے درمیان بڑی محبت ومودت تھی[1] ایک بار وہ حضرت شیخ سے ملنے دہلی گئے اس وقت

---

(۱) میر سید محمد بن میر سید عبدالجلیل بلگرامی نے بھی تبصرۃ الناظرین میں لکھا ہے کہ میر سید طیب شیخ عبدالحق سے بہایت اخلاص رکھتے تھے شیخ نے ان کو اپنے اوراد کی ایک جلد عنایت کی تھی اور صفحۂ اول کی پشت پر اپنے قلم سے اجازت نامہ لکھا تھا یہ اجازت نامہ میر سید محمد نے دیکھا تھا۔

شیخ نور الحق آگرہ کے قاضی تھے وہ شیخ نور الحق سے ملے بغیر دہلی پہنچ گئے اس ملاقات نہ ہونے کا حضرت شیخ سے جو گفتگو ہوئی اور جو واقعہ پیش آیا (۱) سے یہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نور الحق اپنے والد ہی کے مرید تھے نہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کی نگاہوں میں اپنے صاحبزادے کی کیا قدر و منزلت تھی نیز یہ بھی کہ ہمارے اگلوں کا اخلاق کتنا بلند تھا۔ مآثر الکرام کے اس دل چسپ ٹکڑے کو ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

دوران ایام شیخ نور الحق خلف الصدق شیخ عبدالحق در آگرہ بمنصب قضا قائم بود شیخ عبدالحق از میر سید طیب استفسار کرد که از راہ کدام آمدن اتفاق افتاد، گفت از راہ آگرہ، فرمود با نور الحق ملاقات شد گفت از موانع سفر فرصت ملاقات دست نداد شیخ فرمود خاطر از ین که او مرتکب قضا شد اعراض بعمل آمد پس کلمہ چند در تعریف پسر بزبان مبارک آوردہ فرمود نور الحق اگرچہ پسر من است اما بجائے پدر و اگرچہ شاگرد من است اما بجائے استاد و اگرچہ مرید من است اما بجائے پیر می دانم میر سید طیب رحمہ اللہ از پیش شیخ برخاست بعنوانے کہ گویا برائے کمر واکردن [illegible] رود بہ اشارہ شیخ با آں طور کمر بستہ راہ آگرہ گرفت و با شیخ نور الحق ملاقات کردہ برگشت شیخ عبد الحق از حسن خلق میر خیلے خوشنود گردید و معذرت بزبان آوردہ (۱)

---

(۱) مآثر الکرام ص ۲۷ نسخہ قلمی ۱۲۔

نواب صدیق حسن خاں شیخ نور الحق کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔

نور الحق بن شیخ عبد الحق الدہلوی تلمیذ و مرید پدر و مقبول والد بزرگوار و وارث کمالات صوری و معنوی آں یگانہ روزگار بود (۲)

فرحت الناظرین میں ان کے متعلق لکھا ہے

فاضل محدث و عالم متبحر خلیفہ و جانشین پدر خود عبد الحق دہلوی است (۳)

مفتی غلام سرور خزینۃ الاصفیا میں لکھتے ہیں

شاہ نور الحق در علوم ظاہری شاگرد و بسلسلۂ قادریہ مرید و خلیفہ پدر بزرگوار خود بود و بعد بحضرت خواجہ معصوم و احمد سعید فرزندان شیخ احمد مجدد سرہندی حاضر شدہ تا نہایتے مقامات سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ رسیدہ و از کاملان وقت شد (۴)

کاملان وقت سے تو وہ پہلے ہی تھے نسبت نقشبندیہ کا مزید کمال سلسلۂ مجددیہ سے حاصل ہوا۔

منصب قضا شاہ جہاں نے دکن جاتے وقت سے ہی شیخ نور الحق کو آگرہ کا قاضی مقرر کیا تھا شیخ محمد اکرام رود کوثر میں لکھتے ہیں کہ وہ عہد شاہ جہانی میں کئی معزز عہدوں پر فائز رہے منصب قضا بڑا ہی نازک منصب ہے اس کو ایمانداری اور دیانت داری کے

---

(۲) اتحاف مطبوعہ نظامی ص ۲۹۶ (۳) رود کوثر شیخ محمد اکرام (۴) ج ۲ ص ۳۵۶ ۱۲

ساتھ انجام دینا آسان کام نہیں ہے لیکن یہ شیخ عبدالحق کی تربیت کا اثر ہے کہ شیخ نورالحق کے دامن پر کوئی دھبہ نہ آیا۔ مورخین ان کی ایمان داری اور دیانت داری کے گواہ ہیں۔ آزاد بلگرامی لکھتے ہیں۔

مولانا الشیخ نورالحق بن مولانا الشیخ عبدالحق الدہلوی قدس اللہ اسرارہما ہو تلمیذ ابیہ ووارث کمالاتہ والمنصبغ بصبغ فیوضاتہ ولاہ السلطان شاہ جہان قضاء اکبرآباد وہو ادی ہذا المنصب العالی فی نہایۃ الدیانۃ والاداد (۱)	مولانا شیخ نورالحق بن مولانا شیخ عبدالحق دہلوی اپنے والد کے شاگرد ان کے کمالات کے وارث اور ان کے فیوضات کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے شاہ جہاں بادشاہ نے ان کو اکبرآباد کا منصب قضا سپرد کیا تھا انہوں نے اس منصب کو بلند انتہائی دیانت اور صلاح و درستی کے ساتھ انجام دیا۔

عہد عالمگیری میں بھی آپ قاضی رہے یا نہیں اس کی کوئی تصریح اب تک نہ ملی اتنا معلوم ہے کہ عالمگیر سے آپ ملتے رہتے تھے۔ بارہا بملازمت اقدس عالمگیر بادشاہ رسیدہ بعنایات بادشاہانہ ممتاز گردیدہ بود (۲)

حلقۂ حدیث شیخ نورالحق نے نوے سال کی عمر پائی ان کے تلامذہ کی کوئی مکمل و مفصل فہرست ملنی متوقع نہیں لیکن اتنا معلوم ہے کہ آنحضور نے احادیث کی خدمت و اشاعت میں اپنے والد کی کامل جانشینی کی ہے اور حضرت شیخ کا سلسلہ انہیں کے واسطہ سے دور دور تک پہنچا ہے شیخ نورالحق ہی کے درس سے میر سید مبارک محدث بلگرامی فیض یاب

(۱) سبحۃ المرجان (۲) نزہتہ الناظرین۔ بحوالہ رود کوثر

ہو کر نکلے اور بلگرام میں حدیث نبوی کی سبیل سلسبیل لگا دی، اسی سلسبیل سے پہنچا۔ دفعہ بلگرام کا مردم خیز خطہ حدیث رسول سے سیراب ہوا آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان اور اس سے زیادہ مآثر الکرام میں اس کی تفصیل دی ہے راقم الحروف یہاں علامہ سید سلیمان ندوی مدظلہ کے مشہور رفقائے کا یہ حصہ درج کرتے ہے۔

"شیخ عبدالحق کے فرزند ملا نورالحق دہلوی کے حلقہ درس کے ایک نامور فاضل میر سید مبارک محدث بلگرامی ہیں موصوف نے شیخ کے گھر میں رہ کر اور ان کے حلقہ درس میں بیٹھ کر علم حدیث میں وہ کمال پیدا کیا کہ آزاد بلگرامی نے ان کو قطب المحدثین قرار دیا آثر الکرام میں ہے۔

از اول تا آخر اقامت دہلی درخانہ شیخ نورالحق بن عبدالحق

قدس اللہ سرہما سکونت ورزیدہ حدیث از آں جناب اخذ

کردہ و در بن فن اشرف مہارتے بہم رسانید و تمام عمر در خدمت

کلام نبوی فنا ساختہ و بہ لقب محدث بلند آوازہ گشتہ

و لہٰذا اور ا دریں کتاب بہ قطب المحدثین یاد کردہ۔

۱۰۶۴ھ میں سند فراغ حاصل کی اور بقیہ عمر عام علوم اور خصوصاً علم حدیث کی درس و تدریس میں بسر کی امر معروف و نہی منکر میں ایسے سخت تھے کہ بڑے بڑے امراء ان کی ڈانٹ سے دب جاتے تھے ۱۱۱۵ھ میں وفات پائی۔ میر سید مبارک کے تلامذہ میں میر عبدالجلیل بلگرامی سب سے نامور ہوئے علم حدیث کا نور اس خانوادہ میں میر سید مبارک ہی کے مبارک قدم سے جلوہ افروز ہوا، آزاد لکھتے ہیں "علم حدیث از قطب المحدثین بہیر

سید مبارک بلگرامی سے عنوو د" میر عبدالجلیل کے فضل و کمال کا ستارہ عالمگیر کے عہد میں طلوع ہوا اور محمد شاہ کے زمانہ تک درخشاں رہا آخر میں بھکر واقع سندھ میں وقائع نویس تھے وہاں صحیح بخاری کا ایک نسخہ ہاتھ آیا عمدہ سے برطرفی کے بعد بھی محض اس کی نقل کی خاطر چھ مہینے اور وہاں گزارے ۱۰۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی (۱)

علامہ میر عبدالجلیل کے آغوش تربیت میں علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے پرورش پائی حدیث و سیر اپنے نانا میر عبدالجلیل سے حاصل کی لکھتے ہیں

" ولغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی و استاذی حضرت علامی میر سید عبدالجلیل بلگرامی اخذ نمود"

۱۱۵۱ھ میں عرب جا کر اس تخم بار آور کی مزید سیرابی کی اور مولانا حیات

---

(۱) میر عبدالجلیل بلگرامی کا مفصل و مبسوط تذکرہ دو جلدوں میں حیات جلیل کے نام سے مولوی سید مقبول احمد صمدنی صاحب نے لکھا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ میر سید مبارک محدث بلگرامی نے میر عبدالجلیل کو سند حدیث ایک جزو میں لکھ کر دی تھی میر عبدالجلیل نے اپنے استاذ کی یہ تاریخ وفات لکھی ہے۔

مقتدائے اکبر میر سید مبارک | چو فرمود در بحر رحلت شناہ
پئے رحلت آں مطہر سرشت | خرد گفت تاریخ رضواں پناہ

سندھی سے صحیح بخاری پڑھی اور صحاح ستہ کی اجازت حاصل کی صحیح بخاری کی ایک نا تمام شرح ضو آلداری کے نام سے لکھی ضوء الداری مصنف کے قلم کا اصلی نسخہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے دیکھا تھا اس کے مقدمہ کی چند سطریں نواب صاحب نے اپنی تالیف الحطہ فی اخبار الصحاح الستہ میں نقل کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا آزاد نے سنہ ۱۱۵۱ھ میں جب مدینہ منورہ کا سفر کیا اور صحیح بخاری کا درس لیا اور ساتھ ہی علامہ قسطلانی کی شرح ارشاد الساری نظر سے گزری تو روزانہ سبق کے برابر وہ قسطلانی کی تلخیص کرتے چلے گئے لیکن اس طرح وہ کتاب الزکوٰۃ سے آگے نہ بڑھ سکے۔" (۱)

حضرت شیخ عبدالحق کے دو شاگردوں شیخ نورالحق اور مولانا جمال الدین کے ذریعہ اس سلسلۂ حدیث کا فیض ہمارے صوبہ بہار میں پہنچا حافظ الوذت مولانا عبدالرزاق نے شیخ نورالحق اور مولانا جمال الدین سے حدیث کی اجازت اور مولانا یٰسین گجراتی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ حالات اس سند سے معلوم ہوئے جو مولانا عتیق محدث بہاری نے اپنے شاگرد ملا محمد وجیہہ بن شیخ امان اللہ جعفری پھلواروی کو دی تھی اور حسن اتفاق سے یہ سند شیخ عبدالحق کے سلسلۂ حدیث کی ہے اس کی نقل مجھے محب محترم حکیم محمد یوسف رضوی بن مولانا الحکیم محمد شعیب رضوی مدظلہٗ کی عنایت سے ملی ہے اور میں ان کے شکریے کے ساتھ یہاں

(۱) ہندستان میں علم حدیث ۱۲

درج کرتا ہوں۔ ملا وجیہ الحق کے دست مبارک کا شمائل ترمذی جو کتب خانہ مجیبیہ پھلواری شریف میں محفوظ ہے اس پر انہوں نے اپنی سند حدیث خود لکھی ہے اور وہ یہ ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد و علی آلہ واصحابہ وازواجہ واہل بیتہ و التابعین ومن تبعہم الی یوم الدین اما بعد فیقول العبد المتوسل الی اللہ الغنی بذریعتہ الحدیث النبوی محمد عتیق بن عبد السمیع البہاری قد شرفنی اللہ تعالٰی بقراۃ کتب الاحادیث ومن علی بکثرۃ شغلہا وطول خدمتہا وتفضل علی بتعلیمہا الی طالبیہا وقد قراٰہا علی واجازنی بذلک شیخی وسیدی واستاذی وعمی مولانا عبد المقتدر محدث قدس سرہ کما قرأ علیہ واجازہ بذلک شیخہ ووالدہ شیخ الوقت مولانا عبد النبی قدس سرہ وقرأ علیہ واجازہ بذلک حافظ الوقت مولانا الشیخ عبد الرزاق قدس سرہ وقرأ علیہ واجازہ بذلک شیخ المحدثین المشتہر فی المشرق والمغرب مولانا السید یسین محدث قدس سرہ والیضا اجاز شیخی واستاذی حافظ الوقت، شیخ الکاملین الشیخ جمال الدین والشیخ نور الحق قدس سرہما واجازہما رئیس المحدثین افضل المتبحرین حجتہ اللہ تعالٰی علی الخلق الشیخ عبد الحق قدس سرہ واجازہ الشیخ الصالح عبد الوہاب بن فتح اللہ السروجی

قدس سره واجازه الشیخ الکبیر محمد بن افلح الیمنی قدس سره
واجازه الشیخ الامام العلامة وجیه الدین عبد الرحمن بن ابراهیم
العلوی قدس سره واجازه الشیخ الامام شمس الدین السخاوی
القاهری قدس سره واجازه جماعة کثیرة اجلهم علما وعملا
شیخ الوقت حافظ العصر شهاب الدین ابو الفضل احمد بن علی
العسقلانی المعروف بابن حجر قدس سره وانا قرأت علی الاخ
الصالح الفاضل والعالم العامل المتحلی بملکات الفضیلة المتخلی
عن صفات الرذیلة الشیخ محمد جلیه بن الشیخ امان الله الجعفری
کتاب المشکوة للعالم الربانی شیخ الوقت بلا ثانی ولی الدین
تبریزی والصحیح الجامع للشیخ ابی عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری
والصحیح للامام ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری واجزته اقرائها
وتعلمها وتبلیغها الی طالبیها واجزته بقرائة المصابیح للامام
قامع البدعة محی السنة والمشارق للصغانی وکتاب الشمائل
للترمذی والحصن الحصین للجزری وکتاب الاذکار للنووی و
المسند الامام الاعظم ابی حنیفة رضی الله عنه والمسند الامام
احمد بن حنبل وموطا للامام الهمام مالک بن انس ومسند الامام
محمد بن ادریس الشافعی وکتاب الجامع للترمذی وسنن ابی داود
والسنن النسائی والسنن ابن ماجة القزوینی ولطایف ابن
حبان وجامع المسانید لابن الجوزی وغیرها من کتب متن

الاحادیث وشروحہا وحواشیہا وتبلیغہا الی طالبیہا والحمد
للہ علی ذلک ثم الصلوات النامات۔ علی سید الکائنات
افخر الموجودات محمد وآلہ واصحابہ دائما کثیرۃ کثیرۃ

(محمد عتیق ۱۱۱۹)

ملا عتیق نے ملا وجیہہ کو مسلسل بالاولیۃ کی سند بھی عطا کی تھی۔ اس کے اسناد بھی وہی ہیں جو اس اجازت نامہ کے ہیں حافظ ابن حجر کے بعد مسلسل بالاولیۃ کی سند حافظ عراقی اور حافظ ابن جوزی سے ہوتی ہوئی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تک منتہی ہوئی ہے۔ مولانا عتیق محدث بن عبدالسمیع بہاری رحمہما اللہ کی ولادت ۱۰۷۵ھ میں اور وفات ۱۱۳۵ھ میں ہوئی ملا عتیق حضرت شاہ معزالدین کرجوی (کرجی شہر پٹنہ سے قریب ایک مشہور بستی ہے) کے نواسے تھے اس سند سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عرصۂ دراز تک حدیث کی خدمت کی ہے اور ان کا حلقۂ درس اس زمانے میں مشہور اور وسیع تھا مگر افسوس کہ ان کے متعلق ہمیں مزید معلومات حاصل نہ ہوئیں۔

ملا وجیہہ الحق بن حضرت شاہ امان اللہ جعفری قدس سرہما ۱۱۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰ رمضان ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی مقبرۂ جنیدیہ پھلواری شریف میں اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ مخدوم قدس سرہٗ سے پائی پھر ملا عتیق محدث بہاری کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے اور بقیہ کتب حدیث وتفسیر

کی تعلیم پاکر فارغ ہوئے آپ کی تصنیفات سے تین کتابیں قلمی موجود ہیں (۱) نزہۃ السالکین یہ آداب تصوف میں ایک عمدہ کتاب ہے (۲) حاشیہ شمائل ترمذی یہ فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں لکھا گیا تھا (۳) قرآن مجید کی ایک حامل المتن تفسیر ہے۔ جو جلالین کے طرز پر لکھی گئی ہے ان کے تلامذہ میں ان کے صاحبزادے ملا وحید الحق محدث پھلواری مخدوم آیت اللہ اور مفتی غلام مخدوم ہیں۔

ملا وحید الحق پھلواری شریف کے مشہور اور ممتاز علما میں ہیں آپ کے چشمہ فیض سے سیکڑوں تشنگان علم سیراب ہوئے سنہ ۱۱۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴ صفر سنہ ۱۲۰۰ھ میں وفات پائی باغ مجیبیہ پھلواری شریف میں مدفون ہیں۔ ان کے مشہور تلامذہ کی فہرست یہ ہے۔

حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ۔ حضرت شاہ محمد نور الحق تپاں، حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی، حضرت شاہ حبیب اللہ بن شاہ جار اللہ۔ حضرت مولانا عبد المغنی۔ مولوی عبد العلی و مولوی اسد علی صاحبزادگان ملا احمد مبین مولوی عبد الغفار رسولپوری باشی علاقہ الہ آباد، مولانا احمدی و مولانا علی اکبر صاحبزادگان ملا وحید الحق۔

تصنیفات ملا وحید الحق، نعمت شمائل شرح ماتہ عامل — زاد الآخرہ قرۃ عین العاشقین فی حلیۃ سید المرسلین تحقیق الایمان۔ شرح کلمہ طیبہ بزبان عربی و فارسی فوائد احمدی - ذکر الصلوٰۃ (۱) (یہ (۱) کا حاشیہ صفحہ ۲۲۲ پر دیکھیے)

ادب و شعر

شیخ نورالحق کو شاعری اور ادبیت خاندانی ورثہ میں ملی تھی ایک طرف محدثین و علما ان کے حلقۂ درس سے فیض یاب تھے اور دوسری طرف ادبا و شعرا ان کے قلم گوہر بار کے مرہون و ممنون۔ مشرقی تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے راقم ان کے دیوان کی زیارت سے اب تک محروم ہے انھوں نے امیر خسرو کی مشہور مثنوی قران السعدین کی ایک بہترین شرح نورالعین کے نام سے لکھی تھی ہم آگے ان کی تصنیفات کے بیان میں اس کا کچھ تفصیلی ذکر کریں گے۔

بختاور خاں مراۃ العالم میں لکھتے ہیں۔

فاضل محدث و عالم متبحر و در نظم و نثر عیار زمان بود این رباعی از ان مربع نشین مسند کمال مشہور است۔

از شیوۂ ہمدمان این دار خلاف　　گویم رمزے اگر نگیری بگزاف
چون شیشۂ ساعت اند پیوستہ بہم　　دلہا ہمہ پر غبار و روہا ہمہ صاف

فرحت الناظرین میں ہے

مشرقی تخلص شیخ نورالحق دہلوی خلف عبدالحق بود در بحر تحفۃ العراقین مثنوی دارد و دیوانش قریب پنج ہزار بیت از وست۔

باآنکہ مشرقی ہمہ تن دیدہ چون گل است　　با ہیچ کس چو چشم حباب آشنا نبود

---

(۱) ملا عتیق کی تاریخ ولادت و وفات اور ملا جمعہ لکھنا و ملا وحید الحق کے حالات حضرت مولانا حکیم محمد شعیب نیر سنوی پھلواروی مدظلہ کی قلمی تاریخ پھلواری سے ماخوذ ہیں۔

حضرت مشرقی کی شاعری اور ان کی ادبی صلاحیت کے متعلق سب سے
گراں قدر رائے وہ ہے جو ان کے والد ماجد شیخ عبد الحق محدث دہلوی
نے ظاہر کی ہے۔ اپنے ایک تاریخی رسالے میں تحریر فرماتے ہیں۔

واز انجملہ بشارت می دہد بخستہ اہل ایں روزگار بنعمتے کہ واجب
است شکر آں بر ذمہ اہل انصاف، وجود نور دیدہ دانش
وبینش نور الحق المقلب بمشرقی است کہ شروق نیر فضل
وکمال وے در سپہر وطریقہ دانش وری و سخن وری باوسط
السماء استوا و اعتدال بسمت الراس رسیدہ است، یقین
من است کہ اگر وے توجہ بر گمارد بر طریقہ شعرائے زمانہ
شب و روز مشق سخن و فکر شعر روئے آرد خمسہ نظامی و خسرو
راتتبع تواں کرد و جواب گفت ولیکن توجہ و اشتغال وے
بجانب علم و صلاح و نفس الامر غالب آمد نمی گزارد کہ
بطرف شعر وطریقہ شعر روئے آرد پروردگار جل وعلا کوکب
سعادت و اقبال او را از افول و نزول نگاہ دارد۔

اچھا کیا کہ حضرت مشرقی نے شعر کی طرف توجہ نہ کی کہ فارسی کا دامن
اس سے مالا مال تھا انہوں نے بخاری اور شمائل ترمذی کی شرحیں لکھ کر
ہندستان میں دامن فارسی کو ان کھولوں سے بھرا جن سے وہ خالی تھا

تصانیف	شیخ نور الحق نے بھی کافی کتابیں لکھیں محقق آزاد بلگرامی نے ان کو صاحب تصانیف کثیرہ لکھا ہے نواب صدیق حسن خاں

"التصانیف فراداں دارد" لکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں، شیخ الاسلام محمد "صاحب التصانیف الکثیرہ المشہورہ" لکھتے ہیں۔ بختاور خاں نے ان کی شرح بخاری کا تذکرہ کیا ہے۔ تیسیر القاری فارسی زبان میں بخاری کی غالباً سب سے پہلی شرح ہے جو شمالی ہند میں لکھی گئی۔ شیخ نور الحق نے دیباچے میں لکھا ہے کہ ان کے والد ماجد نے انہیں حکم دیا تھا کہ بخاری کی شرح فارسی میں اس طرز کی لکھیں جیسی شیخ عبد الحق نے مشکوٰۃ کی لکھی ہے۔ حضرت شیخ کی زندگی میں انہیں موقع نہ ملا ان کے انتقال کے بعد عہد عالمگیری میں یہ شرح لکھی ہے اور اس کو اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے نام سے منسوب کیا ہے۔ یہ شرح کئی جلدوں میں مطبع علوی لکھنؤ میں ۱۲۹۸ھ سے ۱۳۰۵ھ تک سات آٹھ برسوں کی محنت سے چھپی ہے کتاب کے شروع میں مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دیباچہ لکھا ہے۔ قرینہ ہے کہ یہ کتاب انہیں کے زیر نگرانی شائع ہوئی ہے۔ محمد علی خاں والئی ریاست ٹونک کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے زر کثیر صرف کر کے کم یاب نسخے تلاش کرائے اور پھر ان کو چھپوایا۔ اب تو یہ چھپی ہوئی کتاب بھی کم یاب ہے، خدا بخش لائبریری پٹنہ میں اس کی چار مطبوعہ جلدیں موجود ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں پانچ جلدیں ہیں۔ پانچ جلدوں میں اس کا قلمی نسخہ بھی پٹنہ لائبریری میں موجود لیکن پھر بھی شرح ناتمام ہے۔

شیخ نور الحق کی ایک کتاب زبدۃ التواریخ ہے اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔ اس کتاب کے دیباچے میں شیخ نور الحق نے لکھا ہے کہ نواب فرید

مرتضیٰ نے شیخ عبدالحق سے ایک تاریخ لکھنے کی درخواست کی تھی لیکن شیخ چونکہ دیگر اہم علمی کاموں میں مشغول تھے اس لئے انہوں نے یہ کام شیخ نورالحق کے سپرد کیا زبدۃ التواریخ معزالدین سام سے لے کر جلوس جہانگیر تک کے واقعات پر مشتمل ہے انہوں نے نواب فرید مرتضیٰ کی تمام خدمات کو مفصل طور پر لکھا ہے۔ (دریوج ۱) ماثرالامرا کی تالیف کے وقت جو کتب تواریخ مولف کے پیش نظر تھیں ان میں ایک یہ زبدۃ التواریخ بھی تھی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں بھی ہے۔ کتاب کا نمبر ۱۶۰ ہے۔

ان کی ایک کتاب نورالعین شرح مثنوی قرآن السعدین ہے اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے یہ کتاب انہوں نے شیخ عبدالحق کی زندگی میں تصنیف کی ہے اور انھیں کے نام معنون کی ہے (دریوج ۲)

اس کتاب کا ایک قیمتی نسخہ کتب خانہ اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں بھی موجود ہے۔ جناب عبدالحمید خان ریڈر شعبۂ فارسی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے معارف اکتوبر ۴۶ء میں اس کتب خانہ کے چند نادر مخطوطات پر معلومات شایع کئے ہیں۔ ان میں ایک شیخ نورالحق کی شرح قرآن السعدین بھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ اس شرح کو اول سے آخر تک حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرما کر جو کمی رہ گئی ہے اسے پورا کر دیا ہے شیخ نورالحق خود لکھتے ہیں۔

الفقصہ تا بزیور قبول آں ادب آموز نکتہ سنج مزین نگردید

بہ نظر اعتماد نسنجیدم و شایستۂ اعتبار ندانستم و بر بسیارے از لطائف کہ از کوتہی اندیشہ براں نرسیدہ بودم آں رموزدان کل آگہی داد۔

اس کی تکمیل کی تاریخ شیخ نور الحق نے خود تحریر فرمائی ہے

شکر للہ کہ بانجام رسید ؛ شرح ابیات قران السعدین

مشرقی از پے تاریخ تمام ؛ برہ تعمیہ رفتی نہ بعین

چشم عیب ز زمیاں بردا رند ؛ تا شود شرح قران السعدین

عبدالحمید خان صاحب شیخ نور الحق کی ایک اور کتاب کا پتہ بتاتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ان کی ایک کتاب تحقیق الرویا عربی میں ہے غیر مطبوعہ اور کم یاب ہے اس کا ایک نسخہ خانقاہ مجددیہ سرہند شریف میں موجود ہے۔ یہاں عبدالحمید خان صاحب کی ایک غلطی کی تصحیح ضروری ہے وہ لکھتے ہیں "حضرت شیخ نور الحق حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے" یہ بالکل غلط ہے بعض لوگوں نے غلطی سے انہیں خواجہ معصوم کا مرید لکھا تھا خان صاحب نے ایک درجہ اور بڑھا دیا ہے۔ شیخ نور الحق اپنے والد سے بیعت تھے جس کی تحقیق گزر چکی۔ فرحۃ الناظرین سے ان کے چند حاشیوں کے نام معلوم ہوتے ہیں۔

بر عضدی و شرح مطالع و شرح ہدایہ و حکمت و دیگر کتب متداولہ حواشی دارد (۱)

---

(۱) بحوالہ رود کوثر ۱۲

شیخ نورالحق نے شمائل ترمذی کی بھی شرح لکھی ہے اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ رام پور میں موجود ہے ان کی ایک اور تصنیف حاشیہ نورالحق بر شرح جامی ہے یہ حاشیہ حضرت شیخ عبدالحق کی حیات ہی میں سنہ ۱۰۴۱ھ میں لکھا گیا ہے۔ سنہ ۱۰۹۸ھ کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

وفات | شیخ نورالحق نے نوّے سال کی عمر پائی اور سنہ ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء میں انتقال کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی پیدائش سنہ ۹۸۳ھ میں ہوئی ہوگی۔ آپ کا مزار شیخ عبدالحق کے احاطہ مقبرہ میں ہے۔ مزار پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔

شیخ نورالحق بن شاہ عبدالحق سنہ ۱۰۷۳ھ (۲)

شیخ محمد ہاشم و شیخ محمد عاصم

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ کے ایک صاحبزادے شیخ محمد ہاشم تھے۔ ان کا ذکر صرف شیخ عبدالحق کے مقدمہ تالیف القلب الالیف میں ملتا ہے۔ حضرت شیخ لکھتے ہیں۔

دفرزند عزیز محمد ہاشم نیز در علم و فضل ثانی و تابع برادر

(نورالحق) است و جوہر طبع او بجودت و سلامت و قوت

درعلم و عمل خصوصاً بعلم شریف حدیث موصوف و ممتاز است

بلغہ اللہ مبلغ الرجال۔

شیخ محمد عاصم کا ذکر کتاب الرسائل والمکاتیب مطبوعہ مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۳۲ھ کے آخری مکتوب میں ملتا ہے جو شیخ نورالحق کے نام لکھا گیا ہے۔ شیخ لکھتے ہیں

---

(۲) واقعات حکومت دہلی ج ۲ ۱۲۔

"و فرزند دل بند بجان پیوند محمد عاصم را فرستادم تا که چند گاه دیده بجمال و کمال او روشن گرداند"

حافظ فخر الدین

ابو المکارم عبد الصمد حافظ فخر الدین شیخ نور الحق کے پوتے تھے۔ ان کے والد شیخ محب اللہ اور دادا شیخ نور اللہ تھے۔ حافظ فخر الدین نے حدیث اپنے والد شیخ محب اللہ سے پڑھی تھی اور انہیں اجازت حاصل کی تھی۔ شیخ محب اللہ نے صحیح مسلم کی ایک شرح منبع العلم لکھی تھی لیکن وہ غیر مرتب تھی حافظ فخر الدین نے اس کو از سر نو مرتب کیا ہے اور اب یہ شرح حافظ فخر الدین کی تصنیفات میں شمار کی جاتی ہے اس کا ایک نا تمام قلمی نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے ان کی دوسری کتاب حصن حصین کی شرح ہے۔ یہ شرح ملا علی قاری کی شرح کے ساتھ مطبع نول کشور لکھنؤ میں چھپ چکی ہے۔ ان کی تیسری کتاب شرح عین العلم ہے۔ بحمد اللہ کہ شرح عین العلم کا ایک مکمل قلمی نسخہ ۱۲۰۷ھ کا لکھا ہوا اشرفی کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہے۔ یہ لمبی چوڑی تقطیع کے سات سو ستر صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ متن عین العلم کے مصنف علامہ وقت محمد بن عثمان بن عمر بلخی ہیں۔ حافظ فخر الدین نے دیباچے میں لکھا ہے کہ شیخ عبد الحق نے اپنے وصایا میں تحریر فرمایا ہے کہ عین العلم کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے اور سفر و حضر میں کبھی اپنے سے اسے دور نہ کیا جائے اس لئے بچپن سے میں اس کا شیفتہ رہا۔ اور وہ ہمیشہ میرے مطالعہ میں رہی چونکہ یہ فارسی کا زمانہ ہے اس لئے اس عربی کتاب سے عام و خاص استفادہ نہیں

انے چاہا کہ فارسی میں اس کی شرح لکھوں تاکہ عام طور پر لوگ اس سے استفادہ کر سکیں چونکہ مشغولتیں بہت تھیں اس لئے میں نے اس کام کے لئے سحر کا وقت مقرر کیا الا چند روز میں اس کی تکمیل کرلی حافظ فخر الدین کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

برخے از اوقات اسحار کہ فیوض و برکات ازاں تایج وفایح بود در تحصیل ایں امر وتدوین ایں گلدستۂ بزرگ صرف نمودہ تازہ شگوفہا از بساتین اہل فضل چیدہ و نورس گلہا از نرگس زار ارباب کمال برداشتہ در چند روز ایں تحفۂ ارجمند مرتب ساخت۔

شیخ الاسلام

حافظ فخر الدین کے صاحبزادے شیخ الاسلام محمد، عہد محمد شاہ بادشاہ میں دہلی کے صدر الصدور رہے اور سنہ ١١٦٦ھ تک زندہ تھے ان کی تصانیف میں ایک تو شرح بخاری ہے جو تفسیر انفاری کے حاشیے پر چھپی ہے۔ چوتھی جلد کے خاتمہ پر یہ عبارت درج ہے۔

للہ الحمد کہ بعنایت بے غایت رب العزت جل جلالہ شرح فارسی شیخ الاسلام تا ایں جا باتمام رسید باقیات ایں پارہ انشاء اللہ بدستور بر حاشیۂ جلد خامس پارہ بست و یکم تفسیر انفاری ختم کردہ خواہد شد۔

اسی جلد کے خاتمہ پر "احوال شیخ الاسلام" کے عنوان سے یہ حالات درج ہیں

ایشاں در زمان سعادت نشان محمد شاہ بادشاہ در شاہجہان آباد صدر آرائے منصب صدر الصدور بودند و بعزوجاہ تمام بسری فرمودند تا ظہور واقعہ نادرشاہی بقید حیات بودند و بعد ازاں نیز چندے بر مسند حیات متمکن ماندہ ازیں دار فانی بسوئے عالم جاودانی رحلت فرمودند انا للہ و انا الیہ راجعون مزار شریف در نواح دہلی بمقام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ در احاطہ مقبرہ حضرت شیخ نبیل عارف جلیل مولانا شاہ عبد الحق دہلوی نور اللہ مرقدہ مشہور و موجود است ایشاں را ماورائے شرح بخاری سیوفتہ الذکر تالیفات دیگر است مثل رسالہ طرد اللاہام عن اثر الامام الہمام در اثبات مذہب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ و کتاب کشف الغطا عما لزم للموتی علی الاحیاء وغیرہا۔

شرح شیخ اسلام کا قلمی نسخہ بھی دو جلدوں میں پٹنہ لائبریری میں موجود ہے ان دونوں جلدوں میں نصف بخاری کی شرح ہے۔ اس کے آخر میں شیخ الاسلام نے جو عبارت لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۱۱۶۶ھ تک بقید حیات تھے اور اس وقت تک نصف بخاری کی شرح کر سکے تھے بقیہ حصہ کی تکمیل کے لئے وہ دعا گو ہیں۔

تمام شد بحول اللہ و قوتہ ترجمہ نصف صحیح در ہنگام کمال تشتت بال و پریشانی حال از نہب و غارت خانہ در جملہ دیار شہر لکھنؤ دہلی کہ

باستیلاء کفار عتاۃ باتفاق بغاۃ وطغاۃ واقع شدہ.....

ازیں حیث واقع شد فترت در تتمیم ایں نصف وصار البغی

والفساد متمادیا فی حوالی دہلی من آخر جمادی الثانی وانقضی

الشوال من السنۃ السادسۃ والستین بعد المائۃ الحادی عشر

من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ والحرب باق

بعد یشتعل نارہا کالیوم والامن مفقود من الناس وہم مقبلون

بفقدان الاثاث والکاس لعل اللہ یبدل الضیر خیر البعدان

من العسر یسرا ان مع العسر یسرا وارجو من اللہ ان یوفقنا لاتمام

ترجمۃ النصف الثانی۔

شیخ الاسلام کو نصف ثانی کی تکمیل کا موقع نہ ملا اس کی تکمیل ملا احسن ملقب بہ حافظ پشاوری نے کی ہے اور انہیں کا تکملہ تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپا ہے۔ شیخ الاسلام جس جنگ وجدال اور ویرانی دلی کی بربادی کی خبر دیتے ہیں وہ احمد شاہ بادشاہ اور نواب صفدر جنگ وزیر جنگ کا واقعہ ہے۔ شیخ الاسلام کے رسالہ طرد الاوہام اور کشف الغطا کے متعلق راقم کو اب تک کوئی واقفیت حاصل نہیں ہوئی

شیخ سلام اللہ محدث رام پوری

علامہ سید سلیمان ندوی مدظلہ ان کے متعلق لکھتے ہیں

شیخ الاسلام کے صاحبزادے سلام اللہ ہیں یہ دہلی چھوڑ کر رام پور چلے آئے تھے اور محدث رام پوری کے نام سے مشہور

ہیں انہوں نے موطا کی شرح محلی سنہ ۱۲۱۵ھ میں لکھی نیز
صحیح بخاری اور شمایل ترمذی کا فارسی میں ترجمہ کیا اور
اصول حدیث پر عربی میں ایک رسالہ لکھا سنہ ۱۲۲۹ھ میں
وفات پائی (۱)

بعضوں نے ان کا سن وفات سنہ ۱۲۲۹ھ اور بعضوں نے سنہ ۱۲۳۳ھ لکھا
ہے شیخ شہید دور شیخ اعلیٰ درجہ تاریخ وفات ہے (حدایق الحنفیہ)
ان کا مزار رام پور میں بغدادی صاحب کے مزار کے احاطہ میں ہے مسجد کے قریب
جانب جنوب واقع ہے (تذکرہ کاملان رام پور) محلی غیر مطبوعہ ہے اور
دو جلدوں میں ہے اس کی پہلی جلد پٹنہ لائبریری میں ہے راقم نے اس پر
سرسری نظر ڈالی ہے یہ کتاب شیخ سلام اللہ کے وفور علم پر شاہد عدل ہے
اس کا مکمل نسخہ کتب خانہ رام پور میں ہونا چاہیے لیکن فہرست میں راقم
کو نظر نہ آیا۔ مولوی احمد علی خان شوق ان کے متعلق لکھتے ہیں

مولوی عبدالقادر خاں اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ سلام اللہ،
شیخ عبدالحق دہلوی جہانگیری کی اولاد سے تھے جملہ علوم سے مناسبت
تام تھی اور تمام کتب غیر درسیہ پر مثل کتب درسیہ کے قادر تھے علوم
منقول حدیث، رجال، لغت، ادب، سب میں کامل تھے اور
عربی زبان میں مطالب علمیہ کو لکھنے میں ید طولی تھا (۲)
تذکرہ علمائے ہند میں ہے،

---

(۱) ہندستان میں علم حدیث (۲) تذکرہ کاملان رام پور

صاحب ترجمہ بعد اکتساب علوم ہمچو اسلاف خود بر مسند افادت
و افاضت متمکن بود ہ در نشر علوم می کوشید بماہ جمادی الثانی
وقت شام سال دوازدہ و بست و نہ ہجری رحلت کرد۔
نواب صدیق حسن خاں تحریر فرماتے ہیں۔ المولوی سلام اللہ من اولاد الشیخ
عبد الحق الدہلوی کان جامعا للمعقول عارفا بالحدیث مشہور ا یدلہ الکمالین
حاشیۃ الجلالین و المحلی و ترجمۃ صحیح البخاری بالفارسی و ترجمۃ الشمایل
للترمذی ایضا (ابجد العلوم)
شیخ سلام اللہ کی تصنیف کمالین حاشیہ تفسیر جلالین عربی ہے۔ کمالین
بر جلالین۔ تفسیر جلالین کے حاشیہ پر ۱۲۸۷ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے
شائع ہو چکی ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ کتب خانہ رام پور میں ہے۔
محلی کی دوسری جلد۔ رسالہ اصول حدیث عربی۔ ترجمہ صحیح بخاری فارسی
اور ترجمہ شمایل ترمذی فارسی کے متعلق راقم کو علم نہیں۔ تعجب ہے کہ کتب
خانہ رام پور میں ان میں سے کوئی کتاب نہیں۔

مولانا نور الاسلام

شیخ سلام اللہ محدث کے صاحبزادے مولانا نور الاسلام
خانوادہ حقی شاید آخری فرد ہیں جن پر اس مبارک
خاندان کا علم و فضل ختم ہوتا ہے سات پشتوں تک جس مسند سے قال اللہ
اور قال الرسول کی صدائے دلنواز بلند ہوتی رہی، شیخ نور الاسلام کے بعد
خاموش ہوتی ہے۔ مولف تذکرہ کاملان رام پور نے شیخ سلام اللہ محدث کا
تذکرہ مولوی عبد القادر رام پوری متوفی ۱۲۶۵ھ کے روزنامچہ سے نقل کیا

ہے شیخ سلام اللہ کے ذکر میں وہ شیخ نورالاسلام کے متعلق لکھتے ہیں

مولوی نورالاسلام ان کے جانشین، سلامت طبع، رسائی فکر
اور اصابت رائے میں مغتنمات روزگار ہیں۔

مولف تذکرہ کاملان رام پور نے جہاں خود مولانا نورالاسلام کا تذکرہ لکھا ہے وہاں ان سے یہ غلطی ہو گئی ہے کہ ان کو شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ کے پوتوں میں لکھ دیا ہے وہ ایک ہی جگہ ان کو شیخ سلام اللہ کا بیٹا بھی لکھتے ہیں اور شاہ رفیع الدین کا پوتا بھی حالانکہ وہ پہلے مولوی عبدالقادر کے روزنامچہ سے ان کا ذکر کر چکے ہیں۔ پھر وہ مولانا نوراسلام کے ایک شاگرد مولوی نصیرالدین خاں کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

عربی کی تحصیل مولوی نوراسلام رامپوری سے جو شاہ عبدالحق
دہلوی علیہ الرحمہ کے اولاد سے تھے اور نواب جنت آرام گاہ
کے عہد میں یہاں مفتی عدالت بھی رہ چکے تھے (صـ ۴۱۵)

بہرحال خود مولف ہی کی عبارتوں سے غلطی واضح ہو جاتی ہے۔ قرینہ غالب ہے کہ کاتب کی غلطی ہے کیونکہ اس طرح کی اور غلطیاں بھی اس تذکرہ میں موجود ہیں تصحیح کے لئے اس کتاب میں کوئی غلط نامہ نہیں لگایا گیا ہے نواب صدیق حسن خان شیخ سلام اللہ کے حال میں لکھتے ہیں۔ ولدلہ المولوی نورالاسلام برع فی العلوم العقلیۃ والنقلیۃ لاسیما علم الریاضی (ابجد العلوم ج۳ صـ ۹۲۶)

مولانا نوراسلام کو ریاضی اور معقولات میں خاص مہارت تھی۔ رام پور میں ریاضی کا فن ان کی وجہ سے شائع ہوا طب میں بھی درجۂ کمال حاصل

تھا حکیم محمد اعظم خان، صاحب اکسیر اعظم بھی انہیں کے شاگرد رشید [illegible]

غیاث الدین، صاحب غیاث اللغات بھی علم طب میں مولانا نور الاسلام

ہی کے شاگرد رشید ہیں۔ (انتخاب یادگار) تذکرہ کاملان رامپور میں مولانا

نور الاسلام کی دو کتابوں کا ذکر ہے۔ ایک رسالہ اسطرلاب، فارسی [illegible]

کا قلمی رسالہ ہے جس کو نواب نصر اللہ خان بہادر کے نام پر معنون کیا ہے

اور ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۲۲۰ھ کو ختم کیا ہے دوسری کتاب رسالہ فی تحقیق ماہیۃ

المکان عربی ہے ۲۴ صفحے کا رسالہ ہے اس کے آخر میں [illegible]

کہ یہ رسالہ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۲[illegible]ھ میں ختم ہوا۔ یہ دونوں [illegible]

خانہ رامپور میں موجود ہیں۔ تاریخ وفات اب تک معلوم نہ [illegible]

ہوا کہ سنہ ۱۲۴۷ھ تک زندہ تھے۔ ان کی قبر رامپور میں [illegible]

کے احاطہ مزار میں ہے جہاں ان کے والد شیخ سلام اللہ کی قبر [illegible]

الاسلام کے متعدد شاگرد ہیں۔ یہاں دو کا ذکر کیا جاتا ہے۔ [illegible]

حبیب النبی رقت ہیں سنہ ۱۲۰۷ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے [illegible]

کی سند مولانا نور الاسلام سے لی۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ [illegible]

کبھی شعر بھی کہتے تھے ان کے کلام کا نمونہ انتخاب یادگار میں [illegible]

طحاویہ کی انہوں نے اردو میں بسیط اور مدلل شرح لکھی ہے [illegible]

کی عمر میں ۴ رجب سنہ ۱۲۶۱ھ کو کلکتہ میں وفات پائی۔

دوسرے شاگرد مولوی نصیر الدین خان صاحب ہیں۔ [illegible]

ذی کمال، علم معقول میں ید طولیٰ اور نثر عربی لکھنے میں [illegible]

دور اردو کے شاعر بھی تھے۔ انتخاب یادگار میں کلام کا نمونہ موجود ہے۔ عربی میں کئی رسالے لکھے تھے حکماء یونان کے عقائد کی تردید میں بھی ایک کتاب لکھی تھی چوراسی برس کی عمر میں ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۶ھ میں وفات پائی اور اپنے دادا مولوی غلام جیلانی کی قبر کے متصل مدفون ہوئے۔ مولوی نصیر کے شاگردوں میں رام پور کے مشہور محدث مولانا ارشاد حسین مجددی، عالم متبحر حافظ غلام نبی اور نواب خلد آشیاں بہادر ہیں (۱)

(۱) مولانا نور اسلام کی ایک اور تصنیف حاشیہ علی میرزاہد علی الرسالۃ القطبیہ ہے اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔

حافظ محمد محسن تذکروں میں خانوادہ حنفی کے دو اور بزرگوں حافظ محمد محسن اور شیخ محمد احسان کا حال ملتا ہے اب تک مجھے اس کی تحقیق نہ ہوسکی کہ حافظ محمد محسن شیخ عبدالحق کے پوتوں میں تھے یا نواسوں میں۔ مفتی غلام سرور ان کو "از اولاد حقی یا دیگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی" لکھتے ہیں تذکرہ علمائے ہند میں "از احفاد شیخ عبدالحق محدث دہلوی" لکھا ہے۔ خزینۃ الاصفیا کی عبارت یہ ہے۔

حافظ محمد محسن مجددی نقشبندی از اولاد حقی یادگار شیخ عبدالحق محدث دہلوی و خلیفہ شیخ محمد معصوم مجددی است اول در علوم ظاہری رتبہ عالی و درجہ والا داشت کہ در دہلی ہمتائے او احدی از دانش مندان شہر سخن نمی توانست کرد بعد از ان یکشش بدا آمد

---

(۱) مولانا نور اسلام کے متعلق یہ تمام معلومات تذکرہ کاملان رام پور سے ماخوذ ہیں ۱۲

ربانی بخدمت شیخ محمد معصوم حاضر شده از علوم باطنی فائدہ
برداشت و در مشایخان طریقۂ عالیہ مجددیہ کامل و مکمل شمار
و خرقۂ خلافت پوشیده و در ورع و تقوی و زہد و ریاضت
یکتائے روزگار شد (۱)

مفتی غلام سرور نے ان کا سن وفات ۱۰۴۷ھ لکھا ہے جو غلط ہے تذکرہ
علمائے ہند میں ۱۱۴۷ھ لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

شیخ محمد احسان | یہ حافظ محمد محسن کے صاحبزادے تھے۔ مفتی غلام
سرور لکھتے ہیں۔

از فاضلائے اصحاب و عظمائے خلفائے حضرت میرزا جان جانان
است از اولاد شیخ عبد الحق محدث دہلوی است پسر حافظ
محمد محسن۔ بسر فیاضت کثیرہ رسید و بہ نہایت مقامات احمدیہ
مجددیہ نقشبندیہ فائز گشت و از غایت محبت ہر جا کہ اسم اللہ
بگوش حق نیوش وے افتاد سے بے ہوش گشتے۔ سال وفات
۱۲۰۶ھ۔

موجودہ نسل | دلی میں آج تک حضرت شیخ عبد الحق کی نسل موجود
ہے لیکن بمصداق آن قدح بشکست و آں ساقی
نماند اب بجائے علوم اسلامیہ کے وہ لوگ علوم انگلسیہ کے ماہر ہیں اور اسی

(۱) ج ص ۶۶۴ (۲) خزینۃ الاصفیا ج ا ص ۶۸۶

مذہب میں رنگے ہوئے ہیں انوار الحق حقی اس خاندان کے اہل علم فرزند تھے انہوں نے حضرت شیخ کی کئی کتابیں طبع کرائی ہیں۔ کتاب المکاتیب الرسائل اور نکات الحق انہوں نے خدا بخش خاں کو ہدیۃً بھیجی تھی ان دونوں کتابوں پر انکے ہاتھ کی فارسی تحریریں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگوں کا ذکر جناب بشیر الدین احمد صاحب دہلوی نے واقعات حکومت دہلی میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"آپ (شیخ عبدالحق) کی اولاد محلہ مغلپان نزد ابا بیرم خان میں رہتی ہے آپ کی نویں پشت میں محمد احسان الحق صاحب دلی کے سر برآوردہ لوگوں میں تھے ان کے فرزند اکبر خان بہادر مولوی محمد انوار الحق صاحب راجپوتانے کی رزیڈنسی کے بڑے نامور اور مشہور میر منشی تھے جو بڑے ذی علم، باخدا اور صاحب تقوی تھے (۱) فرزند دوم مولوی وحید الحق تھے جو جوان مرے۔ فرزند سوم مولوی سیف الحق صاحب ادیب بڑے پائے کے شاعر تھے جو دکن حیدرآباد میں پریس ریپورٹر تھے یہ بھی نوجوان مرے چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے خان بہادر مولوی شرف الحق صاحب خاکسار کے برادر نسبتی تھے اور حیدرآباد میں مہتمم بند وبست تھے انہوں نے وہیں انتقال کیا اب گیارہویں پشت میں کئی صاحب ام۔ اے اور بی۔ اے معزز عہدوں پر ہیں۔ جن میں سے مولوی شرف الحق کے دو صاحبزادے جو میرے سگے بھانجے ہیں۔ بڑے صاحبزادے ڈاکٹر شرف الحق پی۔ ایچ۔ ڈی ڈھاکہ کالج کے سائنس کے پروفیسر۔

---

(۱) یہ غالباً وہی انوار الحق ہیں جنہوں نے خدا بخش خان کو کتابیں بھیجی تھیں۔ سید احمد۔

ہیں۔ اور چھوٹے ڈاکٹر اشرف الحق ام۔ بی۔ سی۔ ایچ۔ پی افواج نظام
کو لکنڈہ گورنمنٹ سرکار عالی نظام کے ڈاکٹر ہیں۔ غرض یہ کہ حصول
علم میں شیخ کا تصرف اب بھی جاری ہے اور علم کی جھلک اس خاندان
میں اب بھی نظر آتی ہے یہ بات دوسری ہے کہ وہ علم الادیان سے بدل
کر علم الابدان ہو گیا ہو یا عربی کی جگہ انگریزی نے لی ہو سو یہ اقتضائے
زمانہ ہے اور اب اسی کی ضرورت اور قدر ہے۔ شرف الحق نے بھی اس
نوٹ کے لکھنے کے بعد ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۳۰ء کو بعالم شباب پردیس میں
بمقام ڈھاکہ انتقال کیا ۱۲ (۲)

---

(۲) واقعات حکومت دہلی حصہ سوم صفحہ ۳۰۴۰۵

"محدث دہلوی"

محدث شیخ عبدالحق حقی فاضل ہندی
کہ ما را از حدیث سید عالم خبر کردہ

مسلمانی چو در ہندوستان دشوار تر گشتہ
ز فکر این و آن بے غم اگر بست و سفر کردہ

بہ تحصیلے، بہ تمرینے، بہ تصحیح بصد شوق
چہ شبہا بود آن شبہا کہ در مکہ بسر کردہ

خوشا آن صحبت صالح کہ آن درس و تعلیمش
کہ فیض عہد و یابش منور چون قمر کردہ

ز گلہائے معانی دامنش گلریز ہر ساعت
چہ توضیح نظر کرد و چہ تحصیل ہنر کردہ

احادیث رسول پاک گنج شائگان بودہ
بہ ہند او آمد و وقف جہان لعل و گہر کردہ

زبانش درس و کلکش شرح اخبار نبی دادہ
بہ فکر حل مشکلہائے شبہا سحر کردہ

ز روئے وحی و الہام او نقاب از رخ سنت بکشودہ
بنالش کشف اسناد روایات و خبر کردہ

چہ تصنیف و چہ تالیف و چہ تدریس و چہ تحدیثش
چہ تحقیق خبر کرد و چہ تفتیش اثر کردہ

محقق آنچنان بود و مفتش این چنین بود او
ز ہر گوشہ طلب کرد و بہ ہر پہلو نظر کردہ

نخستین عالمے در ہند او بودہ است بے ریبے
کہ ما را آشنائے سیرت خیر البشر کردہ

نہال علم بودہ خشک و بے برگ و ثمر شاخش
بآب ہمتش سیراب کرد و پر ثمر کردہ

بعہد فتنۂ اکبر کتاب اللہ بر خواند او
ز دنیا روئے خود برگشت و سینہ را سپر کردہ

تصوف را کہ علم پاکیٔ نفس است و ہم احسان
ز ممزوجات یونانی و ایرانی بدر کردہ

چہ بیخ کفر و الحاد او ز نوک کلک برکندہ
زمین ہند را از فیض خود نوع دگر کردہ

مبلغ بے ریا بودہ محدث بے بدل بودہ
کلامش ہم نشین دل شد و در دل اثر کردہ

ببین اے سید منصب پرست و معصیت پرور
کہ ترکی ترک جاہ و منصب و برگ و ثمر کردہ

عروج از زندگی با کمالش درس حاصل کن
کہ در تبلیغ دین از سیم و زر صرف نظر کردہ (عروج قادری)

خراجِ عقیدت

وہ شیخ خود آگاہ و خداداں خدا بیں ۔۔۔ وہ شارحِ اقوالِ نبی کاشفِ اسرار
طوفاں میں فتنوں کے رہا اپنی جگہ پر ۔۔۔ یوں جیسے کھڑی ہو کوئی فولاد کی دیوار
وہ کر نہ سکا زیر جسے تختِ حکومت ۔۔۔ وہ کر نہ سکا رام جسے فیضیِ عیار
مصروفِ عمل عہد میں اکبر کے رہا وہ ۔۔۔ با سینۂ بے کینہ و با دیدۂ خونبار
ارکانِ حکومت کو پڑھایا سبقِ دیں ۔۔۔ اسلام کی ترویج پہ ان کو کیا تیار

ممکن نہیں اوجھل ہو کبھی میری نظر سے
وہ شیخ کہ ہے دینِ محمد کا علمدار

(عروج قادری)

مآخذ

کتاب کا نام	مطبوعہ یا قلمی	مصنف کا نام
سبحۃ المرجان	مطبوعہ	علامہ غلام علی آزاد بلگرامی
ابجد العلوم	〃	نواب صدیق حسن خان
کتاب التمہید فی ائمۃ التجدید	〃	مولانا عبید اللہ سندھی
اخبار الاخیار	〃	شیخ عبد الحق محدث دہلوی
مآثر الکرام	〃	آزاد بلگرامی
اتحاف النبلاء	〃	نواب صدیق حسن خان
تذکرہ علمائے ہند	〃	مولانا رحمٰن علی
خزینۃ الاصفیاء	〃	مفتی غلام سرور لاہوری
سفینۃ الاولیاء	〃	دارا شکوہ
مآثر الامرا	〃	شاہ نواز خان
مسلسلات و نوادر	〃	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
انفاس العارفین	〃	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
ازالۃ الخفا	〃	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
سیر المتاخرین	〃	غلام حسین طباطبائی
صبح گلشن	〃	علی حسن خان
منتخب التواریخ	قلمی	ملا عبد القادر بدایونی
کلمات الصادقین	〃	محمد صادق ہمدانی

طبقات اکبری	//	میرزا نظام الدین احمد
بادشاہ نامہ	//	عبدالحمید لاہوری
عمل صالح	//	محمد صالح کنبو
مراۃ العالم	//	بختاور خاں
مراۃ آفتاب نما	//	شاہ نواز خاں
جہانگیر نامہ	//	جہانگیر
تبصرۃ الناظرین	//	میر سید محمد بلگرامی
تالیف القلب الالیف	//	شیخ عبدالحق
مکتابتہ فہرس التوالیف	//	
تحفۃ الکرام	//	علی شیر قانع
گنج ارشدی	//	دیوان محمد ارشد جونپوری
مراۃ احمدی	//	علی محمد خاں
آثار الصنادید	مطبوعہ	سرسید احمد خاں
ہندوستان میں علم حدیث	//	علامہ سید سلیمان ندوی
واقعات حکومت دہلی	//	بشیر الدین احمد دہلوی
حدائق الحنفیہ	//	فقیر محمد لاہوری
تذکرہ کاملان رام پور	//	احمد علی خاں شوق
تذکرہ	//	مولانا ابوالکلام آزاد
رود کوثر	//	شیخ محمد اکرام ائی سی ایس

لمعات الاخیار	//	مولوی عبدالمجید کاتب
حیات جلیل	//	مقبول احمد صمدنی
تاریخ پھلواری شریف	قلمی	حکیم محمد شعیب رضوی
فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد	مطبوعہ	
فہرست کتب خانہ رامپور	//	
معارف اعظم گڈھ الفرقان بریلی		
مرج البحرین	قلمی	شیخ عبدالحق
مکاتیب	مطبوعہ	//
نکات الحق	//	//
شرح فتوح الغیب	//	//
شرح سفر السعادۃ	//	//
شرح شیخ الاسلام	مطبوعہ و قلمی	شیخ الاسلام
المحلی	قلمی	شیخ سلام اللہ
ہسٹری آف انڈیا	مطبوعہ	سر ایچ، ام الیٹ
انڈیا آفس کیٹلاگ	//	//

آزاد پریس بمبئی [illegible]